مصنّف

سید وقار علی شاہ ۱۰ جنوری ۱۹۶۱ء کو زیارت کاکا صاحبؒ نوشہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ڈیپارٹمنٹ آف ہسٹری پشاور یونیورسٹی سے ایم اے (۱۹۸۳ء) اور ایم فل (۱۹۸۶ء) کیا۔ آج کل قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد کے ہسٹری ڈیپارٹمنٹ کے پی ایچ ڈی کے طالب علم ہیں۔

آپ نے ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک ڈیپارٹمنٹ آف ہسٹری پشاور یونیورسٹی میں لیکچرار کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں قومی ادارہ تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد سے بحیثیت ریسرچ فیلو وابستہ ہوئے اور یکم فروری ۱۹۹۰ء سے بحیثیت اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ تاریخ قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔

اس مختصر سے عرصے میں آپ نے سیاسیات صوبہ سرحد پر کافی کام کیا ہے آپ کے کئی مقالے قومی شہرت کے حامل کتب و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی مستقل تالیفات میں "آزادی کی تلاش" قابل ذکر ہے۔

سلسلہ سوانح حیات: ۱۲

پیر صاحب مانکی شریف

سید امین الحسنات

اور

انکی سیاسی جدوجہد

پیر صاحب مانکی شریف

سیّد امین الحسنات

اور

انکی سیاسی جدوجہد

از

سید وقار علی شاہ

(کاکاخیل)

قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۳۰، اسلام آباد

۱۹۹۰ء

انتساب

اپنے والدین' ماموں تاجدار شاہ

اور

شاہ جہان شاہ کے نام

جملہ حقوق

بحق قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت اسلام آباد

محفوظ ہیں

طبع اوّل : ۱۹۹۰ء

قیمت : ۷۰ روپے

ISBN 969 - 415 - 020 - 5

طابع

النور پرنٹرز ۹ - ویسٹ رضوان پلازا بلیو ایریا اسلام آباد

ناشر

قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ وثقافت

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۳۰ اسلام آباد

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
تعارف	۳
خاندانی پس منظر اور ولادت	۱۳
جمعیت الاصفیاء کا قیام	۱۴
تحریک پاکستان اور پیر صاحب (حصہ اول)	۲۹
قائداعظم کا دوسرا دورہ سرحد	۳۰
قائداعظم کا دورہ مانکی شریف	۳۱
عام انتخابات ۱۹۴۶ء اور صوبہ سرحد	۳۳
وزارتی مشن اور صوبہ سرحد	۳۶
پنڈت جواہر لعل نہرو کا دورہ سرحد	۴۴
تحریک پاکستان اور پیر صاحب (حصہ دوم)	۶۳
صوبہ سرحد میں تحریک سول نافرمانی	۶۳
سنٹرل جیل پشاور کا حادثہ	۷۴
لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا دورہ سرحد	۷۵
ماؤنٹ بیٹن کا منصوبہ تقسیم ہند اور صوبہ سرحد میں ریفرنڈم	۸۲

جہاد کشمیر میں پیر صاحب کا حصہ ۹۹

پیر صاحب اور سیاسیات سرحد آزادی کے بعد ۱۰۶
انتخابات ۱۱۱
وفات ۱۱۳

ضمیمہ جات ۱۲۶

کتابیات ۱۶۰

اشاریہ ۱۶۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

ہندوستان کے شمال مغربی سرحدی صوبے پر سکھوں کی یورشیں ۱۸۱۸ء سے شروع ہوئیں۔ ۱۸۳۴ء میں ہری سنگھ نلوہ نے پشاور کا قلعہ فتح کیا اور یوں رنجیت سنگھ پشتون علاقے کا بھی حاکم اعلیٰ بن گیا۔ رنجیت سنگھ کے مرنے پر سکھوں میں تخت نشینی کے لیے لڑائیاں شروع ہوئیں ان لڑائیوں نے سکھ حکومت کو کمزور کر دیا۔ آپس کے انتشار کا فائدہ انگریزوں نے اٹھایا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ سکھ حکومت کافی حد تک کمزور ہو چکی ہے تو انہوں نے آخری وار کرنے کا ارادہ کیا۔ ۱۸۴۶ء اور ۱۸۴۹ء میں اینگلو سکھ جنگیں لڑی گئیں۔ ان جنگوں کا نتیجہ انگریزوں کے حق میں نکلا۔ انگریز سکھ ریاست پر قابض ہو گئے۔ پنجاب کے ساتھ اس وقت سرحدی صوبے کے بیشتر علاقے بھی شامل تھے۔ اس طرح ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء سے صوبہ باقاعدہ طور پر انگریزوں کی عملداری میں آ گیا۔ لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس سے پہلے ہربرٹ ایڈورڈز، جارج لارنس، ہوڈسن جیمس ایبٹ اور جان نکلسن وغیرہ پہلے یہاں کام کر چکے تھے۔ اس لیے ان کے لیے یہ نئی جگہ نہیں تھی۔ پشتونوں نے سکھوں کے ساتھ بھی جنگیں لڑی تھیں۔ اب نئے آقاؤں کے ساتھ بھی یہی سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۸۴۹ء سے ۱۹۰۱ء تک کم و بیش ساٹھ جنگیں لڑی گئیں۔ یہاں کے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے اور یہاں کے عوام پر اپنی من مانی کارروائیوں کی پردہ پوشی کے لیے لارڈ کرزن نے اس علاقے کو صوبہ پنجاب سے علیحدہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ سرزمین سرحد کو خاص سلوک کا مستحق قرار دے دیا گیا۔

پنجاب کو جو اصلاحات ملنے والی تھیں، سرحد کو اس سے محروم رکھا گیا۔ منٹو مارلے سکیم اور مانٹیگو چیمسفورڈ سکیم میں انہیں کوئی حصہ نہیں ملا۔ بلکہ سرحد میں خاص قوانین نافذ کئے گئے جن میں قوانین جرائم سرحد اور غازی ایکٹ زیادہ مشہور تھے۔ ۹ نومبر ۱۹۰۱ء کو صوبہ سرحد کے قیام کا اعلان کیا گیا تاہم صوبے کا باقاعدہ افتتاح ۱۲ اپریل ۱۹۰۲ء کو ہوا۔

ویسے تو سیاسی بیداری صوبہ سرحد میں بیسویں صدی کے آغاز سے ہی پیدا ہو گئی تھی۔ پنڈت امیر چند بموال اور پنڈت رام چند وغیرہ یہاں کے سیاسی افق پر ابھرے۔ مسلمانوں میں سے کچھ تعلیم یافتہ نوجوانوں نے قاضی میر احمد کے بالاخانے میں ۱۹۱۲ء میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ ان میں قابلِ ذکر علی عباس بخاری، میاں عبدالعزیز، قاضی عبدالولی، قاضی میر احمد اور حکیم محمد امین شامل تھے۔ میاں عبدالعزیز کو تنظیم کا صدر بنایا گیا جبکہ علی عباس بخاری جنرل سیکرٹری بنے۔ انہوں نے وہی بالاخانہ دفتر کے طور پہ استعمال کرنا شروع کردیا۔ علی عباس بخاری اور میاں عبدالعزیز دونوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ آگرہ (۱۹۱۳ء) اور بمبئی (۱۹۱۵ء) میں شرکت کی۔ علی عباس بخاری کو اپنی غلامی کا شدت سے احساس تھا ان کے روابط اپنے انگلستان کے دوستوں کے ساتھ بھی تھے (چونکہ وہ انگلستان میں وقت گزار چکے تھے) اور ہندوستان کے چوٹی کے مسلم رہنماؤں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد کے ساتھ بھی روابط تھے وہ یہاں جو بھی ناانصافی دیکھتے فوراً اس کی خبر انگلستان اپنے دوستوں کو بھی دیتے اور یہاں ہندوستان کے مرکزی مسلم رہنماؤں کو بھی پہنچا دیتے۔ جنگ بلقان میں صوبہ سرحد کے مسلمانوں کو ترکوں کی امداد پہ آمادہ کرنے میں بخاری کا بہت ہاتھ تھا۔ ترکوں پہ یورپی اقوام کی یلغار سے ہندوستان کے مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہو گیا تھا۔ ترکوں کی امداد کے مختلف طور طریقوں پہ غور ہونے لگا۔ ایک تجویز یہ بھی زیرِ غور آئی کہ ترکوں کی امداد کے لیے کیوں نہ ایک طبی وفد بھیجا جائے اس پہ فیصلہ ہو گیا اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی قیادت میں ۲۴ افراد پر مشتمل ایک وفد ترکی بھیجا گیا۔ وفد میں ہر صوبے کو نمائندگی دی گئی تھی۔ وفد میں پانچ ڈاکٹر تھے اور بقیہ انیس میدان جنگ سے زخمیوں کو لانے اور مرہم پٹی میں امداد دینے والے تھے۔ ہندوستانی وفد نے وہاں جا کر زخمیوں اور بیماروں کی جو خدمت کی اس کا اعتراف ایک عام آدمی سے لے کر حکمران تک سب نے کیا۔

تھوڑے ہی عرصے میں جنگ عظیم اول شروع ہو گئی۔ جنگ میں ترکی جرمنی کا حلیف بنا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے نہایت تکلیف دہ صورت حال پیدا ہو گئی۔ ایک طرف ترک ان کے ہم مذہب بھائی تھے تو دوسری طرف انگریز ان کے حکمران تھے۔ حکومت برطانیہ نے بھی حالات کی نزاکت کو دیکھتے

ہوئے ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی حمایت چاہی۔ جنگ کے شروع ہوتے ہی انہوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ جنگ کا نتیجہ چاہے کچھ بھی نکلے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو دیکھتے ہوئے حکومت ترکیہ کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کے مقدس مقامات کی عزت و حرمت میں بھی فرق نہیں آنے دیا جائے گا۔

جنگ کے اختتام تک اتحادی افواج جرمنوں پہ حاوی آگئیں۔ انگریزوں نے بھی نظریں پھیرنی شروع کیں۔ وہ وعدے وعید جو انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں سے کئے تھے کہ ان کے مذہبی جذبات کو کسی طور سے بھی مجروح نہیں کیا جائے گا، اب بالکل بھلا دیئے گئے۔ ترکی سے جی بھر کے انتقام لیا گیا۔ جنگ کے خاتمے پہ معاہدہ سیورے کے تحت انہوں نے خلافت عثمانیہ کے بخرے کرنا شروع کر دیئے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو جنگ عظیم میں امداد دینے کا صلہ رولٹ ایکٹ کی شکل میں ملا۔ ملک سے سیاسی بے چینی ختم کرانے کے بہانے جسٹس رولٹ نامی ایک انگریز کی قیادت میں ایک کمیشن بنایا گیا۔ جو سیاسی کارکنوں کو دبانے میں اپنی مثال آپ تھا۔ رولٹ بلوں کی ہندوستان بھر میں مخالفت ہوئی۔ پنجاب میں حالات سب سے زیادہ خراب ہوئے۔ ۱۳ اپریل ۱۹۱۹ء کو امرتسر کے جلیانوالہ باغ میں نہتے ہندوستانیوں پہ ایک انگریز جنرل ڈائر نے فائرنگ کرا دی مرنے والوں کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی۔ اس واقعہ سے سارے ملک میں ایک بے چینی سی پیدا ہو گئی۔

ایک طرف رولٹ بلوں کا ہنگامہ، دوسری طرف خلافت عثمانیہ کے خلاف انتقامی کارروائی پر اضطراب، ہندوستان کے مسلمان تڑپ اٹھے۔ سارے ملک میں خلافت عثمانیہ کو اس انتقامی کارروائی سے بچانے کے لیے خلافت کانفرنسیں ہوئیں۔ مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں ایک وفد انگلستان بھی گیا لیکن یہ سب کوششیں رائیگاں گئیں۔ سارے ملک میں ہڑتالیں ہوئیں عدم تعاون کی تحریک چلائی گئی لیکن یہ نتیجہ صفر ہی رہا۔ انگریزوں کو ان کے فیصلوں سے ہٹانا ناممکن تھا۔

جب حکمرانوں کے ان جارحانہ اقدامات کے خلاف مسلمانوں کے پاس کوئی طاقت نہ رہی تو علماء نے ہندوستان کو دارالحرب قرار دے دیا۔ اب دارالسلام کی طرف نظریں اٹھنے لگیں جو مسلمانانِ ہند کو برادر پڑوسی مسلمان ملک افغانستان کی صورت میں نظر آیا۔ ہندوستان سے ہجرت شروع ہوئی۔ مسلمان ہزاروں کی تعداد میں افغانستان کی طرف جانے لگے۔ افغانستان کے امیر امان اللہ خان جو انگریز دشمنی میں مشہور تھے نے ایک اعلان جاری کیا جس میں انہوں نے ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے انہیں افغانستان آنے کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان کی

حکومت نہ صرف انہیں پناہ دے گی بلکہ ان کی ہر ممکن امداد بھی کرے گی۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر مسلمان اپنی عزیز ترین اشیاء چھوڑ کر قافلوں کی شکل میں افغانستان کا رخ کر رہے تھے۔ افغانستان کا راستہ چونکہ پشاور سے ہو کر جاتا تھا۔ اس لئے مہاجرین کا سارا زور پشاور پر ہی رہا۔ پشاور میں ہجرت کمیٹیاں بنیں۔ صاحب استطاعت لوگوں نے مالی اعانت کی جبکہ غرباء نے بھی اپنے تئیں آنے والے مہمانوں کی خوب خاطر مدارت اور خدمت کی حتیٰ کہ تانگے والے بھی ریلوے سٹیشن سے مہاجرین کو ان کی قیام گاہوں تک مفت لے جاتے۔

شروع میں تو حکومت نے ان لوگوں کو روکنے کی کوشش کی لیکن بعد میں لوگوں کے جذبات کو بھانپتے ہوئے انہوں نے حتی الوسع ان کی حوصلہ افزائی کی۔ حکومت نے ایک تیر سے دو شکار کئے۔ ایک تو افغانستان کی معیشت پر بہت زیادہ بوجھ ڈالا گیا، دوسرا سرگرم قومی کارکنوں سے ان کی جان چھوٹ گئی۔ قافلے کے قافلے افغانستان کی طرف رواں دواں پُرجوش آوازوں سے یہ شعر گا رہے تھے:

برباد ہوں پرواہ نہیں   ناشاد ہوں پرواہ نہیں
اے دوستو جو کچھ بھی ہو کابل چلو، کابل چلو

پشاور سے کابل تک کے راستے میں جا بجا پانی اور خوراک کے خصوصی انتظامات کئے گئے تھے۔ مہاجرین جب کابل پہنچے تو ابتدا میں ان کی خوب آؤ بھگت کی گئی پھر جب تعداد بڑھنے لگی تو گوناگوں مسائل پیدا ہونے شروع ہوئے۔ افغانستان کی حکومت نے حسب وعدہ ان کو افغانی ترکستان میں حکومت کی جانب سے کاشت کے لیے زمین دینے کی پیشکش کی لیکن چونکہ ان مہاجرین میں ایک بڑی تعداد انگریزی حکومت کے جاسوسوں کی بھی تھی انہوں نے مہاجرین کو حکومت افغانستان کیخلاف ورغلانا شروع کر دیا۔ مہاجرین نے حکومت افغانستان سے مطالبہ کیا کہ انگریزوں کے خلاف جنگ میں ان کی امداد کی جائے۔ انگریز اور افغانستان کے درمیان کچھ عرصہ قبل ہی ایک جنگ ہو چکی تھی لہٰذا افغان حکومت نے اتنی جلدی دوسری جنگ لڑنے سے معذوری ظاہر کی۔ مہاجرین میں بددلی پھیلنی شروع ہوئی۔ ان میں سے کچھ تو وہیں افغانستان میں رہ گئے کچھ روس چلے گئے جب کہ بڑی تعداد نے واپس آنے کا ارادہ کیا۔ واپسی کا سفر نہایت المناک تھا۔ لوگ بے سروسامانی کی حالت میں ادھر ادھر بھٹک رہے تھے۔ کل راستے میں جن لوگوں نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تھا۔ اب ان کو تکالیف اور ایذائیں پہنچا رہے تھے۔ وطن واپس آ کر ان پر کفر کے فتوے لگے۔ کچھ مسلمان افسروں کی وجہ سے ان کی جائیدادیں ان کو واپس لوٹا دی گئیں۔ یوں ہجرت ختم تو ہوئی

لیکن اپنے پیچھے قربانیوں کی ایک نہ ختم ہونے والی داستان چھوڑ گئی۔

صوبہ سرحد میں ہجرت کے بعد سیاسی بیداری کی ایک زبردست لہر پیدا ہو گئی۔ غلامی سے نفرت تو پہلے بھی لوگوں کے دلوں میں تھی اب اس کو ایک شکل میں دنیا کے سامنے اظہار کرنے کا طریقہ بھی لوگوں کو آ گیا۔ کبھی تو یہاں کے سیاسی رہنما حاجی صاحب فضل واحد ترنگ زئی، خان عبدالغفار خان وغیرہ آزاد مدرسے قائم کرتے ہیں اور کبھی انجمن اصلاح الافاغنہ کے ذریعے پشتون معاشرے سے برائیاں ختم کرنے کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں باقاعدہ طور سے خدائی خدمتگار تحریک کی بنیاد رکھی گئی۔ خان عبدالغفار خان (جو عقیدت سے باچا خان کہلائے جاتے ہیں) کے ساتھ اس تحریک میں مدد دینے والے محمد اکبر خادم، میاں احمد شاہ، میاں عبداللہ شاہ، میاں جعفر شاہ، عبدالاکبر خان اکبر، قاضی عطاء اللہ، تاج محمد خان اور محمد عباس خان وغیرہ شامل تھے۔ باچا خان اور ان کے ساتھیوں نے صوبے بھر کا دورہ کیا۔ انہوں نے پشتونوں میں تعلیم کے شوق کو ابھارا۔ دیہاتوں میں جا کر ان کے مسائل پر ان سے گفتگو کی۔ لوگوں میں غلامی سے نفرت اور آزادی سے محبت پیدا کرنا ان کے نصب العین میں شامل تھا۔ انگریز برداشت نہ کر سکے پہلے تو دھمکیوں سے کام چلانے کی کوشش کی پھر دولت آزمائی۔ جب اس سے بھی کام نہ بنا تو باچا خان اور ان کے ساتھیوں کو قید کر دیا گیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ حالات تیزی سے بدل رہے تھے۔ لوگوں میں آزادی کی تڑپ پیدا ہو رہی تھی جلد ہی وہ دن بھی آ گیا جب قصہ خوانی بازار پشاور میں خون کی ہولی کھیلی گئی۔ ۲۳ر اپریل ۱۹۳۰ء کا خونی دن تھا۔ جب بے گناہ اہلیان پشاور کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ خدائی خدمت گار تحریک خلاف قانون قرار دے دی گئی۔ ان کے تمام قابل ذکر رہنما جیلوں میں ڈال دیئے گئے ان پر تشدد کا ایسا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا۔ جو اپنی مثال آپ ہے۔ خدائی خدمت گاروں کی کھڑی فصلیں جلا دی گئیں۔ ان کی بے عزتیاں کی گئیں۔ انہیں ننگا کر کے مارا پیٹا گیا۔ ان کے سامنے ان کی باپردہ مستورات کو ننگا کر کے پھرایا گیا۔ جو ان کے لیے موت سے بھی بدتر سزا تھی۔ ان لوگوں کا گناہ کیا تھا؟ یہی کہ ان کو ہزاروں میل دور سے آئے ہوئے حکمران ناپسند تھے اور اپنی پاک سرزمین پر اپنا راج چاہتے تھے۔ ان کو غلامی سے شدید نفرت تھی کیوں کہ ان کو شروع سے ہی یہی سکھایا گیا تھا کہ مسلمان کبھی غلام ہو ہی نہیں سکتا۔ ان لوگوں پر جب ظلم وستم کی انتہا ہو گئی تو اس وقت سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان نے میاں جعفر شاہ اور میاں عبداللہ شاہ (دونوں گرفتاری سے بچے ہوئے تھے) کو اپنا یہ پیغام دے کر باچا خان کے پاس گجرات جیل بھیجا کہ آپ ہندوستان کی بڑی سیاسی پارٹیوں میں سے کسی ایک میں شامل ہو جائیں کیوں کہ انگریز آپ

وفات کے بعد ان کے پارٹی کے سرکردہ اراکین مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ان میں قابلِ ذکر خان بہادر سعد اللہ خان اور سردار اورنگ زیب خان تھے۔ ان لوگوں نے اپنی طرف سے کوشش تو کی لیکن مسلم لیگ کو عوامی جماعت نہیں بنا سکے۔ مسلم لیگ بقول میاں ضیا الدین صرف اس حد تک محدود ہو کر رہ گئی کہ اراکین ایک دوسرے کے گھروں کو جاتے اور مستقبل کے بارے میں خوش آئند پروگرام وغیرہ بنا کر اگلی دفعہ ملنے تک ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے۔ بالفاظ دیگر اس وقت کی صوبائی مسلم لیگ "موٹر لیگ" تک محدود ہو کر رہ گئی۔ [1]

یورپ میں ستمبر ۱۹۳۹ء میں جنگ عظیم دوئم شروع ہوئی۔ ہندوستان کی مرضی معلوم کیے بغیر اس کو تاج برطانیہ نے جنگ میں دھکیل دیا۔ کانگرس ہائی کمان کے فیصلے کے مطابق صوبائی وزارتوں نے استعفےٰ دے دیا۔ ڈاکٹر خان صاحب کی حکومت ۷ رنومبر ۱۹۳۷ء کو مستعفی ہوئی اور ۱۱ رنومبر ۱۹۳۷ء کو گورنر سرحد سر جارج کننگھم نے دفعہ ۹۳ کے تحت تمام اختیارات خود سنبھال لئے۔ قائداعظم کی ایما پر سرحد میں لیگ وزارت کے لیے تگ و دو شروع ہو گئی۔ سردار اورنگ زیب خان اکالی پارٹی کے سردار اجیت سنگھ کو ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئے۔ اجیت سنگھ کے علاوہ کانگرس کے ایک سرگرم اور دیرینہ کارکن ثمین جان خان اور ایک آزاد رکن سردار عبدالرب نشتر کو بھی ساتھ ملایا۔ مسلم لیگ کی مخلوط حکومت کا قیام ۲۵ رمئی ۱۹۴۳ء کو عمل میں آیا۔ سردار اورنگ زیب خان وزیراعظم بنے۔ ثمین جان خان وزیر تعلیم، عبدالرب نشتر وزیر خزانہ اجیت سنگھ وزیر سیاحت اور راجہ عبدالرحمٰن خان وزیر اطلاعات بنائے گئے۔ بدقسمتی سے لیگ کی اس وزارت نے عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ نہیں کیا۔ تقریباً ۲ ½ سال گزرنے کے بعد جب مارچ ۱۹۴۵ء میں کانگرسی اراکین جیل سے باہر آئے تو سردار اورنگ زیب کی حکومت کے خلاف عدمِ اعتماد کا ووٹ پاس ہوا اور ڈاکٹر خان صاحب کی زیر قیادت دوبارہ کانگرسی وزارت بنائی گئی۔

انہی دنوں میں صوبہ سرحد کے سیاسی افق پر ایک نیا نام ابھرا۔ محمد امین الحسنات پیر مانکی شریف، جنہوں نے تحریک پاکستان میں ایک کلیدی کردار ادا کیا۔ وہ نوشہرہ کے قریب پہاڑوں کے دامن میں واقع ایک روحانی خانوادے کے سجادہ جانشین تھے۔ بچپن میں دینی ماحول میں تعلیم و تربیت ہوئی۔ والد ماجد کی وفات پر دستور کے مطابق گدی نشین ہوئے۔ آپ ۱۹۴۰ء سے ہی ملکی سیاست پہ گہری نظر رکھے ہوئے

---

[1] Mian Zia ud Din,
The Memoirs of a Pakistani Diplomat
(Peshawar: University Book Agency, 1976), p. 39

کو ختم کرنے کے درپے ہے[1] انگریز خدائی خدمت گاروں کے ڈانڈے بالشویکوں سے ملانا چاہتے تھے۔ باچا خان نے اپنے رفیقوں سے مشورہ کر کے دونوں بڑی سیاسی جماعتوں آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا نیشنل کانگرس کو اپنا پیغام بھیجا۔ اس وقت مسلم لیگ ایک شدید بحران سے گذر رہی تھی۔ اس کے رہنماؤں نے انگریز دشمنی کو اپنے لیئے اچھا نہیں جانا۔ اس کے بعد جب ان کے نمائندے کانگرس کے پاس گئے تو انہوں نے نہایت گرمجوشی اور خوشی کے ساتھ خدائی خدمت گاروں کو گلے لگایا۔ ایک طرف یہ معاملات چل رہے تھے، دوسری طرف حکومت برطانیہ نے ہندوستان کے چوٹی کے رہنماؤں کی لندن میں ایک گول میز کانفرنس طلب کی، سرحد کی نمائندگی صاحب زادہ عبدالقیوم خان نے کی۔ لندن سے واپسی میں وہ اپنے عوام کے لیے سرحد میں اصلاحات کا تحفہ لے کر آئے ہندوستان کے بقیہ صوبوں کی طرح سرحد کو بھی گورنر کا صوبہ بنانے کا اعلان کیا گیا۔ اپریل ۱۹۳۲ء میں وائسرائے ہند لارڈ ولنگڈن پشاور آئے اور سر رالف گرفتھ کو گورنر بنانے کا اعلان کیا۔ جو اصلاحات ہندوستان کے دوسرے صوبوں کو برسوں پہلے ملیں، اب وہ سرحد کو بھی دے دی گئیں۔

ہندوستان بھر میں نئی اصلاحات کی رو سے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ مجریہ ۱۹۳۵ء کے تحت عام انتخابات ہوئے۔ کانگرس نے سرحد کی صوبائی اسمبلی میں ۱۹ نشستیں حاصل کیں۔ سولہ اراکین نواب سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان کی پارٹی کے کامیاب ہوئے۔ آٹھ ممبران ہندو سکھ نیشلسٹ پارٹی کے تھے اور چار اراکین ڈیموکریٹک پارٹی کے کامیاب ہوئے۔ تین اراکین آزاد امیدواروں کی حیثیت سے سامنے آئے۔ کانگرس کی ہائی کمان کے فیصلے کے مطابق اکثریت میں ہونے کے باوجود انہوں نے وزارت نہیں بنائی۔ صاحب زادہ عبدالقیوم نے یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو وزیراعظم کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ ان کے ساتھ رائے بہادر مہر چند کھنہ اور سرحد اللہ خان شامل تھے۔ ستمبر ۱۹۳۷ء میں کانگرس نے صاحب زادہ صاحب کی وزارت پر عدم اعتماد کا ووٹ پاس کیا اور ڈاکٹر خان صاحب کی قیادت میں قاضی عطاءاللہ، محمد عباس خان اور بھنجو رام گاندھی پر مشتمل نئی وزارت بنائی گئی۔ جہاں تک صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی کارگزاری کا تعلق تھا تو علی عباس بخاری وغیرہ کی مسلم لیگ تو ۱۹۱۷ء میں ختم ہو گئی تھی۔ اس کے بعد کافی عرصے تک مسلم لیگی کارکن مختلف سماجی اور سیاسی تنظیموں میں شامل ہوتے رہے۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں مسٹر محمد علی جناح (جو ابھی قائداعظم نہیں کہلاتے تھے) نے پشاور کا دورہ کیا۔ اس دورے میں انہیں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اس وقت صوبہ سرحد میں صاحب زادہ عبدالقیوم خان ہی ایک ہر دل عزیز شخصیت تھی۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کی عزت و مدارت میں کوئی کمی نہ آنے دی۔ لیکن خود مسلم لیگ میں شامل نہیں ہوئے۔ ۱۹۳۷ء میں ایبٹ آباد میں قاضی عبدالحکیم اور مولانا محمد شعیب نے مسلم لیگ کو فعال بنانے کی کوشش کی، صاحب زادہ صاحب کی

---

[1] انٹرویو ملک شاد محمد، ۲۲ اکتوبر ۱۹۸۸ء، پشاور

تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ غیر مسلموں سے نجات کے لیے مسلم لیگ مسلمانوں کے ایک الگ وطن کے لیے تگ و دو کر رہی ہے۔ تو خود کو اس کی طرف مائل پایا۔ جلد ہی انہوں نے مانکی شریف میں سجادہ نشینوں کی ایک کانفرنس بلوائی اور جمعیتِ اصفیا کے نام سے ایک تنظیم بنائی۔ جمعیت نے فیصلہ کیا کہ مسلم لیگ اور پاکستان کی حمایت اس شرط پر کریں گے کہ نئی مملکت کے قیام کے بعد اس میں شریعت کا نفاذ ہو۔ مسلم لیگ کے قائدین نے پیر صاحب سے یہ وعدہ کر لیا۔ پیر صاحب اپنے مریدین سمیت مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اب تک صوبائی مسلم لیگ صرف خان بہادروں، نوابوں اور اربابوں تک ہی محدود تھی۔ پیر صاحب کی شمولیت نے اس میں ایک نئی روح پھونک دی۔ انہوں نے صوبے بھر کے دورے کئے اور مسلم لیگ کو عوامی جماعت بنانے کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ انہوں نے پوری تن دہی سے لیگ کو فعال بنانے کی کوشش کی۔ یہ ان ہی کی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ تھا کہ سرحد مسلم لیگ ایک منظم جماعت کے طور پر ابھری۔

بیرونی دباؤ سے مجبور ہو کر انگریزوں نے ۲۵ جون ۱۹۴۵ء کو ہندوستان کے مسئلے کے حل کے لیے چوٹی کے سیاسی رہنماؤں پر مشتمل ایک گول میز کانفرنس شملہ میں بلوائی۔ بعض وجوہات کی بنا پر شملہ کانفرنس ناکام ہوئی۔ اس کے بعد ملک میں عام انتخابات کرائے گئے۔ مجموعی طور پر مرکز میں مسلم نشستوں کی اکثریت مسلم لیگ نے حاصل کی جب کہ صوبہ سرحد کی ۳۰ نشستوں میں لیگ ۱۷ نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔

انگلستان میں لیبر پارٹی برسرِ اقتدار آئی۔ انہوں نے ہندوستان کے مسئلے کے حل کے لیے کابینہ کے تین وزرا پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا۔ وفد کے اراکین میں لارڈ پیتھک لارنس، سر سٹیفورڈ کرپس اور اے وی الیگزینڈر شامل تھے۔ مارچ ۱۹۴۶ء میں وفد ہندوستان پہنچا۔ وفد کے اراکین نے تمام قابلِ ذکر رہنماؤں سے بات چیت کی۔ ۵ سے ۱۲ مئی تک ایک بار پھر شملہ کانفرنس بلوائی گئی۔ لیکن اس کا بھی کچھ نتیجہ نہیں نکلا۔ وفد نے پھر اپنی تجاویز پیش کیں۔ ان تجاویز کی رو سے مرکز کے ماتحت ہندوستان کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور کہا گیا کہ ہر حصے میں ایک خود مختار حکومت ہوگی۔ تقسیم کچھ اس طرح تھی۔

گروپ ا : مدراس، بمبئی، سی پی، یو پی، اڑیسہ اور بہار

گروپ ب : پنجاب، شمالی مغربی سرحدی صوبہ اور سندھ

گروپ ج : بنگال اور آسام

کانگرس اور مسلم لیگ دونوں نے یہ تجاویز مسترد کر دیں۔ کانگرس نے اس بنا پر کہ وہ ہر صورت میں بھی ہندوستان کی تقسیم کی مخالف تھی۔ مسلم لیگ لازمی گروپ بندی چاہتی تھی جب کہ کانگریس اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس کے علاوہ اگرچہ سکیم میں پاکستان کے مبہم اشارے موجود تھے تاہم مشن کے اراکین

نے باقاعدہ طور پر تقسیم کے متعلق کوئی نشاندہی نہیں کی۔

حالات تیزی سے بدل رہے تھے۔ برطانیہ کو ہندوستان پر مزید حکومت کرنا ناممکن دکھائی دے رہا تھا۔ ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو لارڈ ویول کی جگہ لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہندوستان کے نئے وائسرائے کی حیثیت سے آیا۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو برصغیر کی تقسیم کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ اس میں صوبہ سرحد میں عوام کی رائے لینے کے لیے ایک استصوابِ رائے کی بھی تجویز شامل تھی۔ ریفرنڈم اس بات پر ہونا تھا کہ صوبہ سرحد کے باشندے ہندوستان میں رہنا پسند کریں گے یا پاکستان کے ساتھ شامل ہونا چاہتے ہیں۔ کانگرس ہائی کمان نے انگریز سرکار کی اس تجویز سے اتفاق کیا جبکہ صوبائی نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا۔ باچا خان اور ان کے ساتھیوں نے مطالبہ کیا کہ ہم ہندوستان کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے اگر ریفرنڈم کرانا ہی ہے تو پاکستان یا پشتونستان کے نام سے کراؤ۔ ان کے اس مطالبے پر کسی نے کان نہیں دھرے۔ خدائی خدمت گاروں نے ریفرنڈم کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ ان کے بائیکاٹ کے باوجود ریفرنڈم ہوا۔ ۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو پولنگ شروع ۲۰ جولائی ۱۹۴۷ء کو سرکاری نتائج کی رو سے پاکستان کی جیت ہوئی۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو مسلمانوں کا ایک علیحدہ وطن پاکستان کے نام سے معرضِ وجود میں آگیا۔

پاکستان کے قیام کے بعد پیر صاحب نے اس مملکت اسلامیہ کی خدمت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جہاد کشمیر میں اُنکی قربانیاں کون جھلا سکتا ہے؟ لیکن ملک کیلئے جانی و مالی قربانیاں دینے والے کارکنوں سے کیا سلوک کیا گیا۔ سرحد کی تاریخ ان کی شاہد ہے۔ مخصوص قسم کے مفاد پرستوں کے ایک ٹولے نے تحریک پاکستان کے مخلص کارکنوں کو ستانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پیر صاحب اور ان کے حامیوں سے ان کے اقتدار کو یہی خطرہ تھا کہ پیر صاحب تو ایک ہر دلعزیز شخصیت تھے۔ اس کے علاوہ پیر صاحب یہاں کی سیاست پر چھائے ہوئے تھے۔ ان کے خلوص، سادگی اور حب الوطنی پر کون شک کر سکتا تھا؟۔ لیکن حزبِ اقتدار نے ان کو اپنے لیئے ایک خطرہ جانا۔ پیر صاحب کو مسلم لیگ کی بنیادی رکنیت کے فارم تک نہیں دیئے گئے۔ جب پیر صاحب کو بے حد ستایا گیا تو ان کے لیے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ مسلم لیگ کو ہی چھوڑ دیں۔ انہوں نے اپنی ایک الگ سیاسی جماعت بنائی لیکن سیاسی دغا بازیوں کو دیکھتے ہوئے انہوں نے آخر کار سیاست کو خیرباد کہہ دیا۔ ان کے آخری ایام ذاتی مشاغل میں ہی گزرے۔ انہوں نے اپنے مریدین پر خاصا گہرا اثر چھوڑا اور ان کی کچھ ایسے انداز میں سیاسی تربیت کی کہ وہ سیاست کو بھی راست بازی، سادگی اور سچائی کے لحاظ سے مذہب کا ہی ایک حصہ سمجھنے لگے۔

تحریک پاکستان کو صوبہ سرحد میں کامیاب کرانے کا سہرا پیر صاحب مانکی شریف کے سر ہے۔ پیر صاحب

کی شمولیت کے بغیر صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے لیے پاکستان کا حصول ناممکن تھا۔ ان کے ایک بیٹے پیرزادہ نبی امین کی وساطت سے مجھے ان کے ذاتی ذخیرہ کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہی آرزو تھی کہ کب موقع ملے اور میں پیر صاحب کی پاکستان کے حصول کے لیے ان کی خدمات پر کچھ لکھ سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ موقع فراہم کر دیا۔ اسلام آباد آتے ہی پیر صاحب کے ذاتی ذخیرے کی دستاویزات کو بنیاد بنا کر میں نے پیر صاحب کی سیاسی زندگی پر لکھا۔ تاریخ میں کوئی لفظ حرفِ آخر نہیں ہوتا لیکن میں نے اپنے تئیں یہی کوشش کی ہے کہ پیر صاحب کے کردار سے انصاف کر سکوں۔ اب یہ آئندہ آنے والے مؤرخین کا کام ہے کہ اس پر مزید تحقیق کر کے پیر صاحب کی زندگی کے دیگر پہلوؤں کو سامنے لائیں۔

اس سلسلے میں جن حضرات نے مجھ سے تعاون کیا ان میں سرفہرست پیر صاحب کے اپنے فرزند ہیں۔ پیر صاحب کے بڑے صاحبزادے سید روح الامین کے ذریعے مجھے ان کی آخری ایام کی تفصیلات ملیں پیرزادہ نبی الامین نے حتی الوسع مجھے ہر قسم کی معلومات فراہم کیں۔ ان کے علاوہ نور الامین، سید الامین، شمس الامین نے بھی مواد کی فراہمی کے سلسلے میں میرے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا۔ پیر صاحب کے بھائی پیرزادہ احمد گل (مرحوم) نے پیر صاحب کی زندگی کے متعلق مزید معلومات فراہم کیں۔ ان کے فرزند صاحبزادہ محمود احمد نے میری خاطر اس سلسلے میں کافی تگ و دو کی۔ ان کے علاوہ پیر صاحب کے چند مریدین اور تعلق داروں نے بھی معلومات بہم پہنچائیں۔ میں ان تمام قابل قدر شخصیتوں کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں مانکی شریف میں میرے قیام کے دوران میرے عزیز دوست شاہنواز خٹک نے مجھے ہر طرح سہولیات بہم پہنچائیں جن کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ہوں۔ آخر میں میں خالد شمس الحسن صاحب (کراچی) کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ جو ہر وقت میری حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں۔ اگر ان کے مخلصانہ مشورے شامل حال نہ ہوتے تو شاید یہ کتاب اتنی جلد منظر عام پر نہ آ سکتی۔ کتاب کے مسودے کی ترتیب و تدوین کے دوران قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت اسلام آباد کی فاضل ڈائریکٹر اور ملک کی بلند پایہ دانشور محترمہ ڈاکٹر کنیز فاطمہ یوسف صاحبہ کے تعاون اور رہنمائی نے میری بہت سی مشکلات کو آسان کر دیا۔ اسی طرح ادارہ کے شعبہ طباعت کے افسران سے جناب شفقت امین صاحب اور جناب محمد عظیم بھٹی صاحب نے تکنیکی معاملات میں مفید مشورے دیئے اور کتاب کی جلد طباعت کے لیے پورے طور پر جدوجہد کی۔ اس کے لیے میں ان کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

سید وقار علی شاہ
(کاکاخیل) اسلام آباد
جولائی ۱۹۸۹ء

خاندانی پس منظر اور ولادت

وادی پشاور کے دلہ زاک قبیلے کی ایک شاخ ۱۰۰۰ ہجری (۱۵۹۱ء) کے آس پاس موضع پڑانگ چارسدہ میں آ کر آباد ہو گئی تھی۔ اس خاندان میں ایک بزرگ شیخ محمد یوسف کے نام سے گزرے ہیں۔ شیخ محمد یوسف کی اولاد میں سے ایک گھرانہ اکوڑہ خٹک (نوشہرہ) آ کر آباد ہوا۔ اس خانوادے میں حضرت ضیا الدین کے گھر ۱۲۲۲ھ (۰۷-۱۸۰۶ء) میں شیخ عبدالوہاب پیدا ہوئے۔ شیخ عبدالوہاب نے آگے چل کر پیر مانکی شریف کے نام سے شہرت پائی۔ شیخ ضیاالدین نے جب دیکھا کہ بڑی شاہراہ کے کنارے سکھوں کی لوٹ مار کے باعث اس گاؤں میں ان کا گزارا مشکل ہونے لگا ہے تو وہاں سے بدرشی نامی گاؤں تشریف لے گئے بدرشی کی مقامی مسجد میں اپنے علم کی شمع روشن رکھی۔ شیخ ضیاالدین کا بدرشی ہی میں انتقال ہوا۔ تاہم ان کی تدفین ان کے آبائی گاؤں اکوڑہ خٹک میں کی گئی۔

حضرت شیخ عبدالوہاب صاحب نے علوم دینیہ اپنے والد ماجد سے حاصل کیے تھے۔ ان کے علاوہ ان کو وقت کے جید علما کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہوا۔ کچھ عرصہ بعد آپ بدرشی سے قریبی گاؤں ڈھیری کمی خیل آ گئے جہاں آپ نے ڈھیری ملا صاحب کے نام سے شہرت پائی۔ ڈھیری ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ اردگرد کے علاقے میں آپ کی شہرت پھیل چکی تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ سے مستفیض ہونے کے لیے آتے تھے۔ یہاں پانی کی شدید قلت تھی۔ لوگوں کو پینے کا پانی دریائے کابل سے لانا پڑتا تھا۔ شیخ عبدالوہاب نے سلسلہ قادریہ میں اخوند عبدالغفور المعروف بہ سیدو بابا سوات کی بیعت کی ہوئی تھی۔ سوات باباجی کے ساتھ آپ جنگ امبیلہ میں بھی شریک ہوئے تھے۔ جب آپ اپنے پیر اخوند سیدو بابا

رسوات) کے پاس گئے تو ان سے اپنی مشکل بیان کی۔ سیدو بابا نے انہیں مشورہ دیا کہ علاقہ خٹک میں کوئی ایسی جگہ ڈھونڈو جہاں پانی کی قلت نہ ہو۔ واپس آکر انہوں نے آس پاس نظر دوڑائی۔ نوشہرہ سے جنوب کی طرف چند میل کے فاصلے پر ایک گاؤں مانکی کے نام سے موجود تھا یہاں پانی کی فراوانی تھی۔ شیخ عبدالوہاب کی نظر انتخاب اسی جگہ پر پڑی۔ آپ ڈھیری کٹی خیل سے اٹھ کر یہاں آ گئے اور مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ ہی کی وجہ سے یہ گاؤں جو پہلے صرف مانکی کہلاتا تھا اب مانکی شریف کہلانے لگا اور شیخ عبدالوہاب کی اولاد پیر مانکی شریف کے نام سے مشہور ہوئی۔ [۱]

مانکی تشریف لانے کے بعد آپ کے مریدین جو "مانکی کے شیخ" کے نام سے مشہور ہوئے اپنے پیر و مرشد کے حکم کے مطابق دیہات میں جاتے اور لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کرتے۔ انہیں خلاف شریعت کاموں سے روکتے اور لوگوں کو داڑھی رکھنے کی تلقین کرتے۔ شیخ منشیات کے سخت خلاف تھے۔ یہاں تک کہ حقے اور نسوار سے بھی لوگوں کو منع کرتے۔ مغربی تہذیب اور انگریزی تعلیم کے اثرات کو دیکھ کر جو مسلمانوں کو مذہب سے بیگانہ کر رہی تھی۔ پیر صاحب نے اس کی سخت مخالفت کی۔ انگریزی تعلیم سے بیزاری کی شاید یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں اکثر سکول مشنریوں کے زیر انتظام چل رہے تھے عیسائی پادری تعلیم کے پردے میں عیسائیت کی تبلیغ کر رہے تھے۔ [۲] حضرت شیخ عبدالوہاب نے ۱۹ شعبان مطابق ۲۸، ۲۹ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو وفات پائی۔ آپ کی تدفین مانکی شریف میں ہی ہوئی۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند حضرت عبدالحق صاحب سجادہ نشین ہوئے۔ عبدالحقؒ "ثانی صاحب" کے لقب سے مشہور ہوئے چوبیس سال تک مسند خلافت پر گزارنے کے بعد آپ نے ستمبر ۱۹۲۸ء میں وفات پائی۔ ان کی تدفین بھی مانکی شریف ہی میں ہوئی۔ اس کے بعد آپ کے فرزند صاحبزادہ عبدالرؤف صاحب گدی نشین ہوئے۔ عبدالرؤف صاحب نے "ثالث صاحب" کے نام سے شہرت پائی۔ آپ صرف چھ سال مسند پر رہنے کے بعد ۱۹۳۴ء میں وفات پا گئے۔ آپ کی وفات پر آپ کے فرزند ارجمند محمد امین الحسنات گدی نشین ہوئے۔ جن کی پیدائش یکم فروری ۱۹۲۲ء کو مانکی شریف میں ہوئی تھی۔ آپ نے دینی تعلیم مولانا عبدالحنان صاحب سے حاصل کی ۱۲ سال کی عمر میں والد ماجد کی وفات پر مسند کا بھاری بوجھ آپ کے کندھوں پر آن پڑا۔ آپ نے مذہبی و معاشرتی زندگی کچھ اس انداز سے بسر کی کہ جلد ہی آپ نے لوگوں کے دلوں میں باعزت مقام پا لیا اور جب آپ نے سیاست میں قدم رکھا تو آپ کی شہرت ملک کے کونے کونے میں پھیل گئی۔

جمعیت الاصفیا کا قیام

پیر صاحب محمد امین الحسنات کی عرصہ دراز سے یہ خواہش تھی کہ قوم و ملک کے مفاد کے لیے بے غرض

رہنماؤں کو میدان عمل میں آنا چاہیے۔ ان کے خیال میں اسلام دن بدن خطرے میں پڑ رہا تھا۔ ہندو اقلیت کے اس صوبے میں اسلام کو ہندو اکثریت والے صوبوں سے زیادہ خطرہ درپیش تھا۔ آخر بہت سوچ بچار کے بعد پیر صاحب نے اس ناممکن کام کو ممکن بنانے کے لیے خود اس کام کو سرانجام دینے کا بیڑا اٹھایا۔

ہندوستان پر برطانوی راج کے دوران مسلمان گروہوں اور ٹولیوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان کی اکثریت تو آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل تھی تاہم آل انڈیا نیشنل کانگرس میں بھی ان کی کثیر تعداد تھی لیکن جماعتی لحاظ سے دیگر سیاسی جماعتوں کو مسلم لیگ اور کانگرس جیسی مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ کانگریس تو صرف ہندوستان کی آزادی کے لیے لڑ رہی تھی لیکن مسلم لیگ کو دو محدود محاذوں پر مقابلہ کرنا تھا۔ ایک طرف تو انگریز تھے اور دوسری طرف ہندو اکثریت۔ مسلمان رہنماؤں کو بڑی شدت سے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں انگریز کے بعد ہندوؤں کی غلامی میں نہ چلے جائیں۔ انہوں نے اپنے لیے ایک علیحدہ اور خود مختار مملکت کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ علیحدہ مملکت کے قیام کے سلسلے میں کافی تجویزیں زیر غور آئیں لیکن سب سے زیادہ مقبولیت قرارداد پاکستان کو حاصل ہوئی جو آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور ۔ مارچ ۱۹۴۰ء کے موقع پر پیش کیا گیا۔ اس قرارداد کی رو سے متحدہ ہندوستان کو "خود مختار مسلم اکثریتی اور ہندو اکثریتی" علاقوں میں تقسیم کرنا تھا۔ [۳] اس سکیم کی مخالفت ہندوؤں نے زور و شور سے شروع کر دی ان کی نظر میں یہ "بھارت ماتا" کو تقسیم کرنا تھا۔ جبکہ مسلم لیگ ۹ کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت، مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے لڑ رہی تھی۔ انہوں نے کانگریس کے ایک قومی نظریے کی بھرپور مخالفت کی کیونکہ اس سے مسلمانوں کے علیحدہ وجود اور تشخص کی نفی ہوتی تھی۔ [۴] مسلم لیگ کے خیال میں علیحدہ مملکت کے قیام سے مسلمانوں کو ایک تو ہندوؤں کے ظلم سے نجات مل جائے گی۔ دوسرے ان کا مذہب ان کی روایات اور معیشت ان کے اپنے کنٹرول میں ہوگی اور وہ استحصال سے پاک معاشرے کے قیام میں کامیاب ہو جائیں گے، جہاں وہ غربت کے خاتمہ اور مسلمانوں کی آسودہ حالی کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ [۵]

پیر صاحب مانکی شریف شروع میں سیاست سے کافی دور رہے۔ اس وقت ان کی مصروفیات کا ماحصل صرف ان کے مریدین کے علاقوں میں ہونے والے اسلامی جلسوں میں ان کی شرکت تھی۔ اس قسم کے جلسوں میں شرکت کے لیے پیر صاحب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کوہ دامان پشتو، کوہ دامان ہندکو، کوہاٹ، بلی ٹنگ، ناک بند، خرمتو اور وزیرستان تک گئے۔ [۶] پیر صاحب عملی سیاست میں حصہ لینے کے قائل نہ تھے لیکن ساتھ ہی ان کو امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کی فکر لاحق تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیسے مسلمانوں کی خدمت کریں۔ لیکن قدرت نے جلد ہی ان کو اس عظیم مقصد کو سرانجام

دینے کا موقعہ فراہم کردیا۔ پیر صاحب نے کانگریس کی مخالفت "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک کے وقت سے جاری رکھی تھی۔ ان کو کانگرس کے اس ارادے کا بروقت پتہ چل گیا تھا کہ اس کا مقصد ہندو راج کا قیام ہی ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کی قرارداد منعقدہ بمبئی ۱۶ تا ۲۰ اگست ۱۹۴۲ء کے مطابق اس تحریک کا مقصد "ہند پر کانگرس کی اجارہ داری" قائم کرنا تھی۔[۹]

قدرتِ خداوندی کا عطا کردہ موقعہ شملہ کانفرنس کی صورت میں آیا۔ پیر صاحب مانکی شریف نے شملہ کانفرنس کے بعد عملی سیاست میں بھرپور حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ ان کی سوچ اور فکر بڑی حد تک مسلم لیگ کے پروگرام سے متفق تھی تاہم عملی طور سے ابھی وہ لیگ میں شامل نہیں ہوئے تھے۔[۱۰]

جنگ عظیم دوم کے اوائل سے ہی برصغیر کی سیاست ایک نئے دور میں داخل ہوگئی۔ ایک طرف کانگرس نے حکومت پر دباؤ ڈالنے کی غرض سے صوبائی وزارتوں سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ اور دوسری طرف لیگ اور کانگرس میں اختلافات کی خلیج وسیع تر ہوتی جارہی تھی۔ حکومت نے ۸ اگست ۱۹۴۰ء کو مصالحت کی غرض سے چند تجاویز پیش کیں جن کو "اگست ۱۹۴۰ء کی پیشکش" کہا جاتا ہے اس کے پیش کرنے کا بڑا مقصد یہی تھا کہ ہندوستان کی نمائندہ جماعتیں جنگی تیاریوں کے سلسلے میں حکومت برطانیہ سے تعاون کریں۔ یہ تجاویز کانگرس اور لیگ دونوں کے لیے ناقابلِ قبول تھیں۔ کانگرس نے ردعمل کے طور پر سول نافرمانی کی تحریک شروع کردی۔

ان دنوں جنگ کی صورتحال برطانیہ کے حق میں جاتی نظر نہیں آرہی تھی۔ سنگاپور پر جاپان کا قبضہ ہوچکا تھا۔ برما میں جاپانی فوجوں کی پیش قدمی حکومت ہندوستان کے لیے ایک بڑا خطرہ بن رہی تھی۔ صورتِ حال کی نزاکت بھانپتے ہوئے وزیراعظم سرونسٹن چرچل نے برطانوی دارالعوام میں اعلان کیا کہ حکومت نے اہلیان ہند کو خوش کرنے کے لیے کچھ اقدامات کئے ہیں۔ ان اقدامات کی رو سے کابینہ کے ایک رکن سر سٹیفورڈ کرپس کو چند تجاویز کے ہمراہ ہندوستان بھیجا گیا۔ کرپس ۲۲ مارچ ۱۹۴۲ء کو دہلی پہنچا۔

۲۹ مارچ کو اس نے اپنا مسودہ اخبارات کو اشاعت کے لیے دیدیا۔ اس میں یہ واضح کردیا گیا تھا کہ مملکت ہند برطانیہ اور دوسرے نوآبادیات کے ساتھ برابری کے اصول پر منسلک رہے گی اور داخلی اور خارجی امور میں کسی کی تابع نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ طے کیا گیا کہ نئی تجاویز کی رو سے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے تمام اراکین ہندوستانی ہوں گے اور اس میں ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے شامل ہوں گے۔ کرپس تجاویز* کو ہندوستان کی دونوں بڑی سیاسی جماعتوں آل انڈیا نیشنل کانگرس اور

* تجاویز اگلے صفحہ پر

آل انڈیا مسلم لیگ نے مسترد کردیا۔ کانگرس کے مطابق صوبوں کو علیحدگی کا حق دے کر ملکی وحدت کو نقصان پہنچایا گیا ہے اس کے علاوہ نو کروڑ ریاستی عوام کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے لیگ کے خیال میں اس سے پاکستان کا قیام یقینی نہیں تھا۔ کرپس ناکام ہوکر واپس چلا گیا۔ ہندوستان میں کانگرس نے اپنی تحریک میں مزید زور پیدا کرنے کے لیئے "ہندوستان چھوڑ دو" تحریک شروع کی۔ حکومت نے کانگرس کے تمام سرکردہ رہنما گرفتار کر لیے۔ کانگرس بذاتِ خود ایک خلاف قانون جماعت قرار پائی گئی۔ ملک بھر میں ہنگامے شروع ہوگئے۔ ڈاکخانے جلا دیے گئے ریل کی پٹریاں اکھاڑ دی گئیں۔ تار کاٹ دیئے گئے۔ پولیس تھانوں کچہریوں اور دوسری سرکاری عمارتوں کو آگ لگادی گئی۔ چلتی ٹرینوں کو پٹڑیوں سے اتارا گیا۔ حکومت نے اس کا جواب نہایت سختی سے دیا۔ لاٹھی چارج، بید زنی کی سزا اور فائرنگ تو روزمرہ کی معمولات کا ایک حصہ بن گئیں ہندوستان میں حالات دن بدن خراب ہوتے گئے حکومت برطانیہ کی ایک بڑی حلیف امریکی حکومت ہندوستان کے ان حالات سے کافی پریشان تھی۔ جیسے ہی یورپ میں صورتحال

---

* کرپس تجاویز کے خاص خاص نکات یہ تھے:

۱۔ جنگ کے خاتمہ پر ہندوستان کو آزاد کردیا جائے گا اور اسے نوآبادیاتی درجہ حاصل ہوگا اور اس کا تعلق دولت برطانیہ اور دیگر نوآبادیات کے ساتھ برابری کے اصول پر رہے گا۔ داخلی اور خارجی امور میں اسے مکمل آزادی حاصل ہوگی۔

۲۔ جنگ کے فوری بعد ہندوستان میں ایک دستور ساز ادارہ قائم کیا جائے گا۔ جسے صوبائی اسمبلیاں متناسب نمائندگی کے طریقہ پر منتخب کریں گی۔ جن کا انتخاب جنگ کے فوراً بعد عام انتخابات کے ذریعہ کرایا جائے گا اور اس دستور ساز ادارہ میں ریاستوں کے نمائندے شامل ہوں گے۔

۳۔ دستور وفاقی نوعیت کا ہوگا اور صوبے اور ریاستیں وفاق میں شریک ہوں گی۔ اگر کوئی صوبہ یا ریاست وفاق میں شریک نہ ہونا چاہے تو وہ اپنی موجودہ حیثیت برقرار رکھ سکتا ہے۔ اس طرح الگ ہونے والے صوبے اور ریاستیں اگر چاہیں تو اپنا جداگانہ وفاق بنا سکتے ہیں۔

۴۔ جب تک نیا دستور تیار نہیں ہوتا، ہندوستان کے دفاع کی ذمہ داری برطانیہ کے کندھوں پر رہے گی۔

۵۔ یہ تجاویز تسلیم یا منظور کی جائیں گی یا مسترد، ان میں ترمیم و تغیر نہیں ہو سکتا۔

میں کچھ بہتری پیدا ہوئی۔ انہوں نے برطانوی حکومت پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ ہند کے مسئلے کا کچھ حل نکالو۔ لارڈ ویول وائسرائے ہند مئی ۱۹۴۵ء میں سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا کے ساتھ صلاح مشورے کے لیے لندن گئے۔ وہاں پر سیاسی راہنماؤں کی ایک گول میز کانفرنس کی طلبی پر اتفاق رائے ہو گیا۔ لارڈ ویول نے سر ونسٹن چرچل کی منظوری سے شملہ میں ہندوستان کے سیاسی لیڈروں کی ایک کانفرنس بلوائی۔ تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے ۱۵ / جون ۱۹۴۵ء کو کانگرس کے تمام رہنماؤں کو آزاد کر دیا گیا۔ کانفرنس ۲۵ / جون ۱۹۴۵ء سے شروع ہوئی۔[12]

کانفرنس کے شرکا میں آل انڈیا نیشنل کانگرس کے صدر آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر اور اقلیتوں کے نمائندے شامل تھے ان کے علاوہ کانگرس پارٹی کا لیڈر اور مسلم لیگ کے سنٹرل اسمبلی میں ڈپٹی لیڈر کانگرس اور لیگ کے کونسل آف سٹیٹ کے رہنما نیشنلسٹ پارٹی اور اسمبلی میں یورپین گروپ کے نمائندگان کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ دوسرے شرکا[13] میں صوبے کے وزرا اعلیٰ صاحبان شامل تھے۔ ہندو مہاسبھا نے اپنے آپ کو شریک کرانے کی بہت کوشش کی لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔[14]

کانفرنس کے انعقاد کے ساتھ ہی کانگرس اور لیگ کے اختلافات کھل کر سامنے آ گئے۔ دوسرے دن چند بنیادی تجاویز پر اتفاق رائے ہو گیا۔ لیکن وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے معاملہ پر اتفاق رائے نہ ہو سکا۔[15] قائد اعظم نے مطالبہ کیا کہ کانگریس صرف ہندو ممبروں کو ہی نامزد کرے۔ کیونکہ مسلمان ممبروں کو نامزد کرانے کا حق صرف مسلمانوں کی اکثریتی جماعت مسلم لیگ ہی کو ہے[16] کانگریس نے مسلم لیگ کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا۔ کانگریس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک بیان میں واضح کر دیا کہ کانگریس کو صرف ہندوؤں کی جماعت کہنا زیادتی ہے۔ کیونکہ یہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں کوئی امتیاز نہیں رکھنا چاہتی۔ ہاں جہاں تک مسلم لیگ کا تعلق ہے اس کی اپنی مرضی پر منحصر ہے کہ جس کو چاہے نامزد کرے۔[17]

قائد اعظم نے اس پر مزید فرمایا کہ کانگریس کی اس بات کو مان کر ہم خود کو بھی دھوکہ دیں گے اور مسلمان قوم کو بھی دھوکہ دیں گے۔ ہمارے لیے یہ ناممکن ہے کہ کانگریس کے آگے سر جھکا لیں[18]

اس طرح شملہ کانفرنس تو ناکام ہو گئی لیکن اس ناکامی کا اثر صوبہ سرحد کی مسلم لیگ پر بہت اچھا پڑا۔ چارسدہ کے محمد زمان ایڈووکیٹ نے قائد اعظم کو ایک خط میں لکھا کہ آپ کا تاریخی اور ناقابل فراموش کردار ہمارے لیے مشعل راہ بن گیا ہے۔ ہمارے صوبے کے مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں پشتون قوم کی ساری سیاست شملہ کانفرنس کی وجہ سے بدل گئی ہے۔ اب ان میں مسلم لیگ کے لیے ایک انقلاب

آ گیا ہے[19] صوبہ سرحد کے اس وقت کے گورنر سر جارج کننگھم نے وائسرائے ہند کے نام ایک خط میں واضح کیا کہ تعلیم یافتہ طبقہ اب پاکستان اور مسلم لیگ کی باتیں کر رہا ہے۔ عام لوگ اب پاکستان کی حمایت کر رہے ہیں۔ ہندوؤں سے نفرت دن بدن زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔[20] شملہ کانفرنس کی ناکامی سے دوسرے مسلمانوں کی طرح پیر صاحب محمد امین الحسنات کے ذہن میں بھی یہ بات بیٹھ گئی کہ ہندو مسلم اتحاد ناممکن ہے وہ یہ جان گئے کہ اب علمائے کرام کو قوم کی فلاح و بہبود کے لیے میدان عمل میں آ جانا چاہیے۔ وہ دل و جان سے قائد اعظم اور مسلم لیگ کے حامی بن گئے کیونکہ ان کے خیال میں مسلمانوں کے مفادات کی نگرانی صرف مسلم لیگ ہی کر سکتی تھی[21] انہوں نے کام کی ابتدا مانکی شریف میں علمائے کرام کا ایک اجتماع منعقد کرانے سے کی۔[22] اس اجتماع میں سینکڑوں جید علمائے کرام نے شرکت کی۔ صوفی میر احمد کے مطابق ہندوستان بھر سے تقریباً پانچ سو علما نے شرکت کی۔ ان میں قابل ذکر مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا شبیر احمد عثمانی، پیر جماعت علی شاہ، مولانا نعیم الدین مراد آبادی پیر صاحب آف تونسہ شریف، پیر صاحب آف کاربوغہ شریف پیر صاحب زکوڑی شریف مولانا بادشاہ گل اکوڑہ خٹک، فقیر عبدالواسع بنوں، مولانا حضرت گل آف دوسہرہ اور مولانا شائستہ گل (منتے مولانا صاحب) تھے[23] مسلسل کئی روز تک علمائے کرام مانکی شریف میں مشورے کرتے رہے۔ آخر میں وہ اس فیصلے پر پہنچ گئے کہ ہمیں ہندوؤں اور فرنگیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے خلوتوں اور کوٹھڑیوں کو چھوڑنا ہوگا۔ اب ہمیں امت مسلمہ کے بچاؤ کے لیے میدان میں آ جانا چاہیے۔ علما کو ایک متحدہ محاذ بنا لینا چاہیے تاکہ ایک جماعت بنا کر منظم طور سے اس میں کام شروع کریں۔ انہوں نے اس جماعت کا نام جمعیت الاصفیاء تجویز کیا۔[24]

پیر صاحب محمد امین الحسنات نے ۱۴ / اکتوبر ۱۹۴۵ء بوقت شب بمقام مانکی شریف اجتماع دینی زیر صدارت حضرت سجادہ نشین چورہ شریف میں ایک روح پرور خطاب فرمایا۔* انہوں نے اپنے خطاب میں علمائے کرام کے اتحاد و اتفاق پر زور دیا۔ انہوں نے اسلامی شریعت کے نفاذ کے راستے میں رکاوٹوں کا تفصیلی ذکر کیا اور انگریزی قانون کی مذمت فرمائی۔ پیر صاحب نے بطور خاص صوبہ سرحد کی کانگریسی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ مسلم لیگ کی حکومت پر بھی نکتہ چینی کی اور کہا کہ مسلم لیگ والے بھی مسلمانوں کے نمائندے بن کر کامیاب ہوئے ہیں۔ لیکن آج تک انہوں نے اسلامی شریعت کے مطابق کوئی کام نہیں کیا۔ نیز زبانی پاکستان کے نعرے لگا لگا کر مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرتے رہے مگر سرحد اسمبلی میں جب خان بہادر سعد اللہ خان

---

* ضمیمہ نمبر۔ ۱

نے پاکستان کی تجویز پیش کی تو اسی مسلم لیگی اورنگ زیب نے صرف اجیت سنگھ کی ناراضگی کی وجہ سے یہ تجویز ملتوی کر دی۔ اور یہ اس میں شک نہیں کہ موجودہ وقت میں نسبتاً مسلم لیگ مسلمانوں کے مفاد کی جماعت ہے اور پاکستان مسلمانوں کا نصب العین ہے مگر پاکستان مذہبی پاکستان ہونا چاہیے۔ اگر مذہبی پاکستان نہ ہو تو ہندوستان اور پاکستان میں ہمیں کوئی فرق نظر نہیں آتا" ۲۵ انہوں نے اپنے خطاب میں علمائے دین کے سیاسی میدان میں آنے پر بھی روشنی ڈالی اور آخر میں کہا کہ "اگر آپ حضرات نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ انتخابات میں علمائے دین کو حصہ لینا چاہیئے اور یہ کہ کس جماعت کے ساتھ شرکت کی جائے اور آیا علمائے دین میں سے کس کو کامیاب کرانا ضروری ہے یا نہیں یا غیر جانبدار رہنا چاہیئے تو میں ہر طرح سے ہر امداد دینے کا وعدہ کرتا ہوں اور ہر طرح سے آپ حضرات کے فیصلہ پر عمل کرنا فخر سمجھوں گا۔ بہر حال اب وقت ہے کہ علمائے دین اس نازک صورتحال کے پیش نظر دین اسلامی کی بقا اور نگہبانی کے لیے کوئی عملی اقدام کر کے سچے وارث انبیاءؑ بنیں"۔ ۲۶

پیر صاحب کے اس خطاب کے بعد جمعیت الاصفیا کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ اس جمعیت کے بنانے سے پیر صاحب کے کوئی ذاتی اغراض و مقاصد نہیں تھے۔ انہوں نے خود اس بات کی تصدیق فرمائی کہ "میں اس جمعیت الاصفیاءؑ میں کسی قسم کے اعزاز یعنی صدارت یا نظامت یا خزانچی یا دیگر کسی عہدہ کو قبول نہیں کروں گا۔ البتہ مجلس عاملہ کی ممبری کے لیے اگر آپ حضرات نے موزوں خیال کیا تو بہت خوشی سے قبول کر کے ہر حکم کے لیے حاضر اور ہر قسم کی خدمت کے لیے تیار ہوں اور کروں گا۔ ۲۷ انہوں نے خود بھی ایک عہدنامے پہ دستخط کیئے اور جملہ ممبران نے بھی اس قسم کے عہد ناموں پر دستخط کیئے۔ اس عہد نامے میں انہوں نے اس بات کا اعادہ کیا کہ "جمعیت الاصفیا کی ہر شرعی امر میں امداد کروں گا۔ اور صدقِ دل سے اس جمعیت کی ترقی کے لیے جو دراصل دین اسلام کی ترقی ہے، ہر قسم کی جانی و مالی قربانی کرنے سے دریغ نہ کروں گا اور جب تک اس جمعیت میں شرعی نقص واقع نہ ہو میں اس کا خاص ممبر رہوں گا اور جمعیت کے ہر مطابق شرح پاس کردہ امر کو ماننا اور عملاً کرنا اپنا فرض سمجھوں گا" ۲۸

وہاں پر موجود علمائے کرام نے پیر صاحب محمد امین الحسنات کو جمعیت الاصفیار کا صدر بننے پہ مجبور کیا۔ ان کی نظر میں پیر صاحب سے زیادہ موزوں کوئی دوسری شخصیت اس نیک فریضہ کو انجام دینے کے لیے ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ وہ ایک نڈر بے باک اور بے غرض رہنما تھے۔ ہر وہ بات جس کو کوئی دوسرا کہتے

٭ ضمیمہ نمبر ۲

شرم اور جھجک محسوس کرتا، پیر صاحب بانگ دہل کہہ سکتے تھے۔ پیر صاحب نے اس موقعہ پر جمعیت الاصفیا کی ہیت ترکیبی کا اعلان بھی کر دیا۔ جس کے مطابق جمعیت الاصفیائ کے ایک صدر اعظم ہوں گے۔ جو کہ صرف ایک سال تک کام کر سکیں گے۔ سال کے بعد وہ صدارت عظمیٰ پر برقرار نہ رہ سکیں گے۔ چاہے انہوں نے اچھا کام ہی کیوں نہ کیا ہو تاکہ اوروں کو بھی خیالات ظاہر کرنے کے مواقع مل سکیں پیر صاحب نے دیگر حضرات کے نظریات کا خیال کرتے ہوئے تجویز فرمایا کہ ایک سال چشتی حضرات میں سے ایک سال نقشبندی حضرات میں سے اور ایک سال قادری حضرات میں سے صدر اعظم منتخب کیا جائے گا۔ صدر اعظم مجلس عاملہ کی کثرت رائے سے منتخب کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک نائب صدر اور ایک ناظم ہوگا ہر صوبہ کے تین نائب ہوں گے۔ جو عموماً علماء کرام ہوں گے۔ نیز ایک خزانچی بھی ان صاحبان کی کثرت رائے سے منتخب کیا جانا تھا۔ ۲۹۔ اس مذہبی اجتماع کے خاتمے پر تقریباً ڈھائی سَو علماءُ نے جمعیت الاصفیاء کی رکنیت قبول کر لی۔ ۳۰۔

پیر صاحب نے اپنے خطبہ میں پہلے ہی سے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت کرنے والی جماعت مسلم لیگ ہی ہے تو ہم انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کریں گے بشرطیکہ :

۱۔ مسلم لیگ جماعت کی سیاست مذہب اسلام کے رنگ میں ہوگی۔ یعنی مسلم لیگ کی سیاست ہر گز مذہب اسلام سے علیحدہ نہ ہو۔ ہمیشہ مسلم لیگ کی سیاست کو مذہب کے ماتحت چلایا جائے گا۔

۲۔ یہ کہ ہر قسم کے قوانین ہرگز پاس نہ کئے جائیں گے جن کی مذہب اسلام سے مخالفت ہو۔

۳۔ ہر قانون اسمبلی میں پیش ہونے سے ایک ماہ قبل اس جمعیت کے صدر کو تحریر کرے گی جب اس جمعیت کے صدر صاحب مجلس عاملہ کی منظوری سے دستخط کر دیں تب ہم پیش کریں گے۔

۴۔ ہر ایک صوبہ کی اسمبلی میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر اس جمعیت کے حسب منشا دو عالم دین لیجسلیٹو اسمبلی کی ممبری میں کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے۔ ان کے تعین حلقہ نیابت اختیارات جمعیت ہذا کو ہوگا جہاں وہ منتخب کرنا چاہے تاکہ اسمبلی میں مذہبی اصولوں کے تبادلہ اور مذہبی حقوق کی حفاظت کرے۔

۵۔ یہ کہ اپوزیشن لیڈر یا فرداً کسی ممبر نے ایسا ہی تجویز پیش کر دیا جو خلاف شرع شریف ہو اور اسمبلی میں کسی عالم نے اعتراض کیا تو مسلم لیگ پارٹی اس کی مخالفت کر کے بل کو ملتوی رکھے گی۔ تاکہ یہ جمعیت اس پر غور کرے۔ غور کرنے کے بعد جو تجاویز یہ جمعیت پاس کرنے سے مذہبی دلائل کی رو نا جائز

٭ ضمیمہ نمبر ۳

قرار دیں تو مسلم لیگ پارٹی تجویز پیش شدہ کے سخت مخالفت کرے گی۔

۶۔ مسلم لیگ کا پاکستان صرف مذہبی پاکستان ہوگا۔ جب ہمیں حصول پاکستان میں کامیابی ہو جاوے تو ہم شرعی قانون کے ماتحت حکومت چلائیں گے۔

۷۔ قوانین (الف)، (ب)، (ج)، (د) مسلم لیگ ممبران کے کامیاب ہونے کے بعد پیش کر کے اس کے منفاد کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔[۳۱]

اس کے ساتھ ساتھ پیر صاحب نے یکم نومبر ۱۹۴۵ء کو مسلم لیگ کے کل امیدوار ممبران و پراونشل لیجسلیٹو اسمبلی صوبہ سرحد سے ذیل کی شرائط چاہیں :

۱۔ یہ کہ مسلم لیگ اسمبلی سرحد میں کوئی خلاف شرع قانون نہ بنائے گی۔ نہ بنانے کی اجازت دے گی۔

۲۔ ہر ایک وہ قانون یا تجویز جو شریعت اسلامیہ پر اثر انداز ہو سکے اور مسلم لیگ پارٹی اس کو اسمبلی میں پیش کرنا چاہے وہ ایک ماہ قبل جمعیت الاصفیاء کے صدر کو برائے شرعی تحقیق حوالہ کرے گی۔ اگر مجلس عاملہ نے وہ شرعی دلائل سے ناجائز قرار دیا تو مسلم لیگ ممبران اس قانون یا تجویز کو پیش یا پاس نہ کرائیں گے

۳۔ مسلم لیگ ممبران کو جب ایجنڈا سے معلوم ہو جائے کہ فریق مخالف اس قسم کا قانون یا تجویز جو شریعت اسلام پر اثر انداز ہو سکے۔ پیش کرنا چاہتا ہے تو اس کی پوری تفصیل سے جمعیت الاصفیاء کو مسلم لیگ پارٹی تحریراً مطلع کر کے اس قانون میں جمعیت الاصفیاء کی شرعی نقطۂ نگاہ مسلم لیگ ممبران کی رہنمائی کریں گے۔

۴۔ مسلم لیگ ممبران جمعیت الاصفیاء کے ہر مذہبی مطالبہ کو اسمبلی میں پیش کر کے اس کے پاس کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔[۳۲]

اب جب کہ پیر صاحب عملی سیاست میں آ گئے تھے، انہوں نے مناسب سمجھا کہ اس ساری کارروائی کی اطلاع قائداعظم محمد علی جناح کو بھی دے دیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے قائداعظم کے نام ایک خط میں لکھا کہ ہم نے یہ شرائط صرف پاکستان کے نظریہ کو منظر رکھتے ہوئے مانگی ہیں۔ آپ محسوس کریں گے۔ کہ یہ قدم اسلام اور مسلم لیگ کی بہتری کے لیے اٹھایا گیا ہے کیونکہ اس صوبے کے خاص حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں کو خاص چیز بھی دکھلانا مقصود ہے۔ انہوں نے قائداعظم کو یقین دلایا کہ "یہ جمعیت دوسری پارٹیوں کی طرح روپیہ نشستیں یا اور کوئی عزت وغیرہ کی متلاشی نہیں اور نہ ہی اس جمعیت کو کوئی رقم وغیرہ کی برائے الیکشن ضرورت ہے یہ جمعیت ان لوگوں کی ہے جن کے بزرگوں نے اسلام کی خاطر اپنا مال و جان قربان کرنے میں دریغ نہیں کیا اور اپنے جانشینوں میں اتنا اسلامی جذبہ چھوڑا ہے کہ اللہ کے راستہ میں ملت کی بہتری کے لیے بغیر کسی طمع کے ہر ایک قربانی کے لیے تیار ہیں۔ خدا کے فضل سے ہم میں سے ہر ایک ان

ایشیا کا مالک ہے جو زندگی کو بہتر اور آرام سے گزارنے کے قابل ہے۔ مگر اسلام اور ملت کی بہتری سے لیے ہم ہر آرام کو چھوڑ کر میدان میں نکلے ہیں۔[۳۳]

قائداعظم محمد علی جناح کو یہ سن کر بے حد خوشی ہوئی کہ صوبہ سرحد کے سجادہ نشینان و علماء کرام حضرات نے پیر صاحب کی قیادت میں مسلم لیگ کے شانہ بشانہ اُمتِ مسلمہ کی فلاح کے لیے کام شروع کر دیا ہے۔ انہوں نے اپنی خوشی کا اظہار اپنے اس تفصیلی* خط میں کیا جو انہوں نے ۱۸ نومبر ۱۹۴۵ء کو پیر صاحب امین الحسنات کے نام بھیجا۔ قائداعظم نے فرمایا کہ اس نازک موقع پر ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ پارٹی کے نامزد امیدواروں کا ساتھ دے اور حصول پاکستان کی راہ ہموار کرے۔ کیونکہ عالمی اقوام کی نگاہیں مسلم انڈیا پہ مرکوز ہیں جس میں صوبہ سرحد کو تیز کرنے کی حیثیت حاصل ہے۔ قائداعظم نے مزید فرمایا کہ آپ کی جمعیت ان اکابرین کی ہے جن کے آباؤ اجداد نے جان و مال کے ساتھ اسلام کی خدمت کی۔ آپ کا اس موقعہ پر آگے آنا اور مسلم لیگ کی حمایت کرنا ایک اعلیٰ کام ہے مجھے اس سے بہت حوصلہ افزائی ہوئی ہے کہ آپ بغیر کسی لالچ و طمع کے اسلام اور ملت کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ ان چند نکات کا جن کا آپ نے ذکر فرمایا ہے کے متعلق میں یہ عرض کر دوں کہ جب پاکستان معرض وجود میں آئے گا تو مسلم لیگ پارٹی اس کے لیے آئین نہیں بنائے گی بلکہ پاکستان کے عوام ہی وہ کام سرانجام دیں گے اور عوام کے متعلق آپ کو پتہ ہی ہے کہ ۷۵ فیصدی مسلمان ہیں تو آپ کے علم میں یہ ہونا چاہیے کہ اسلام کے منافی اور شریعت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔[۳۴] قائداعظم نے اپنے اسی خط میں پیر صاحب کو آگاہ کیا کہ فرنٹیر کانفرنس منعقدہ پشاور مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء کو ان سے ملاقات کی خواہش رکھتے ہیں۔

پیر صاحب امین الحسنات کی قائم کردہ جمعیت الاصفیاء کا بہت سے لوگوں نے خیر مقدم کیا پیر صاحب کو اس سلسلے میں ہندوستان بھر سے بے شمار خطوط موصول ہوئے جن میں ان سے استدعا کی گئی تھی کہ وہ اپنے نمائندوں کو ان کے علاقوں میں بھیج دیں۔ اور ساتھ ہی ان سے درخواست کی کہ اغراض و مقاصد کی کاپیاں بھی بھیجیں تاکہ لوگوں کو اس کی ہمہ گیریت کا پتہ چل سکے۔ جناب مولانا شائستہ گل صاحب کو اس کام کے لیے مخصوص کر دیا گیا کہ وہ جمعیت الاصفیاء کے عہد نامے لے کر ہر ممکن جگہ تک پہنچ سکیں[۳۵]

پیر صاحب محمد امین الحسنات صدر جمعیت الاصفیاء نے فیصلہ کیا کہ انتخابات میں مسلم لیگ کے منتخب کردہ نمائندگان کی حمایت کریں گے۔ انہوں نے ایک اعلان جاری کیا جس کی رُو سے ہر مسلمان پر

---

* خط کے مکمل متن کے لیے دیکھیے ضمیر نمبر ۴

حوالہ جات

۱۔ عبدالحلیم اثر افغانی،
<u>روحانی رابطہ او روحانی ترڅون رپشتو</u>
(مالاکنڈ: دارالاشاعت باجوڑ ت ن) ص ص: ۱۰۷ - ۹۰۷

۲۔ اعجاز الحق قدوسی،
<u>تذکرہ صوفیائے سرحد</u>
(لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۶ء) ص ص: ۵۸۹ - ۵۸۸

۳۔ Sharif ud Din Pirzada,
Foundations of Pakistan-II
(Karachi: National Publishing House, 1970) p. 337.

۴ *Pakistan and Muslim India*
(Bombay: Home Study Circle, 1942), p. 58.

۵ F.K. Khan Durrani,
The Meaning of Pakistan
(Lahore: Shaikh Muhammad Ashraf, 1944), p. 158

۶۔ انٹرویو صوفی میر احمد ۔ ۷ ۱۹۸ء - ۱ - ۲۷ مانکی شریف

۷۔ جنگ عظیم دوئم کے دوران ۱۹۴۲ء کے اوائل میں جاپان کی کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے حکومت برطانیہ نے کانگریس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے وزارت جنگ کے ایک نمایاں ممبر

لازم تھا کہ انتخابات کے دوران ایک علیحدہ اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کی بھرپور حمایت کرے اور اس کے بننے کے لیے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرے۔ انہوں نے اپنے اس دعوے کی بنیاد قرآن شریف کی چند آیات پر رکھی جن کی رو سے مسلمان کا ساتھ دینا جائز اور غیر مسلم کا ساتھ دینا ناجائز قرار دیا گیا۔ انہوں نے مسلمان ووٹروں سے اپیل کی کہ کہیں وہ اپنے ایک ووٹ کو کم قیمتی سمجھتے ہوئے ضائع نہ کریں کیونکہ ان کے ایک ایک ووٹ کے ساتھ ہی دس کروڑ مسلمانانِ ہند کا مستقبل وابستہ ہے [۲۶] آگے چل کر پیر صاحب کی زندگی تحریک پاکستان کے لیے وقف ہو گئی۔ اگرچہ ان کی جمعیت الاصفیاء پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کے بعد بھی قائم رہی لیکن پیر صاحب کی نظر میں اس کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ گئی تھی۔ اب پیر صاحب کی تمام تر توجہ تحریک پاکستان پر مرکوز ہو گئی تھی۔

بی جی خیر، خضر حیات ٹوانہ، لیاقت علی خان، گووند لال، شولال، موتی لال، خواجہ ناظم الدین، پنڈت گووند بلبھ پنت، مہاراجہ آف پرلاکی میڈی بی راج گوپال اچاریہ، سر ہنری رچرڈسن، سر سعد اللہ، بھاؤ شیوراج، پنڈت آر ایس شکلا، کرشن سہنا اور ماسٹر تارا سنگھ شامل تھے۔ سیکرٹریوں میں سر ایوان جنکنز اور وی پی مینن شامل تھے۔ گاندھی نے شملہ کانفرنس میں شمولیت اس بنا پر نہیں کی کہ وہ اس وقت کانگرس کے ممبر نہیں تھے تاہم وہ صلاح و مشورے کے لیے شملہ میں موجود تھے۔

Azad, *op. cit.*, p. 108 ۱۴-

Ibid., pp. 109-110 ۱۵-

Khalid bin Sayeed, ۱۶-
Pakistan: The Formative Phase
(Karachi: Oxford University Press, 1978), p. 129.

Azad, *op. cit.*, p. 110 ۱۷-

Quaid-i-Azam Jinnah quoted in Jamil-ud-Din Ahmad, ۱۸-
Historic Documents of the Freedom Movement
(Lahore: Publishers United, nd), p. 491

Wiqar, *op. cit.*, p. 147 ۱۹-

Sir George Cunningham to Lord Viscount Wavell, 9 October, 1945 ۲۰-
The Transfer of Power (Herein after *TP*) VI, pp. 318-319.

Wiqar, *op. cit.*, p. 174 ۲۱-

Erland Jansson, ۲۲-
India, Pakistan or Pakhtunistan?
(Stockholm: Almqvist and Wiksell International, 1981), p. 166

۲۳۔ صوفی میر احمد

غازی پیر

(پشاور: جدون پرنٹنگ پریس ۱۹۸۷ء) ص: ۱۳۵

سر سٹیفورڈ کرپس کو چند تجاویز کے ساتھ ہندوستان بھیجا۔ کانگرس نے وہ تجاویز مسترد کر دیں، انہوں نے موقع کی مناسبت سے ایک اور تحریک شروع کر دی۔ کانگرس کی ورکنگ کمیٹی منعقدہ بمبئی اگست ۱۹۴۲ء میں انہوں نے برطانیہ سے ہندوستان چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا۔ ان کے مطالبات کو نہ ماننے کی صورت میں انہوں نے گاندھی کی زیر نگرانی ملک گیر پیمانے پر تحریک چلانے کی دھمکی دے دی۔ حکومت نے اس کا جواب ۹ اگست ۱۹۴۲ء کو کانگرس ورکنگ کمیٹی کے سارے اراکین کی گرفتاری کی شکل میں دیا۔ کانگرس پارٹی کو غیر قانونی قرار دے دیا گیا۔ ملک گیر پیمانے پر ہنگامے ہوئے۔ جس کا نتیجہ تقریباً ایک ہزار افراد کے مارے جانے اور ۶۰ ہزار سے زیادہ کی گرفتاری پر نکلا۔

فارغ بخاری،

باچا خان

(پشاور، نیا مکتبہ، ت ن) ص ص: ۲۱۷-۲۱۶

۸- Makhdumzada Syed Hassan Mahmud,
A Nation is Born
(Lahore: Feroz printing works, 1958), p. 451.

۹- Sayed Wiqar Ali Shah,
The Muslim League in the North West Frontier Province (1936-1947)
(Peshawar University:
Unpublished M. Phil Thesis, 1986), p. 174.

۱۰- *Ibid.*

۱۱- Abul Kalam Azad,
India Wins Freedom
(Bombay: Orient Longmans, 1964), p. 101.

۱۲- Wiqar, *op. cit., p.* 144

۱۳۔ شرکائے شملہ کانفرنس درج ذیل ہیں:

فیلڈ مارشل وِس کاؤنٹ ویول وائسرائے ہند چیئرمین تھے ان کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر آرا پی بنیرجی، بھولا بھائی ڈیسائی، غلام حسین ہدایت اللہ، حسین امام محمد علی جناح، ڈاکٹر خان صاحب

تحریک پاکستان اور پیر صاحب

حصہ اوّل

پیر صاحب کی جمعیت الاصفیأ نے پاکستان کے قیام کے لیے مسلم لیگ کے ساتھ تگ و دو شروع کر دی۔ جمعیت نے متفقہ فیصلہ کیا کہ آنے والے انتخابات میں وہ مسلم لیگ کے نامزد کردہ امیدواروں کو ووٹ دیں گے۔ علماء کرام مال و جان کی پرواہ کئے بغیر میدانِ عمل میں آ گئے۔ اس اثنا میں مرکز کی طرف سے قائدِ اعظم محمد علی جناح صدر مسلم لیگ کے دورہ پشاور کا اعلان ہوا۔ قائدِ اعظم کا یہ سرحد کا دوسرا دورہ تھا۔ اس سے پہلے وہ اکتوبر ۱۹۳۶ء میں پشاور کا دورہ کر چکے تھے۔ لیکن اس وقت مسلم لیگ زیادہ فعال نہیں تھی اسلئے قائدِ اعظم سرحد کے اس دورے سے کچھ زیادہ خوش نہیں گئے تھے۔۱۔ مگر اس دفعہ تقریباً ۹ سال بعد قائدِ اعظم دل میں زیادہ امیدیں لے کر صوبہ سرحد کا دورہ کر رہے تھے۔ لوگ کانگریس وزارت اور ان کی پالیسوں کو آزما چکے تھے۔ اب لوگ ہندو ذہنیت سے پوری طرح آگاہ ہو چکے تھے۔ ان کے لیے اب اکھنڈ ہندوستان میں رہنا ناممکن تھا۔ عام لوگوں کی نظریں اب ایک علیحدہ اسلامی مملکت کے قیام کے لیے مسلم لیگ کی طرف اٹھ رہیں تھیں۔ لیکن اس وقت صوبائی لیگ انتہائی نازک دور سے گزر رہی تھی۔ ان کو ایک نڈر، بے باک اور بے غرض رہنما کی ضرورت تھی جو صحیح طور پر مسلمانان صوبہ سرحد کی رہنمائی کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم المرتبت شخص ان کو پیر صاحب محمد امین الحسنات کی صورت میں دیا، جن میں تمام صفات اعلیٰ موجود تھیں اور ان کی شخصیت ہی اس نازک صورتِ حال میں مسلم فرنٹیئر کو ہندوؤں کی عیاریوں سے بچا سکتی تھی۔

۲۴۔ صوفی میر احمد، انٹرویو۔ بحوالہ سابقہ

۲۵۔ متن پیر صاحب مانکی شریف ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء
(جمعیت اصفیا (مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ عہد نامہ پیر صاحب مانکی شریف، جمعیت اصفیا
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۲۸۔ حلف نامہ پیر صاحب مانکی شریف، جمعیت اصفیا
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۲۹۔ جمعیت اصفیا (مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۳۰۔ ایضاً

۳۱۔ ایضاً

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ پیر صاحب مانکی شریف بنام قائد اعظم محمد علی جناح۔ ت ن
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۳۴۔ Quaid-i-Azam Jinnah to Pir of Manki Sharif, 18 November 1945.
(Manki Sharif Personal Collections)

۳۵۔ خطوط میر یوسف حسن کلکتہ، محمد حسین نظامی لاہور وغیرہ بنام پیر صاحب
(جمعیت اصفیا (مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۳۶۔ متن بیانیہ پیر صاحب مانکی شریف (ت ن)
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

قائدِ اعظم کا دوسرا دورۂ سرحد

قائدِ اعظم محمد علی جناح کا یہ دوسرا دورۂ صوبہ سرحد مسلم لیگ کانفرنس منعقدہ پشاور کے سلسلے میں تھا۔ ۱۹ر نومبر ۱۹۴۵ء کو پیر کے دن شام چار بجے قائدِ اعظمؒ بذریعہ طیارہ پشاور پہنچے۔ ہوائی اڈے پر ان کے استقبال کے لیے ممتاز مسلم لیگی رہنما ثمین جان خان۔ اللہ بخش یوسفی، رحیم بخش غزنوی، خان بہادر سعد اللہ خان، خان بہادر قلی خان، سردار اورنگ زیب خان، سردار عبدالرب نشتر، حاجی کرم الٰہی، فدا محمد خان، فیض محمد خان، ملک شاد محمد خان کے علاوہ چند اور بڑے لیڈر بمعہ نیشنل گارڈز موجود تھے [۲] ان کے قیام و طعام کا بندوبست خان بہادر محمد حسن خان کے گھر واقع (نشتر آباد) پشاور شہر میں کیا گیا تھا۔ قائدِ اعظم نے کچھ دیر آرام کیا، اس کے بعد ایک میٹنگ بلوائی گئی جس میں پیر صاحب مانکی شریف ثمین جان خان، خان عبدالقیوم خان، سردار اورنگ زیب خان، سردار عبدالرب نشتر، بخت جمال خان، محمد علی خان، تاج علی خان اور دوسرے زعماء نے شرکت کی۔ اجلاس میں سب سے اہم مسئلہ جو زیرِ غور آیا وہ امیدواروں کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دینا تھا۔ سینکڑوں امیدوار تھے۔ جو سب کے سب ٹکٹ چاہتے تھے۔ آخر میں قائدِ اعظم نے صورتِ حال کی نزاکت دیکھتے ہوئے فرمایا کہ ایک ایک حلقے کے لیے مسلم لیگ کے کئی امیدوار ہیں ٹکٹ تو ظاہر ہے ایک آدمی کو ملے گا۔ وفاداری کا تقاضا ہے کہ جسے ٹکٹ نہ ملے وہ بھی قوم و ملک کی خدمت کے لیے مسلم لیگ کی پوری حمایت جاری رکھے۔ [۳] ۲۰ر نومبر ۱۹۴۵ء کو قائدِ اعظم نے پیر صاحب مانکی شریف کے نام پشاور سے ایک خط لکھا جس میں انہوں نے پیر صاحب کو اپنے باقی پروگرام کے علاوہ دورۂ مانکی شریف کے متعلق بھی اطلاع دی۔ قائدِ اعظم نے ۲۴ر نومبر کو مردان جانا تھا۔ انہوں نے پیر صاحب کو بتایا کہ دوپہر کے کھانے پر مردان میں مدعو ہیں۔ ان کا ارادہ پشاور سے دن کے گیارہ بجے روانہ ہونے کا ہے۔ درمیان میں وہ کچھ دیر کے لیے مانکی شریف آنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا دن کے ساڑھے گیارہ اور بارہ بجے کے قریب وہ مانکی شریف میں پیر صاحب سے ملاقات کریں گے۔ [۴]

پشاور میں ۲۴ر نومبر ۱۹۴۵ء کی صبح قائدِ اعظم کے اعزاز میں ایک عظیم الشان جلوس نکالا گیا۔ جلوس میں دور دراز سے آئے ہوئے ہزاروں لوگوں نے شرکت کی۔ مسلم لیگ کانفرنس کا اہتمام شاہی باغ پشاور میں کیا گیا تھا۔ بڑے دروازے پر مسلم لیگ کا سبز ہلالی پرچم لہرا دیا گیا تھا۔ کانفرنس کی صدارت نواب صدیق علی خان کو سونپی گئی۔ [۵] کانفرنس میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اہم رہنما مثلاً نواب شاہنواز خان آف ممدوٹ سردار شوکت حیات خان اور میاں افتخار الدین وغیرہ بھی شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کانگریس کے ارادوں کو طشت از بام کیا اور مسلمانوں کو خبردار کیا کہ وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ وقت گذر جانے کے بعد ان کے پاس پچھتاوے کے پلے آنسو بھی نہ رہیں۔ [۶]

قائدِ اعظم نے اس موقع پر ایک مکمل اور جامع تقریر کی۔ انہوں نے تفصیلاً اپنے پہلے دورہ سرحد کا ذکر کیا جب کوئی ان کا پرسانِ حال بھی نہیں تھا اور آج وہ ہزاروں لوگوں کو اپنے سامنے دیکھ رہے تھے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ ان کے خیال میں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ کانگرس کا طلسم ٹوٹ چکا تھا اور سرحد کے مسلمان بیدار ہو چکے تھے۔ اپنے برے بھلے کو پہچان سکتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں بیک وقت دو مخالف قوتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ نہ تو انگریز ہمارے ہمدرد ہیں اور نہ ہندو ہمارے دوست ہیں۔ ہمارے ذہن میں یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ ہمیں ان دونوں کے خلاف لڑنا ہوگا۔ انہوں نے شملہ کانفرنس کی ناکامی کا بھی تفصیلاً ذکر کیا اور کہا کہ ہمارا سب سے بڑا مطالبہ پاکستان کا تھا اور ہے۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ ہم یہ انتخابات وزارتوں کے لیے نہیں بلکہ پاکستان کے لیے لڑ رہے ہیں۔ آخر میں انہوں نے وزارتوں کے لیے کشمکش کرنے والوں کو خبردار کیا کہ وہ خدا کے لیے سازشوں اور تنگ نظری سے باز آ جائیں۔ مسلم لیگ کا مقصد وزارت سازی سے بالاتر ہے۔ ہمیں دس کروڑ مسلمانوں کو غیروں کی غلامی سے چھڑانے کا مقدس فریضہ سرانجام دینا ہے۔ اگر اس میں آپ ناکام ہوئے تو نہ صرف دس کروڑ مسلمانوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائیں گے بلکہ وزیرِ اعلیٰ بننے کے لیے بھی زندہ نہیں رہیں گے۔ [۷]

اس کانفرنس کے انعقاد نے مسلم لیگ صوبہ سرحد کی سیاست پر خاصا اچھا اثر ڈالا۔ لوگ جوق در جوق مسلم لیگ میں شامل ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ہزارہ سے سرحد کابینہ کے رکن خان محمد عباس خان نے بھی لیگ میں شرکت کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔ [۸] قائدِ اعظم کی تقریر سے اندازِ فکر بدلنے لگے۔ لوگ یہ دیکھ رہے تھے کہ اب کانگریس کے علاوہ مسلم لیگ ہی صوبہ سرحد میں ہر دلعزیز جماعت بن رہی ہے۔ [۹]

قائدِ اعظم کا دورہ مانکی شریف

۲۴ر نومبر ۱۹۴۵ء کو قائدِ اعظم پشاور سے موٹروں کے جلوس کی شکل میں روانہ ہوئے۔ انتخابات کا زمانہ تھا اور لوگ ٹکٹ کے لیے بے تاب تھے میاں مشرف شاہ اور میر اسلم خان خٹک نے لوگوں کو استقبال کے لیے دورویہ کھڑا کیا تھا۔ سارے صوبے سے لوگ عموماً اور پیر صاحب مانکی شریف کے مرید خصوصاً جوق در جوق استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ نوشہرہ سے مانکی شریف تک تقریباً چھ میل لمبے راستے پر لوگ سبز جھنڈیاں ہاتھ میں لیے کھڑے تھے۔ سڑک پر آرائشی دروازے بنائے گئے تھے۔ لوگوں کی زبان پر نعرۂ تکبیر، قائدِ اعظم زندہ باد۔ پیر صاحب مانکی شریف زندہ باد اور پاکستان زندہ باد کے نعرے تھے۔ [۱۰] قائدِ اعظم نے اس

موقعہ پر سردار عبدالرب نشتر کو جو ان کے ساتھ موٹر میں بیٹھے ہوئے تھے، مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ نشتر معلوم نہیں میری زندگی میں پاکستان قائم ہوگا یا نہیں لیکن پاکستان کا مطالبہ لوگوں کے دلوں میں اس طرح نقش ہو گیا ہے کہ اسے اب کوئی نہیں نکال سکتا۔ آج نہیں تو پانچ برس بعد، پانچ نہیں تو دس برس بعد لیکن ایک دن مسلمان قوم ضرور پاکستان حاصل کرے گی۔ اس لیے اب اگر میں مر بھی جاؤں تو اطمینان سے مروں گا۔"[۱۱]

گیارہ بجکر پنتالیس منٹ پر قائداعظم مانکی شریف پہنچے، صوفیائے عظام اور مشائخ کرام نے قائداعظم کا استقبال کیا۔ قائداعظم کے تشریف فرما ہونے کے بعد میاں عبدالکریم نے سپاسنامہ پیش کیا۔ اس سپاسنامے میں قائداعظم کی برصغیر کے مسلمانوں کے لیے خدمات کو سراہا گیا تھا۔ لوگوں کے ایما پر سپاسنامے میں ہی قائداعظم سے یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ اگر پاکستان بن گیا تو آئین کیا ہوگا؟

سپاسنامے کے ختم ہونے پر قائداعظم نے کھڑے ہو کر اُردو میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

"علمائے کرام، پیران عظام و مشائخ حضرات! آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے بڑی گرمجوشی سے میرا استقبال کیا۔ اور پاکستان کے حصول کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کا وعدہ کیا۔ میں آپ کے جذبات کا انتہائی احترام کرتا ہوں کہ آپ نے سپاسنامے میں مجھ سے پوچھا ہے کہ پاکستان میں کون سا قانون ہوگا۔ مجھے آپ کے اس سوال پر بہت سخت افسوس ہے کہ آپ مجھ سے دریافت کر رہے ہیں کہ پاکستان میں کون سا قانون ہوگا؟ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کا ایک خدا، ایک رسول اور ایک قرآن ہے یہی قرآن مسلمانوں کا قانون ہے۔ جو آج سے تیرہ سو سال پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہمیں ملا ہے۔ یہی قرآن ہمارا قانون ہے اور بس۔

آپ لوگ آنے والے انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں تاکہ ہمیں اپنی منزل کی طرف بڑھنے میں آسانی ہو۔ جہاں تک قانون سازی کا تعلق ہے میں آپ پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلمان کا خدا ایک ہے رسول ایک ہے، قرآن ایک ہے مذہب ایک ہے۔ قرآن ہمارے لیے ایک جامع قانون کی صورت میں موجود ہے۔ اس کی روشنی میں قانون ساز اداروں کے رکن آپ کے اپنے منتخب نمائندے ہی ہوں گے۔ یہ مسلمان ہوں گے لہٰذا آپ کے مسلمان نمائندے، کوئی دوسرا قانون جو اسلام کے خلاف ہوگا، کس طرح بنا سکیں گے۔ وہ کبھی ایسا نہ کریں گے اور مجھے یہ اُمید ہے کہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کوئی ایسا قانون پاس نہیں کرے گی جو اسلام کے خلاف ہو۔ آخر قوم اپنے منتخب نمائندوں سے باز پرس بھی تو کر سکے گی۔ لہٰذا اگر آپ مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ پاکستان میں کون سا قانون ہوگا تو اس کا جواب صاف ہے کہ پاکستان کا کوئی قانون اسلام کے خلاف نہیں ہوگا۔ اسلام پاکستان کے قانون کی بنیاد ہوگا۔ کیونکہ ہم اس وقت

ہندوؤں سے جو جنگ لڑ رہے ہیں اس کی بنیاد بھی اسلام ہے۔ ہم پاکستان کے حصول کے لیے جدوجہد اسلام ہی کی ترقی کے لیے کر رہے ہیں۔ پاکستان کے حصول کی جنگ ہم اسی لیے لڑ رہے ہیں کہ مسلمان کو اسلام کے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کا موقع حاصل ہو، مسلمان قوم اپنی مخصوص تہذیب مخصوص تمدن اور خالص اسلامی روایات کو زندہ کر سکے اور اس پر عمل پیرا ہو سکے۔ اگر یہ مقاصد ہمارے سامنے نہ ہوتے تو میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن پاکستان کے حصول کے لیے نہ خود جدوجہد کرتا اور نہ مسلمانوں کو اس پر آمادہ کرتا۔ میں اس بلند مقصد کے لیے آپ لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ کو آنے والے انتخابات میں مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں تاکہ ہماری منزل قریب تر ہو جائے۔ ہماری اس جدوجہد میں مشائخ اور علماء کا تعاون ضروری ہے۔ پاکستان انشاءاللہ قائم ہو کر رہے گا۔ آپ منزل کی طرف بڑھتے جائیں، منزل قریب ہے۔ ہم جلد اپنے مقصد کو پانے والے ہیں۔ پاکستان زندہ باد"[۱۲]

قائداعظم کی تقریر کے ختم ہونے پر قائداعظم نے پیر صاحب کے مطالبے پر ان کو تحریر کی صورت میں یقین دہانی کرائی کہ پاکستان قائم ہونے کے بعد اس میں اسلامی نظام ہی نافذ ہوگا۔[۱۳] لیگ کے قابل ذکر حضرات میں سے جو اس موقع پر موجود تھے، صوفی میر احمد صاحب کو صرف خان شمس جان، عبدالقیوم خان، میاں محمد شاہ آف پبی اور فدا محمد خان وکیل صاحب کے نام ہی یاد ہیں۔[۱۴]

مانکی شریف سے واپسی پر قائداعظم کچھ دیر کے لیے خان بہادر میاں مشرف شاہ کے گھر ٹھہرے۔ وہاں مسلم لیگ کے نامزد امیدوار کے بارے میں اظہار خیال ہوا۔ سردار عبدالرب نشتر نے پیش گوئی کی کہ امیدوار (جو کہ پیر صاحب کا پسندیدہ امیدوار تھا) بھاری اکثریت سے کامیاب ہوگا۔ لیکن وہاں پر موجود میاں مشرف شاہ کے بھائی میاں احمد شاہ نے جواب دیا کہ کانگریسی امیدوار میاں جعفر شاہ کے ہوتے ہوئے یہ ناممکن ہے۔ میاں احمد شاہ نے قائداعظم کو مزید بتایا کہ اب بھی موقع ہے آپ اپنے فیصلہ پر نظرثانی کریں۔ قائداعظم نے جواب دیا کہ بیٹے یہ سوال مجھ سے کراچی میں بھی کیا گیا، معاملہ اصل میں اصول کا ہے، شخصیت کا نہیں۔ اگر مسلم لیگ بورڈ ایک بندر کو بھی کھڑا کرے تو تم لوگوں نے اس بندر کو ہی ووٹ دے کر کامیاب کرنا ہے۔[۱۵]

عام انتخابات ۱۹۴۶ء اور صوبہ سرحد

برطانیہ میں ۱۹۴۵ء کے اوائل میں عام انتخابات ہوئے۔ انتخابات کے نتیجہ میں مسٹر ونسٹن چرچل کی کنزرویٹو پارٹی کو شکست ہوئی اور لیبر پارٹی برسر اقتدار آئی۔ لیبر پارٹی کی فتح ہندوستان میں کانگریس

کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں تھی۔ اگست ۱۹۴۵ء میں وائسرائے ہند لارڈ ویول کو انگلستان بلوایا گیا اور وہاں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہندوستان میں مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے عام انتخابات کرائے جائیں۔ لارڈ ویول ۱۸ ستمبر کو واپس ہندوستان آئے اور اعلان کیا کہ جنگ کی وجہ سے جو انتخابات منسوخ کئے گئے تھے، وہ اب آنے والے موسم سرما کے دوران ہوں گے۔ [۱۶]

مسلم لیگ نے فیصلہ کیا کہ وہ دو واضح بنیادوں پر انتخابات لڑے گی۔ ایک تو یہ کہ پاکستان مسلمانانِ ہند کا متفقہ فیصلہ ہے اور یہی ان کا مطالبہ بھی ہے۔ اور دوئم یہ کہ مسلم لیگ ہی ان کی نمائندہ جماعت ہے [۱۷] مسلم لیگ ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑی تھی۔ عام انتخابات میں اس کو اپنے دعوئ کے مطابق یہ ثابت کرنا تھا کہ یہ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے [۱۸]۔

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کے لیے مقابلہ بے حد سخت تھا۔ ان کی مدِ مقابل صوبائی کانگریس ایک منظم اور ہر دلعزیز جماعت تھی۔ سردار اورنگ زیب کی مسلم لیگی وزارت سے لوگ مایوس ہو گئے تھے۔ قاضی محمد عیسیٰ پہلے ہی سے صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی تنظیم نو کا کام کر رہے تھے۔ قائدِ اعظم نے چوہدری خلیق الزمان کو لیاقت علی خان کے ہمراہ صوبہ سرحد جانے کا حکم دیا۔ سرحد میں معاملہ کافی بگڑا ہوا تھا۔ ہائی کمان کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ سردار اورنگ زیب کا تھا۔ اس نے ٹکٹ کے لیے درخواست دی تھی لیکن ہائی کمان ٹکٹ دینے پر راضی نہیں تھی اور یوں سردار اورنگ زیب خان کو پارٹی ٹکٹ سے محروم رکھا گیا تھا۔ [۱۹]

پیر صاحب محمد امین الحسنات نے قائدِ اعظم کو صورتِ حال کے بارے میں ایک تفصیلی خط لکھا*۔ انہوں نے قائدِ اعظم کو صوبہ سرحد کی انتخابی مہم سے آگاہ کیا۔ انہوں نے دو ٹوک الفاظ میں قائدِ اعظم کو بتا دیا کہ یہاں پر ان کا مقابلہ کانگرس اور خدائی خدمت گاروں سے ہو رہا ہے جو منظم ترین جماعت ہے۔ صوبائی مسلم لیگ اس آسرے پر وقت گزار رہی تھی کہ مرکز سے امداد ملے گی۔ لیکن اس نازک موقع پر مرکز نے ان کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ جمعیت الاصفیاء اور پیر صاحب کے مرید توڑی جانفشانی سے قائدِ اعظم کے فرمان کے مطابق پاکستان کے لیے کام کر رہے تھے۔ لیکن بہرحال سرحد سارا تو ان کا مرید نہیں تھا وہاں کانگرس کے خلاف منظم پروپیگنڈہ کرنے کی ضرورت تھی تاکہ لوگوں کے دلوں سے کانگرس کا اثر نکل جائے۔ آخر میں پیر صاحب نے مطالبہ کیا کہ "قائدِ اعظم کو بذاتِ خود اس صوبے سے دلچسپی لینی چاہیئے اور اس کی طرف خاص توجہ دینی چاہیے تاکہ ہم حصولِ پاکستان میں کامیاب ہو سکیں۔" [۲۰]

---

* - خط کے مکمل متن کے لیے دیکھیے ضمیمہ نمبر ۵

اس خط کے جواب میں قائدِ اعظم نے سب سے پہلے تو ان معلومات کا شکریہ ادا کیا۔ جو پیر صاحب نے ان کو مہیا کی تھیں۔ مزید برآں انہوں نے کہا کہ* اگرچہ ان کی (پیر صاحب) کی تجاویز بہت اہم اور مفید ثابت ہو سکتی ہیں لیکن ایسے مختصر اور نازک وقت میں ہر فردِ واحد اور جماعت پر ایک فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ پاکستان کے حصول کے لیے کام کرے۔ کیونکہ جب تک ہمارے درمیان اتحاد و یگانگت نہ ہو کوئی چیز صحیح طور پر کام نہیں کر سکتی۔ ہماری موجودہ حیثیت اگرچہ لوگوں کے معیار پر پوری نہ اترے تو اس کی وجہ یہ ہی ہے کہ یہ ابھی چند سال کی ہے لیکن اگر لوگ دل جمعی سے کام کریں تو وہ اس ہیئت کو بھی مناسب طور سے استعمال کر سکتے ہیں۔ آخر میں قائدِ اعظم نے پیر صاحب اور اُن کے ذریعے صوبہ سرحد کے مسلمانوں سے یہ اپیل کی کہ وہ پاکستان کے حصول کے لیے مسلم لیگ کے امیدوار کو ووٹ دیں کیونکہ فتح عنقریب اِن کے قدم چومے گی۔ [۲۱]

پیر صاحب اور ان کی جمعیت الاصفیائ نے واضح طور پر اعلان کیا کہ شریعت کی رو سے مسلمانوں کے لیے صرف ایک راستہ ہے۔ ان کو اپنا ووٹ مسلمانوں کی صحیح نمائندگی کے لیے اور ان کے لیے ایک علیحدہ مملکت پاکستان کے قیام کے لیے مسلم لیگ کے منتخب کردہ امیدواروں کو دینا چاہیئے۔ ہندو کانگریس یا اس کی حلیف اور کسی پارٹی کو ووٹ دینا اسلام کے عظیم مقصد کے ساتھ ناانصافی، دھوکا اور فریب ہوگا۔ یہ علمائے کرام کے ساتھ ایک مذاق تصوّر کیا جائے گا [۲۲] عام انتخابات میں مسلم لیگ نے پاکستان کے نام پر عوام سے ووٹ مانگے۔ مسلمانوں نے پاکستان کے نام پر مسلم لیگ کو اس لیے بھی ووٹ دیے کہ وہ پاکستان میں اسلام کا قانون نافذ کرنا چاہتے تھے [۲۳] مسلم لیگ نے مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کی تمام نشستیں جیت لیں اور صوبائی اسمبلیوں میں کل ۴۹۵ مسلم سیٹوں میں سے ۴۴۶ سیٹیں جیت لیں۔ [۲۴]

صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو کانگریس کے مقابلے میں ناکامی ہوئی، مسلم لیگ نے پچاس نشستوں میں سے صرف سترہ سیٹیں حاصل کیں۔ باقی نشستوں میں سے تیس کانگرس نے لیں۔ دو جمعیت العلمأ نے لیں اور ایک نشست پر سکھ امیدوار کامیاب ہوا۔ اس ناکامی کی بڑی وجوہات میں عبدالغفار خان کی شخصیت اور اس کا صوبہ سرحد کی سیاست پر اثر و رسوخ کے علاوہ بقول جانسن ہر امیدوار کا صرف اپنے لیے گھومنا اور بعض دفعہ ٹکٹ نہ ملنے پر آزاد کھڑا ہونا شامل تھا۔ [۲۵] میاں ضیأ الدین نے قائدِ اعظم کو ایک تفصیلی خط لکھا۔ اس خط میں انہوں نے وہ اسباب تفصیلاً بتائے جو سرحد میں مسلم لیگ کی ناکامی کا سبب بنے اور وجوہات کے

---

* مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے قائدِ اعظم کا خط بنام پیر صاحب آف مانکی شریف، ضمیمہ نمبر ۶

علاوہ عبدالغفار خان اور ان کی خدائی خدمت گار جماعت کا اثر و رسوخ۔ کانگریس کا منظم طور پر انتخاب لڑنا اور مسلم لیگ کی آپس میں لڑائی جھگڑے کی وجہ سے ساری توانائی کا زائل ہونا اس کی ناکامی کا سبب بنے۔[۲۶]

اس طرح پیر صاحب مانکی شریف کی وہ پیشگوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی جو انہوں نے قائداعظم کو ایک خط کی شکل میں بھیجی تھی۔ انہوں نے ایک طرف تو کانگریسی اثر و رسوخ کو ختم کرنا چاہا اور دوسری طرف مسلم لیگ کی تنظیم نو پر زور دیا۔ لیکن ان کی اس بات کو قابلِ غور نہیں سمجھا گیا اور جس کا نتیجہ مسلم اکثریت کے اس صوبے میں مسلم لیگ کی شکست میں نکلا۔ جلد ہی ڈاکٹر خان صاحب کی زیر قیادت کانگرس کی تیسری وزارت بن گئی۔ اس اثنا میں سر جارج کنگھم کو واپس بلوا لیا گیا اور سر اولف کیرو نے بحیثیت گورنر صوبہ سرحد ذمہ داری سنبھال لی۔

وزارتی مشن اور صوبہ سرحد

کرپس تجاویز اور شملہ کانفرنس کی ناکامی پر برطانیہ کی لیبر حکومت نے ہندوستان کے مسئلے کے سیاسی حل کے لیے کابینہ کے اراکین پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ ان کو اس کام میں کافی دشواریاں بھی پیش آئیں۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے فیصلے پر اڑے رہے۔[۲۷] اس کا باقاعدہ اعلان وزیراعظم کلیمنٹ اٹیلی نے ۱۵ مارچ ۱۹۴۶ء کو دارالعوام میں کیا۔ فیصلے کے مطابق تین وزراء لارڈ پیتھک لارنس (سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا)، سر سٹیفورڈ کرپس (پریذیڈنٹ آف دی بورڈ آف ٹریڈ) اور مسٹر اے وی ایگزینڈر (فرسٹ لارڈ آف ایڈمرلیٹی) کو ہندوستان کی نمائندہ پارٹیوں کے لیڈروں سے مل کر ہندوستان کو خودمختاری دینے کے لیے موزوں طریقہ اختیار کرنا تھا۔ وزیراعظم نے یہ واضح کر دیا کہ مجھے معلوم ہے کہ ہندوستان نسلوں، مذہبوں اور زبانوں کا جنگل ہے اور وہاں پر کافی دشواریاں پیش آئیں گی۔ لیکن ان دشواریوں پر صرف ہندوستانیوں کی مدد سے ہی قابو پانا ہوگا۔[۲۸]

۱۹ مارچ ۱۹۴۶ء کو وزارتی مشن انگلستان سے روانہ ہوا۔ مشن ۲۳ مارچ کی شام کو کراچی پہنچا۔ اس موقع پر اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے سر پیتھک لارنس نے کہا کہ ہم برطانوی حکومت اور عوام کی ایما پر ہندوستان آئے ہیں اور ان کی طرف سے دوستی کا پیغام لاتے ہیں۔ ہندوستان کو ایک تابناک مستقبل کا سامنا ہے۔ ہم صرف اور صرف اس لیے یہاں آئے ہیں کہ معلوم کر سکیں کہ جتنی جلدی اور آسانی سے ہندوستان کے منتخب رہنما اپنی ذمہ داریاں خود سنبھالنے کو تیار ہیں۔ سر سٹیفورڈ کرپس نے پاکستان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ہمارا یہاں آنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم دیکھ سکیں کہ پاکستان کے مطالبے میں کہاں تک حقیقت ہے۔[۲۹] وزارتی مشن نے ایک طرف اگر کانگریس کو اکثریتی جماعت مانا تو دوسری طرف وہ مسلم لیگ کو بھی ایک اقلیتی جماعت سمجھنے پر رضامند نہیں تھا۔ اس کا اظہار انہوں نے کئی بار دبے الفاظ میں کیا۔[۳۰]

وزارتی مشن نے پہلے ہفتے وائسرائے ہند اور صوبائی گورنروں سے تبادلہ خیال کیا۔ اگلے دو ہفتے انہوں نے ہندوستان کی سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں، صوبائی وزرائے اعلیٰ، اقلیتی نمائندوں اور والیان ریاست کے ساتھ گفت و شنید میں گزارے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بحیثیت صدر کانگرس کی طرف سے جو مطالبات پیش کیے اس میں انہوں نے وفاقی طرزِ حکومت و آئین کی حمایت کی۔ گاندھی جی نے مشن کے اراکین کو بتایا کہ راجہ جی فارمولے۔[۳۱] کو مسلم لیگ سے بات چیت کی بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ قائداعظمؒ سے ملاقات پر مشن کے اراکین کو مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد کا پس منظر بتایا گیا۔ اس کے بعد تفصیل سے دو قومی نظریے پر روشنی ڈالی گئی۔ قائداعظم نے ایک کے بجائے دو علیحدہ خطوں کے لیے آئین بنانے پر زور دیا۔ لبرل لیڈر سر تیج بہادر سپرو نے کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان مفاہمت پر زور دیا۔ انہوں نے ہندوستان کی تقسیم کی مخالفت کی اور کہا کہ صوبوں کی حدود میں مناسب ردوبدل کیا جائے اور انہیں اتنی زیادہ خودمختاری دی جائے کہ مسلم لیگ مطمئن ہو سکے۔[۳۲] کافی دنوں کے غور و فکر اور بحث و تمحیص کے بعد بھی وزارتی مشن کے اراکین ہندوستانی لیڈروں کے ساتھ بات چیت میں کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ آخرکار ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو وزارتی مشن کے اراکین نے ہندوستان کے مسئلے کے حل کے لیے اپنی تجاویز پیش کر دیں۔

ان تجاویز کی رو سے:

۱۔ برطانوی ہند اور ریاستی ہندوستان پر مشتمل ایک ہندوستانی یونین ہوگی جس کے پاس امور خارجہ، دفاع اور مواصلات کے محکمے ہوں گے اور اسے مندرجہ بالا محکموں کے اخراجات کے لیے سرمایہ فراہم کرنے کے لیے ٹیکس عائد کرنے کے اختیارات ہوں گے۔

۲۔ مرکزی یونین کی ایک کابینہ ہوگی اور ایک دستور ساز اسمبلی جو ہندو، مسلمان اور دیگر اقلیتوں کے منتخب نمائندوں پر مشتمل ہوگی۔ مرکزی کابینہ اور دستور ساز اسمبلی کے لیے مساوی نیابت کا اصول اختیار نہیں کیا جائے گا۔ لیکن مسلمانوں کے خدشات دور کرنے کے لیے یہ اصول ہوگا کہ فرقہ وارانہ مسائل کے حل کے لیے ایوان کی اکثریت کے علاوہ دونوں بڑے فرقوں کی علیحدہ علیحدہ اکثریت کی منظوری بھی لازمی قرار دی جائے گی۔

۳۔ صوبوں کو گروپ بنانے کا اختیار ہوگا۔ اور ہر گروپ طے کر سکے گا کہ کون سے صوبائی محکمے گروپ کے پاس مشترکہ طور پر رہیں۔

۴۔ گروپ حسب ذیل ہوں گے۔

(الف) ہندو اکثریت کے چھ صوبے مدراس، بمبئی، یو پی، سی پی، بہار اور اڑیسہ۔

(ب) مسلم اکثریت کے شمال مغربی حصہ کے صوبے پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان

(ج) بنگال اور آسام

۵۔ صوبے بنیادی یونٹ ہوں گے۔ انہیں مرکزی امور کے علاوہ باقی ماندہ اختیارات حاصل ہونگے

۶۔ مرکزی دستور ساز اسمبلی میں ہر صوبہ کو آبادی کے تناسب سے نمائندگی حاصل ہوگی۔ تقریباً ۱۰ لاکھ افراد کے لیے ایک نشست ہوگی اور تینوں گروپوں کی حسب ذیل نشستیں ہوں گی۔

	غیر مسلم / جنرل	مسلم	سکھ	کل
گروپ الف	۱۶۷	۲۰	x	۱۸۷
گروپ ب	۹	۲۲	۴	۳۵
گروپ ج	۳۴	۳۶	x	۷۰

اس طرح برطانوی ہند کے کل ۲۹۲ اور ریاستوں کے ۹۳ نمائندے ہوں گے۔

۷۔ ان نمائندوں پر دستور ساز اسمبلی مشتمل ہوگی۔ اس کے ابتدائی اجلاس میں صدر اور دیگر عہدے داروں کا انتخاب کیا جائے گا۔ شہریوں کے حقوق، اقلیتوں کے مسائل اور سرحدی امور کے تصفیہ کے لیے ایک مشاورتی کمیٹی بنائی جائے گی۔ اس کے بعد اسمبلی گروپوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

۸۔ ہر گروپ کی اسمبلی اپنے گروپ میں شامل صوبوں کا آئین تیار کرے گی۔ یہ بھی طے کیا جائے گا کہ گروپ کے لیے بھی دستور بنانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر گروپ کے لیے آئین تیار کرنا ضروری ہو تو گروپ کے اختیارات کیا ہوں؟

۹۔ صوبائی آئین تیار ہو جانے کے بعد اگر کوئی صوبہ گروپ سے علیحدہ ہونا چاہے گا تو نئے آئین کے نفاذ کے بعد پہلے عام انتخابات کے بعد ایسا کر سکے گا۔ [۳۳]

۱۰۔ اسکے ساتھ ہی وزارتی مشن نے ہندوستان کا نیا آئین نافذ ہونے کے وقت تک کے لیے ایک عبوری حکومت کے قیام کی بھی منظوری دے دی۔ انہوں نے اس عبوری حکومت کے قیام کے سلسلے میں اکثریتوں اقلیتوں دونوں کے تحفظ کا خیال رکھا۔ [۳۴]

وائسرائے لارڈ ویول نے مندرجہ ذیل ۱۴ معروف مختلف پارٹیوں کے نمائندوں کو وائسرائے کی عبوری حکومت میں شمولیت کی دعوت دی۔ [۳۵]

مسلم لیگ

۱۔ قائداعظم محمد علی جناح

۲۔ نواب زادہ لیاقت علی خان

۳۔ نواب محمد اسمٰعیل خان

۴۔ خواجہ سر ناظم الدین

۵۔ سردار عبدالرب نشتر

کانگرس

۶۔ پنڈت جواہر لعل نہرو

۷۔ سی راج گوپال اچاریہ

۸۔ ڈاکٹر راجندرا پرشاد

۹۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل

۱۰۔ ہرے کرشنا مہتاب

۱۱۔ سردار بلدیو سنگھ (سکھ)

۱۲۔ ڈاکٹر جان متھائی (ہندوستانی عیسائی)

۱۳۔ سر نوشیروان (پارسی)

۱۴۔ مسٹر جگجیون رام (اقلیت اچھوت نمائندہ)

وائسرائے نے ایک اور بات پر بھی زور دیا کہ کسی جماعت کے نامزد اراکین پر کسی دوسری جماعت کے اراکین کو اعتراض کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ نیز محکموں کی تقسیم میں بھی دونوں اکثریتی جماعتوں کے مفاد کا خیال رکھا جائے گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ کانگرس یا مسلم لیگ یا دونوں جماعتوں میں سے کوئی ایک بھی عبوری حکومت میں شامل ہونے پر رضامند نہ ہوئیں تو وائسرائے پھر بھی عبوری حکومت قائم کر دیں گے اور یہ حکومت ان پارٹیوں کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی جو وائسرائے کے ۱۶ مئی والے اعلان کو قبول کریں گی۔ [۳۶]

وزارتی مشن کی اس سکیم کو کانگرس اور لیگ دونوں نے اپنے اپنے نقطۂ نگاہ سے دیکھا۔ قائداعظم کے لیے سب سے ضروری اور اہم چیز یہ تھی کہ مسلم اکثریت کے علاقوں کو آپس میں ملا دیا جائے۔ اس کے بعد ان کو برابری کے اصول پر گفتگو کرنا آسان ہوگی۔ کانگریس کے لیے متحدہ ہندوستان کا مطالبہ منوانا ہی سب سے اہم چیز تھی۔ [۳۷] قائداعظم نے ۲۲ مئی ۱۹۴۶ء کو ایک بیان دیتے ہوئے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ وزارتی مشن نے مکمل خود مختار پاکستان کے قیام کا منصوبہ نہیں مانا بلکہ کانگریس کو خوش کرنے کے لیے وزارتی مشن نے پاکستان کے خلاف بیانات کو زیادہ اہمیت دی۔ [۳۸] قائداعظم نے آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس منعقدہ بمبئی ۲۷ جولائی

۱۹۴۶ء میں کہا کہ ساڑھے تین مہینوں کی تھکا دینے والی جدوجہد نے یہ ثابت کر دیا کہ پاکستان کے حصول کے لیے اپنے آپ پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ وزارتی مشن بقول قائداعظم کے کانگریس کے ہاتھوں میں کھیل رہا تھا۔[۳۹] ۶ جون ۱۹۴۶ء کو مسلم لیگ نے مشروط طور پر وزارتی مشن کی پیش کردہ سکیم کو منظور کر لیا۔ قائداعظم نے یقین دہانی حاصل کر لی کہ اگر کانگریس نے مشن کے فیصلوں کو نہ بھی مانا تو مسلم لیگ عبوری حکومت میں شامل ہوگی۔[۴۰] مزید برآں قائداعظم کے مشن کے فیصلوں میں پاکستان کے قیام کے آثار نظر آ رہے تھے۔[۴۱] جبکہ انڈین نیشنل کانگریس نے پلان کو مسترد کر دیا۔ ان کے مطابق صوبوں کی گروپ بندی مذہبی لحاظ سے ناقابل عمل تھی۔[۴۲] پنڈت نہرو نے جو اب مولانا آزاد کی جگہ کانگریس کے صدر تھے، ایک اخباری کانفرنس میں اس گروپ بندی کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا کہ گروپ الف صوبوں کی گروہ بندی کا مخالف ہوگا۔ اسی طرح بقول ان کے گروپ "ب" بننے کے امکانات بھی نہیں ہیں۔ آسام گروپ "ج" کے قیام کے خلاف فیصلہ دے گا۔ انہوں نے مزید کہا کہ میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ بالآخر گروپ بندی نہیں ہو سکے گی کیونکہ صوبہ آسام گروپ "ج" میں شامل ہونا کبھی برداشت نہیں کرے گا۔[۴۳] وائسرائے نے وزارتی مشن کے اراکین سے بحث مباحثے کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ دونوں اکثریتی جماعتوں اور کچھ اقلیتوں پر مشتمل ایک عبوری حکومت بنائی جائے تاکہ حکومت چلانے کی بھاری ذمہ داری تقسیم ہو سکے۔ انہوں نے اس سلسلہ میں درج ذیل ممبروں کو دعوت دی کہ وہ آئیں اور عبوری حکومت قائم کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیں۔ عہدوں اور وزارتوں کی تقسیم کو دونوں بڑی پارٹیوں کے لیڈروں کے ایما پر چھوڑ دیا گیا۔ سردار بلدیو سنگھ، سر این پی انجینئر، مسٹر جگجیون رام، پنڈت جواہر لعل نہرو، مسٹر ایم اے جناح، نواب زادہ لیاقت علی خان، مسٹر ایچ کے مہتاب، ڈاکٹر جان متھائی، نواب محمد اسمٰعیل خان، خواجہ سر ناظم الدین، سردار عبدالرب نشتر، مسٹر سی راج گوپال اچاریہ، ڈاکٹر راجندر پرشاد اور سردار ولبھ بھائی پٹیل۔ اگر ان میں سے کوئی شخص کسی ذاتی وجہ سے نہ آنا چاہے تو وائسرائے کو یہ اختیار ہے کہ اس کی جگہ کسی اور کو طلب کر لے۔[۴۴] تجویز کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اگر کانگریس اور مسلم لیگ نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور مخلوط حکومت میں شمولیت پر راضی نہ ہوئی تو وائسرائے زیادہ سے زیادہ نمائندگان پر مشتمل ایک عبوری حکومت کی تشکیل کرے گا۔[۴۵]

آل انڈیا نیشنل کانگریس نے عبوری حکومت کی تجاویز کو ٹھکرا دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ مجوزہ آئین ساز اسمبلی میں کانگریس اس نقطۂ نظر سے شرکت کرے گی کہ اسمبلی ایک متحد جمہوری اور آزاد ہندوستان کے لیے آئین وضع کرے۔ مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا۔ قائداعظم نے پہلے

سے طے شدہ ترتیب کی طرف وائسرائے لارڈ ویول کو متوجہ کیا جس کی رو سے اگر دونوں میں سے کوئی پارٹی بھی عبوری حکومت میں شامل ہونے سے انکار کر دے تو وائسرائے کو یہ حق تھا کہ وہ اس کو نظرانداز کرتے ہوئے عبوری حکومت قائم کر دے۔ لیکن اب یہ معاملہ کچھ اور طرح کا بن گیا۔ وائسرائے کانگریس کی شمولیت کے بغیر عبوری حکومت کے قیام پر بالکل آمادہ نہیں تھا۔ اس نے سول انتظامیہ کی زیر نگرانی ایک نگران حکومت بنانے کا اعلان کیا۔ قائداعظم نے اس بات کو صریح دھوکہ قرار دیتے ہوئے مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی منعقدہ بمبئی ۲۷ جولائی تا ۲۹ جولائی ۱۹۴۶ء میں واضح طور سے کہا کہ مسلم لیگ کی طرف سے امن اور انصاف کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ کانگریس نے مسلمانوں کو کوئی حوصلہ افزا جواب نہیں دیا۔ مسلم لیگ نے تمام بات چیت کے دوران بہت صبر اور حوصلہ دکھایا۔ مسلم لیگ نے رعایت پر رعایت دی اس لئے نہیں کہ وہ کمزور تھی بلکہ اس لیے کہ لیگ والے ایک پُرامن فیصلے پر پہنچنا چاہتے تھے۔ ایک ایسے فیصلے پر جو نہ صرف ہندو مسلم مفاد میں تھا بلکہ برصغیر کے رہنے والے تمام شعبہ ہائے فکر کے لوگوں کو آزادی کی طرف لے جا رہا تھا۔ لیکن کانگریس اس تمام وقت میں مسلم لیگ کی مخالفت کرتی رہی اور لیگی یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے کہ ان تمام مسائل کا واحد حل حصولِ پاکستان میں ہے۔[۴۶]

وائسرائے نے ۱۹ اگست ۱۹۴۶ء کو پنڈت نہرو کو عبوری حکومت کی تشکیل کے لیے دعوت دی۔ قائداعظم جناح کے ساتھ وائسرائے کی بات چیت کا کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا۔[۴۷] مسلم لیگ کو بھی وائسرائے کی عبوری حکومت میں شمولیت کی دعوت دی گئی۔ لیکن کانگریس کے ارادوں کو بھانپتے ہوئے وہ اس میں شمولیت پر راضی نہیں ہوئی۔ مسلم لیگ کی عدم شمولیت پر مسلمانوں کے کوٹہ سے قوم پرست مسلمانوں کے نام چنے گئے ان میں مسٹر آصف علی، ڈاکٹر سر شفاعت احمد خان اور سید علی ظہیر شامل تھے۔ باقی دو کا انتخاب بعد میں کیا جاتا تھا۔[۴۸] وائسرائے اور پنڈت نہرو نے قائداعظم سے پھر سمجھوتے کے لیے کہا۔ لیکن قائداعظم اپنے اصولوں پر سودے بازی کے لیے تیار نہیں تھے۔ آخرکار وائسرائے نے پنڈت نہرو کی زیر قیادت عبوری حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ قائداعظم نے کانگریس اور وائسرائے کے اس اقدام کو مسلم لیگ کے ساتھ صریح دھوکہ قرار دیا۔[۴۹] اپنے مطالبات کو منوانے کے لیے شاید اپنی تاریخ میں پہلی بار مسلم لیگ نے آئینی راستہ چھوڑ کر راست اقدام کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۶ء کو بمبئی کے قیصر باغ ہال میں منعقدہ ایک اجلاس میں ایبٹ آباد کے خان بہادر جلال الدین عرف جلال بابا نے مسلم لیگ کے خلاف کانگریس اور برطانیہ کے گٹھ جوڑ پر احتجاجاً ایک قرارداد منظور کروائی جس کی رو

سے لیگی حضرات نے تاج برطانیہ کی طرف سے عطا کردہ خطابات واپس کر دئیے۔ ۵۰ اس اجلاس میں قائداعظم نے ایک قرارداد کے ذریعہ راست اقدام کے فیصلے کی منظوری دے دی۔ انہوں نے ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو "راست اقدام" کا فیصلہ کیا۔ راست اقدام کے آغاز سے ہی سارے ملک میں زبردست ہنگامے اور ہڑتالیں ہوئیں۔ ۵۱

راست اقدام کے لیے صوبہ سرحد میں ایک ایکشن کمیٹی بنائی گئی۔ پیر صاحب مانکی امین الحسنات کو اس کمیٹی کا صدر چن لیا گیا۔ راست اقدام کا دن صوبہ بھر میں ہڑتالوں کے ذریعے منایا گیا۔ کوئی خاص قابلِ ذکر حادثہ نہیں ہوا۔ مظاہرین عام طور پر پرامن رہے۔ سارے موسم خزاں کے دوران یہ سلسلہ چلتا رہا۔

ستمبر میں پاکستان کے مطالبہ کو مقبول بنانے کے لیے تین قراردادیں پیش کی گئیں۔ پہلی قرارداد کی رو سے پاکستان کے حصول کے پروپیگنڈے کے لیے صوبے بھر سے مبلغین کی ایک فہرست تیار کی گئی دوسری قرارداد میں مسلمانوں میں معاشی طور پر استحکام دلانے کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ روزمرہ کی ضروریات زندگی مسلمان دکانداروں سے خریدنی چاہئیں۔ اور تیسری قرارداد کی رو سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام مسلمان وکیل پاکستان کے لیے قانونی جدوجہد جاری رکھیں۔ ۵۲ اس اثنا میں ہندوستان سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کی داستانیں صوبہ سرحد میں پہنچ گئیں۔ یہاں کے کافی پختون بمبئی میں آباد تھے۔ وہاں سے وہ لوگ صوبہ سرحد آئے اور ظلم و بربریت کی داستانیں ساتھ لائے۔ صوبائی مسلم لیگ نے بھی اپنی ٹیمیں فسادات سے متاثرہ علاقوں میں بھیجیں۔ انہوں نے بھی ظلم کی داستانیں سنائیں۔ وہ بہار کے متاثرین کی تصویریں ساتھ لائے۔

صوبہ بھر میں مسلمانوں نے اس پر سخت ردعمل کا اظہار کیا۔ ۵۳ سارے علاقے میں بہار کے متاثرین کی امداد کے لیے مختلف تنظیمیں بنائی گئیں۔ پشاور سے چند افراد پر مشتمل ایک طبی وفد بھی وہاں کے لوگوں کی امداد کے لیے بھیجا گیا۔ اسی طرح کے ایک دوسرے وفد کو جو کہ باوردی اور مسلح تھے اٹک کے مقام پر روک لیا گیا۔ صوبائی مسلم لیگ نے بہار سے دو سو بیوہ خواتین اور تقریباً پانچ سو یتیم بچوں کو بسانے کے لیے پشاور میں بندوبست بھی کر لیا۔ ۵۴۔ صوبہ سرحد کے علاقائی مسلم پریس نے بھی اس میں اپنا کردار پوری طرح ادا کیا۔ انہوں نے قتل و غارت، لوٹ مار، تشدد، عصمت دری، مسلمانوں کے گھروں کی تباہی حتیٰ کہ مسجدوں اور قرآن شریف کی بے حرمتی کی خبریں اور تصاویر بھی چھاپیں ۵۵ لوگ جب بہار سے واپس آئے تو ان کے پاس خون آلودہ کپڑوں کے علاوہ قرآن شریف کے پھٹے ہوئے اوراق بھی تھے۔ اس سے حالات بگڑ گئے۔ ۵۶ صوبے کے مسلمان شعرا نے بھی اس موقعہ پر اپنی ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ انہوں نے بہار کے مسلمانوں کی مظلومیت پر اشعار

کہے۔ ذیل میں صوفی میر احمد کے شعروں کا ایک نمونہ پیش کیا جا رہا ہے۔

دا ظلم ییے لا کوده چه جماتو نه ییے شهیدان کړل — دغه جماتو نو کښے ییے هلاک ډیر ماشومان کړل
ډیر ییے کړل د بندے خلق په لوټ تالان کړل — ورشه ګوره ییے کورے لا تراوسه چغے خیژی

ترجمہ: ہندوؤں کے اس ظلم کو تو دیکھو کہ مسجدوں کو شہید کر دیا ہے، انہی مسجدوں میں بہت سے بچوں کو ذبح کر دیا۔ بہت سے لوگوں کو لوٹ لیا۔ اگر یہ سب کچھ دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو (اور سنو) کیونکہ ابھی تک ان کی چیخیں گونج رہی ہیں۔ ۵۷

اس کے علاوہ صوبہ سرحد کے لیگی مسلمانوں نے مرکز میں ہندو کانگریس اور اس کے چیلوں کی وزارت سازی پر بھی احتجاج کیا۔ انہوں نے اپنے اپنے مکانوں، دکانوں، مسجدوں اور بالاخانوں پر بھی احتجاج کیا۔ انہوں نے اپنے مکانوں، دکانوں، مسجدوں اور بالاخانوں پر سیاہ ماتمی پرچم لہرائے اور اپنے بازوؤں پر بطور احتجاج سیاہ پٹیاں باندھیں۔ ۵۸ راست اقدام کی تحریک کے دوران پیر صاحب مانکی شریف نے دوسرے مسلم لیگی رہنماؤں کے ساتھ صوبے بھر کا دورہ کیا۔ انہوں نے بحیثیت صدر، پاکستان کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ پیر صاحب نے ان کو ہر وقت یہی مشورہ دیا کہ اب بھی وقت ہے کہ ہندو کانگریس اور انگریز کی ریشہ دوانیوں سے بچا جائے کیونکہ ان دونوں نے اپنے اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ پیر صاحب کے اس شعلہ بار اندازِ بیان اور جوشِ خطابت سے اکثر احراری اور کانگریسی مسلمان مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ۵۹ پیر صاحب کے مریدین اور خیرخواہ بھی ان کو خط پر خط لکھتے رہے جس میں انہوں نے پیر صاحب اور قائداعظم کی ایما پر راست اقدام کی تحریک میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ اسی طرح کا ایک خط محمد عالم خان صدر مسلم لیگ جالوزئی نے پیر صاحب کو لکھا جس میں اس نے دعویٰ کیا کہ متصل دیہات، شاہ کوٹ، کوٹلی، صالح خانہ، بختی، ڈاگ اسمٰعیل خیل، سپین خاک وغیرہ کی خواہش پر تین سو نیشنل گارڈ باوردی ہر وقت ان کے حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ۶۰

صوبے بھر میں حالات دن بدن خراب ہوتے گئے۔ ادھر مرکز میں جب قائداعظم نے فسادات کی تباہ کاریاں دیکھیں تو انہوں نے عبوری حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے علاوہ ان کی دوربین نگاہوں نے بھانپ لیا کہ مرکز میں تنہا کانگریس کی موجودگی سے مسلمانوں کے مفادات کو دن بدن خطرہ لاحق ہو رہا ہے قائداعظم نے لارڈ ویول کو مسلم لیگ کی عبوری حکومت میں رضامندی کے بارے میں لکھا اور ساتھ ہی انہوں نے اپنے پانچ اراکین نامزد کر دیئے ان میں بنگال مسلم لیگ سے ایک اچھوت نمائندہ مسٹر جوگندر ناتھ منڈل بھی تھا۔ ۶۱ مسٹر جوگندر ناتھ منڈل کے علاوہ نوابزادہ

لیاقت علیخان، مسٹر آئی آئی چندریگر، راجہ غضنفر علی خان اور سردار عبدالرب نشتر مسلم لیگ کے سرکردہ امیدوار تھے[62] وزارتوں کی تقسیم کچھ اس طرح ہوئی کہ لیاقت علی خان کو وزیر مالیات بنایا گیا بیرونی تجارت کا قلمدان آئی آئی چندریگر کو سونپا گیا، راجہ غضنفر علی خان کو صحت کا محکمہ دیا گیا سردار عبدالرب نشتر کو وزیر مواصلات بنایا گیا اور محکمہ قانون جوگندر ناتھ منڈل کے سپرد کیا گیا۔

پنڈت جواہر لعل نہرو کا دورہ سرحد

پنڈت نہرو کے دورہ سرحد کے تفصیل میں جانے سے پہلے وزیرستان کے قبائل کے ساتھ تاج برطانیہ کے تعلقات پر تھوڑی روشنی ڈالنی ضروری ہے۔ انگریز برصغیر میں تاجروں کی حیثیت سے داخل ہوئے مغل بادشاہوں کی خصوصی نظر عنایت نے ان کو ہندوستان میں پھیلنے پھولنے کا موقع دیا۔ آہستہ آہستہ انہوں نے اپنا دائرہ اثر بڑھانا شروع کر دیا۔ اپنی حفاظت کے بہانے انہوں نے فوجیں بھرتی کرنا شروع کر دیں۔ ہندوستانی ریاستوں کے والیوں اور حکمرانوں کی ناچاقی اور آپس میں دشمنی کو دیکھ کر اس چالاک قوم نے ان کے معاملات میں دخل دینا شروع کر دیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کا دائرہ اثر اور وسیع ہوتا گیا۔ انہوں نے اب باقاعدہ فوجی چوکیاں قائم کر دیں۔ اٹھارہویں صدی کے آخر تک ان کی طاقت اتنی بڑھ گئی تھی کہ برصغیر میں ان کے مقابلے کی کوئی دوسری قوت موجود نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے پر مزید پھیلائے اور دہلی تک آ گئے۔ اردگرد کی ریاستوں کا الحاق انہوں نے جاری رکھا۔ پنجاب جو کہ رنجیت سنگھ کے زمانے میں ایک مضبوط قوت بن کر ابھرا تھا اس کے مرنے کے ساتھ ہی سکھ اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ اختلافات ادر ابھر آئے۔ سکھوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ انگریز جو کہ اپنے مواقع تلاش کرنے ان کو موقع مل گیا تو انہوں نے بڑھ کر پنجاب پر قبضہ کر لیا اور اس کے ساتھ ہی اپریل ۱۸۴۹ء میں پہلی بار خالصہ دربار کی جگہ انگریزی استبداد کا پرچم سرزمین سرحد پر لہرایا گیا[63] انگریزوں کی حکومت تو قائم ہو گئی لیکن اس کو زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۸۴۹ء سے ۱۹۴۷ء تک صوبہ سرحد کی قربانیوں کی داستان تاریخ کا ایک حصہ بن چکی ہے۔ سرحد کے لوگوں نے کبھی غیر ملکی آقاؤں کے آگے سر نہیں جھکایا اور ساری زندگی تگ و دو اس لئے جاری رکھی کہ کس طرح فرنگیوں کو نقصان پہنچایا جائے۔ انگریز نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ اس فتنے دبا دیا جائے لیکن ان کو ناکامی ہوئی۔ اس سو سالہ دور میں سرحد کے باسیوں نے جدوجہد آزادی

کے لئے انگنت قربانیاں دیں۔ بدلے میں انگریز نے کبھی یہاں کے باشندوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا اور پریشان کئے رکھا۔ پشتونوں نے ردعمل کے طور پر انگریزوں کو حتی الوسع نقصان پہنچانے سے کوئی دریغ نہیں کیا۔

۱۸۹۷ء میں ان کی اجتماعی جنگ کے بارے میں خود انگریز مصنفین اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ "کریمیا اور ہندوستانی بغاوت کے بعد یہ اسی قسم کی سخت جنگ تھی جو ہمیں لڑنا پڑی"[64] یہی ۱۸۹۷ء کی جنگ انگریز حکمرانوں کے لئے بڑی سبق آموز ثابت ہوئی[65]۔ اللہ بخش یوسفی نے اپنی کتاب "سرحد اور جدوجہد آزادی" میں بادل (۵۲) ایسی مختلف مہمات کا ذکر کیا ہے جو کہ انگریزوں نے سرحد کے قبائل کے خلاف بھیجیں[66]۔ اس کے بعد ۱۹۰۱ء میں صوبہ سرحد کا قیام عمل میں لایا گیا۔ لارڈ کرزن نے پنجاب کے پانچ اضلاع کو علیحدہ کر کے ایک صوبے کی شکل دے دی اور اس کا نام شمال مغربی سرحدی صوبہ رکھا گیا[67] اس کے بعد انگریزوں اور سرحدی باشندوں کے مقابلوں میں کچھ کمی نہیں آئی۔ سارے عرصے میں انگریزوں نے اپنی فوجیں قبائل کی سرکوبی کے لئے بھیجیں جنگ عظیم اول کے خاتمے کے بعد انگریز نے سارا زور وزیرستان کے قبائل پر صرف کیا۔ وہاں اتنی فوجیں اور اسلحہ بھیجا گیا جو اس سے پہلے کسی سرحدی مہم پر نہیں بھیجا گیا تھا۔ ان کے رائل ایئر فورس کے طیارے وزیرستان کے باشندوں کو بمباری کا نشانہ بناتے رہے۔ ان کے ظلم کا اندازہ صرف اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف ایک ماہ کے عرصے میں وزیر اور محسود قبیلے کے خلاف بیس بار فوج بھیجی گئی اور وزیرستان کے لوگوں کی حتی الوسع اقتصادی ناکہ بندی کی گئی آخر کار انگریز دانا اور رزمک میں مضبوط فوجی چھاؤنیاں بنانے میں کامیاب ہو گئے[68]

۱۹۳۶ء میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے وہاں کے لوگوں کے دلوں میں غیر مسلموں سے نفرت اور بڑھا دی۔ بنوں کی ایک ہندو رام کوری نے اسلام قبول کر کے وہاں کے ایک مسلمان نور علی شاہ سے نکاح کر لیا۔ اس کا اسلامی نام اسلام بی بی رکھا گیا۔ ہندو طیش میں آ گئے اور انہوں نے نور علی شاہ پر اغوا کا مقدمہ دائر کر دیا۔ مقدمے کا فیصلہ ہندوؤں کے حق میں ہوا۔ اس پر مسلمانوں نے اپیل کی۔ لڑکی نے اپنی خوشی سے مسلمان ہونے کا اقرار کیا۔ ہندو اسے انگریز حکام سے سازباز کر کے پنجاب لے گئے اور وہاں سے شدی کر کے پھر ہندو مت میں داخل کر دیا۔ اس سے مسلمانوں میں بہت اشتعال پھیلا۔ بنوں میں کافی ہنگامے ہوئے اور اس واقعے کو بنیاد بنا کر وزیرستان کے مشہور مجاہد فقیر آف ایپی[69] نے انگریزوں کے خلاف

اعلان جہاد کر دیا۔[۷۰] مختصراً تقسیم ہند تک کوئی ایسا ماہ و سال نہیں گزرا جب وزیرستان پر فوجی چڑھائی نہیں کی گئی اس سے وہاں کے لوگوں کے دلوں میں حکمرانوں سے نفرت زیادہ ہوتی گئی پنڈت نہرو نے جب وائسرائے کی عبوری حکومت میں اپنا عہدہ سنبھالا جو محکمہ خارجہ کے انچارج کی حیثیت سے قبائلی علاقے ان کے زیر انتظام آتے تھے۔ انہوں نے وزیرستان پر بمباری ختم کرانے کا فوراً ایک حکم جاری کر دیا۔[۷۱] سرحد کے مشہور خدائی خدمت گار رہنما عبدالغفار خان پنڈت نہرو سے ملے اور انہوں نے پشتون قبائل کی حالت سنوارنے کی طرف توجہ دلائی۔ عبدالغفار خان نے نہرو کی توجہ اس لاکھوں روپیہ کی طرف مبذول کروائی جو ہر سال حکومت بے جا صرف کر رہی تھی۔ تمام رقم پولیٹیکل ایجنٹ صاحبان سرداروں اور ملکوں کو دے رہے تھے اور عام آدمی کو اس میں سے کچھ حصہ بھی نہیں مل رہا تھا۔ عبدالغفار خان نے مزید کہا کہ اب جب کہ مرکز میں کانگریس کی حکومت ہے کیوں نہ نہرو چل کر خود ہی سب حالات اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ عبدالغفار خان نے نہرو کو سمجھایا کہ چونکہ ان کی زمینیں بنجر ہیں کوئی کاشت وغیرہ نہیں ہوتی تو اگر ان کے بہتری کے لئے کچھ کیا جائے اور سکول وغیرہ بھی قائم کئے جائیں تو وہ تمام مسئلے جو وقتاً فوقتاً کھڑے ہوتے ہیں خود بخود ختم ہو جائیں گے[۷۲] انہوں نے نہرو کو سرحد کا دورہ کرنے کی دعوت تو دے دی لیکن ساتھ ہی انگریز پولیٹیکل افسروں سے خبردار کرتے ہوئے کہا کہ ان کے مفادات کو کانگریس اور خدائی خدمت گاروں سے خطرہ ہے اس لئے وہ ہر قیمت پر آپ کی مخالفت کریں گے۔[۷۳]

۲۶ ستمبر ۱۹۴۶ء کو پنڈت نہرو نے اپنی پالیسیوں کا تفصیلی تعارف کروایا۔ اور باتوں کے علاوہ انہوں نے صوبہ سرحد کے قبائلی علاقوں کے متعلق کہا کہ حکومت جلد سے جلد قبائلی مسئلے کو حل کرنا چاہتی ہے۔ یہ مسئلہ سارے ہندوستان کا مسئلہ ہے کیونکہ سرحدی قبائل شمالی سرحد کے محافظ ہیں۔ انہوں نے یہ بات واضح کر دی کہ ان کی حکومت قبائل کی اس خود مختاری میں کوئی دخل اندازی نہیں کرے گی جس کی وہ ایک عرصے سے حفاظت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اور نہ ہی ان کی مرضی کے خلاف ان پر کوئی سکیم ٹھونسی جائے گی۔ حکومت ہر مسئلے کے حل کا جائزہ دوستانہ ماحول میں لے گی اور قبائل کو اعتماد میں لے کر ہی اپنی نئی پالیسی ایسی وضع کرے گی جس میں ان کی فلاح و بہبود و ترقی کا پورا پورا خیال رکھا جائے گا[۷۴] پنڈت نہرو نے دورہ سرحد کا فیصلہ کر دیا۔ اس کی اطلاع محکمہ خارجہ کے تار نمبر ۲۲ م ۸ بتاریخ ۲۸ ستمبر

۱۹۴۶ء کو صوبہ سرحد کے گورنر سر اولف کیرو کو دی گئی۔ کیرو کو بتایا گیا کہ پنڈت نہرو کے اس مجوزہ دورہ سرحد میں نہرو کی خواہش پر ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ سرحد اور عبدالغفار خان ان کے ہمراہ ہوں گے۔ گورنر سرحد سے پروگرام کے متعلق پوچھا گیا تھا۔[۷۵] گورنر سرحد پنڈت نہرو کے مجوزہ دورہ سرحد پر خوش نہیں تھا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ ایسے نازک صورت حال میں نہرو کا قبائلی علاقے کا دورہ بالکل ناموزوں ہے البتہ اگر وہ چاہے تو پشاور میں گورنر اس کے وزراء اور سیاسی رہنماؤں سے مل سکتا ہے[۷۶] متعلقہ افسران نے اس پر وائسرائے کو لکھا کہ نہرو جس حیثیت سے وہاں جا رہا ہے اگر ہم چاہیں بھی تو اس کو نہیں روک سکتے۔ البتہ اگر کسی ناخوشگوار واقعے کا امکان ہو تو اس کا موقع پر سدباب کرنا چاہیئے[۷۷] جب اور کسی بھی طریقے سے ہائی کمان نہیں مانی تو اولف کیرو اس مجوزے دورے کو ملتوی کرانے کے لئے خود دہلی گیا وہاں اس نے وائسرائے کو خبردار کیا کہ اول تو ایسے حالات میں یہ دورہ مناسب نہیں اگر خوامخواہ نہرو اس پر بضد رہے تو اس کو چاہیئے کہ مسلم لیگ کے نمائندے بھی ساتھ لے کر جائے۔ کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں قبائل اس کو پارٹی بازی کی نظروں سے دیکھیں گے۔ جو اس کے اور ہمارے دونوں کے مفاد میں نہیں[۷۸]

خود کانگریس پارٹی کے چند رہنماؤں نے بھی پنڈت نہرو کے مجوزہ دورہ سرحد کی مخالفت کی ابوالکلام آزاد نے نہرو کو سمجھانے کی کوشش کی اور کہا اسے عجلت میں کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیئے۔ وہ تو خان برادران (ڈاکٹر خان صاحب اور عبدالغفار خان) کی دعوت پر وہاں جا رہا ہے لیکن اسے یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ ضرور وہاں ان کی مخالفت بھی ہو گی۔ ابھی کانگریس نے مرکز میں اپنے قدم پوری طرح نہیں جمائے اگر ایسے نازک حالات میں آپ نے صوبہ سرحد کا دورہ کیا تو مخالفین اپنے آپ کو منظم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ صوبہ سرحد میں نوکر شاہی کی اکثریت کانگریس کے مخالف ہے۔ اس لئے لوگ علاً در پردہ مسلم لیگ کی مدد ضرور کریں گے۔ تو ایسے حالات میں نہرو کو اپنا یہ دورہ اور کسی وقت کے لئے ملتوی کرنا چاہیئے[۷۹]

صوبہ سرحد اس معاملے میں دو بڑے کیمپوں میں تقسیم ہو گیا۔ وہاں کی کانگریس حکومت اور ان کے رفقاء پنڈت نہرو کے اس دورے کو وہاں کے مناسبت سے بڑا خوش آئند تصور کر رہے تھے جب کہ وہاں کی صوبائی مسلم لیگ جو اب ایک ہر دلعزیز جماعت بن چکی

تھی نے پنڈت نہرو کے مجوزہ دورہ سرحد کی مخالفت کی۔ جنرل سیکرٹری صوبائی مسلم لیگ نے اپنے ایک بیان میں نہرو کے قبائلی علاقوں کو جانے کے متعلق کہا کہ وہ اس لئے وہاں جا رہا ہے تاکہ کانگریس کے لئے قبائلی علاقے میں راہ ہموار کر سکے۔ صوبہ سرحد کے غیور قبائلیوں نے کبھی فرنگی سامراج کے آگے سر نہیں جھکایا * اب وہ ہندوؤں کی غلامی کیسے مان لیں گے۔ اگر پنڈت نہرو سرحد آنا ہی چاہتا ہے تو اس کو ساتھ اسلام بی بی لانا ہوگی۔ اسلام بی بی کے بغیر نہ تو فقیر ایپی اس سے ملنے کو تیار ہے اور نہ ہی کوئی وزیری مرد اس سے ملے گا [80]

وہاں کی مسلم لیگ کے چند اراکین نے پہلے پہل تو نہرو کے دورہ سرحد کے موقع پر مظاہرے کرانے کی دبے لفظوں میں مخالفت کی۔ پیر صاحب مانکی شریف نے بحیثیت صدر مجلس عمل صوبہ سرحد ایک خط بنام مظاہرہ کمیٹی مقرر کردہ صوبائی مسلم لیگ بھیجا۔ اس خط میں انہوں نے لکھا کہ وہ ذاتی طور پر نہرو کی آمد کے موقعہ پر مظاہروں کے خلاف ہیں اور وہ اس لئے کہ اس سے صوبائی مسلم لیگ پر خراب اثر پڑے گا [81] جس کا جواب مظاہرہ کمیٹی نے اس طرح دیا کہ چونکہ یہ معاملہ صوبائی مسلم لیگ کے زیر غور آچکا ہے اور انہوں نے قرارداد کی رو سے ایک مظاہرہ کمیٹی بھی بنائی ہے تو پیر صاحب اس ذمہ داری سے بالکل مستثنیٰ ہوں گے اور ذمہ داری ساری صوبائی مسلم لیگ پر ہوگی [82] ایک اور مسلم لیگی رہنما میاں ضیاء الدین نے بھی اس موقع پر مظاہروں کی مخالفت کی لیکن ان کی رائے کو بھی نہیں مانا گیا۔ [83] جب پیر صاحب مانکی شریف نے محسوس کیا کہ مسلم لیگ کے مفاد کے لئے اس قسم کے مظاہرے بے حد ضروری ہیں تو انہوں نے پوری جانفشانی سے اپنی تن من دھن کی بازی لگا کر نہرو کی آمد سے پہلے پہلے اپنے مریدین کے خاص علاقوں مثلاً مالاکنڈ ایجنسی اور مہمند ایجنسی کے دورے کئے اور وہاں لوگوں کو مظاہروں پر آمادہ کیا۔ نیز انہوں نے حکومت کو خبردار کیا کہ اگر نہرو کی آمد پر حالات خراب ہوئے اور کوئی واقعہ پیش آیا تو اس کی ساری ذمہ داری خود حکومت پر ہوگی [84]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نہرو کو بھی پتہ چل گیا تھا کہ صوبے کی رائے عامہ اس کے اس مجوزہ دورے کی مخالفت کر رہی ہے تو پھر کیوں وہ یہ دورہ کرنے پر بضد تھا! سردار عبدالرب نشتر اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ عبدالغفار خان وغیرہ نہرو کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ تمام پولیٹیکل ایجنٹ حضرات اب نہرو کے ماتحت ہیں تو ان کو کانگریس کا ہمنوا بن جانا چاہیئے۔ [85]

---

* اسلام بی بی کے واقعے کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

جبکہ میاں بہادر شاہ ظفر کے خیال میں مطالبہ پاکستان کو کمزور بنانے کے لئے نہرو صوبہ سرحد کا یہ دورہ کرنا چاہتا تھا [86] جب ہر طرف سے ناکامی ہوئی تو گورنر سرحد اولف کیرو نے آخر کار وائسرائے کو لکھا کہ اب جبکہ نہرو نے آنے کا اٹل فیصلہ کر ہی لیا ہے تو محمد علی جناح (قائد اعظم) کو اس موقعہ پر ایک بیان میں اپنے پیروکاروں پر یہ واضح کر دینا چاہیئے کہ نہرو سرحد کے لوگوں کا مہمان ہے لہٰذا اس کی آمد پر کسی قسم کے احتجاجی مظاہرے نہ کئے جائیں [87] فیلڈ مارشل لارڈ ویول نے ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو قائد اعظمؒ کے نام ایک خط میں ان کو نہرو کے مجوزہ دورہ سرحد کے بارے میں بتایا کہ نہرو ۱۶ اکتوبر کو پشاور جا رہا ہے۔ اگرچہ مسلم لیگ اور آپ اس دورے کو ناپسندیدگی کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں پھر بھی ایسے حالات میں جبکہ مسلم لیگ آج ہی مخلوط حکومت میں شامل ہو رہی ہے اور نہرو نے واپس آکر اسی حکومت کو تفصیلی رپورٹ بھی دینی ہے یہ مظاہرے بڑی حد تک اثر انداز ہو سکتے ہیں۔ نہرو نے ویول کو یہ یقین دہانی بھی کی تھی کہ وہ اپنی تقریروں میں مسلم لیگ کا مخلوط حکومت میں شمولیت کا خیر مقدم بھی کریں گے۔ لہٰذا آپ (قائد اعظمؒ) کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ایسے نازک حالات میں اس کے خلاف مظاہرے حالات خراب کریں گے [88] قائد اعظمؒ اس وقت ورکنگ کمیٹی کی خاص میٹنگ جو کہ نہرو کے دورہ سرحد کے معاملے پر بلوائی گئی تھی میں شرکت کے لئے جا رہے تھے۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ صوبہ سرحد کے لوگ اس دورہ کو ناپسندیدگی سے دیکھ رہے ہیں۔ مناسب یہی ہے کہ اس کو اور کسی وقت کے لئے ملتوی کیا جائے۔ انہوں نے آخر میں یہ بات واضح کر دی کہ ہائی کمان کی طرف سے صوبائی تنظیم کو مظاہرے کرنے کے سلسلے میں کوئی ہدایات نہیں دی گئیں [89]

وائسرائے اور گورنر سرحد دونوں کے کہنے سے بھی جب نہرو کے دورہ سرحد کے پروگرام میں کوئی فرق نہیں آیا تو اولف کیرو استقبال کے لئے تیاریاں کرنے پشاور آگیا۔ خان عبدالغفار خان کے مطابق اولف کیرو کانگریس اور ان کے رفیقوں کا بدترین دشمن تھا تو اس نے پولیٹیکل ایجنٹوں کو اطلاع دے دی کہ جس طرح بھی ہو سکے نہرو کے دورہ سرحد کو ناکام بنواؤ۔ [90]

نہرو ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء کی شام کو بذریعہ طیارہ پشاور پہنچا وہاں سے اس کو وزیر اعلیٰ کے گھر لے جایا گیا جہاں عبدالغفار خان نے اس کا استقبال کیا۔ ہوائی اڈے پر تقریباً پانچ ہزار مسلم لیگی رضاکار عبدالقیوم خان کی رہنمائی میں سڑک کے دو رویہ کھڑے تھے۔ جیسے ہی نہرو طیارے سے

نمودار ہوا اس کے خلاف نعرے لگنے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ لوگوں نے اس کی کار پر حملہ کر دیا۔ مجمع کو تتر بتر کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ سرحد ڈاکٹر خان صاحب کو ریوالور نکالنا پڑا۔ ہجوم نے راستہ دے دیا۔ نہرو کو بچانے کے لئے پولیس نے عقب کے راستے کا سہارا لیا[۹۱]۔ اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ صوبائی کانگریس نے نہرو کا استقبال ہوائی اڈے پر نہیں کیا۔ جب عبدالغفار خان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ پنڈت نہرو سرحد کا دورہ سرکاری حیثیت میں کر رہے تھے۔ لہٰذا یہ حکومت کی ذمہ داری تھی کہ وہ اس کا استقبال کرے اور حکومت کے اہلکاروں نے اپنی مرضی کے مطابق ان کا ہوائی اڈے پر استقبال کیا[۹۲]۔ اس موقعہ پر ڈاکٹر خان صاحب نے کہا کہ اگر میری جگہ کوئی اور آدمی ہوتا تو وہ مسلم لیگیوں کو سمجھا دیتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔[۹۳] یہاں پر ڈاکٹر خان صاحب نے اپنی فطری نرم دلی سے کام لیا۔ اگر ان کی جگہ کوئی دوسرا وزیر اعلیٰ ہوتا تو یقیناً وہ مسلم لیگیوں پر فائر کروا دیتا۔ پنڈت نہرو کی آمد پر جو مظاہرہ ہوا خود ایک پکے مسلم لیگی رہنما خان فقیرا خان نے اس کے متعلق اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ سیاسی مخالفت ایک طرف رکھتے ہوئے ہم نے پٹھانوں کی روایتی مہمان نوازی سے بالکل انحراف کیا۔ فقیرا خان نے ڈاکٹر خان صاحب کے صبر و تحمل کی تعریف کی اور کہا کہ اگر وہ برداشت سے کام نہ لیتے تو ہمارے صوبے میں وہ کچھ ہو جاتا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا[۹۴]۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اگر اس وقت صوبائی کانگریس نہرو کے استقبال کا پروگرام ہوائی اڈے پر ہی بناتی تو یقیناً مسلم لیگ اور کانگریس کے اراکین میں جھگڑا ہوتا اور اس سے جو آگ بھڑک اٹھتی وہ سارے صوبے کو جلد ہی اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ تو یہ عبدالغفار خان کی سیاسی بصیرت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے کہ انہوں نے آپس میں فساد سے بچانے کے لئے نہرو کا استقبال ڈاکٹر خان صاحب کے بنگلے پر کیا۔

اپنے پشاور آمد کے اگلے دن پنڈت نہرو خان برادران کی معیت میں شمالی وزیرستان کے لئے روانہ ہوئے پہلے وہ میران شاہ گئے۔ وہاں پر ایک جرگے سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر خان صاحب نے کہا کہ وہ ان کی تکالیف معلوم کرنے اور ان کو دور کرنے کے لئے ان کے پاس تشریف لائے ہیں۔ عبدالغفار خان نے اس موقعہ پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم قبائل کو برطانوی استعمار سے نجات دلائیں گے۔ اس پر جرگے کے اراکین نے کہا کہ وہ اپنے آپ کو کسی کی رعیت میں شمار نہیں کرتے ہیں نہ تو وہ برطانیہ کے زیر اثر رہنا چاہتے ہیں اور نہ

ہی کانگریس یا لیگ کے لیکن ایک بات ضروری یہ ہے کہ ان کی ہمدردیاں ان کے مسلمان بھائیوں کے ساتھ ہیں۔ عبدالغفار خان نے اس پر کہا کہ وہ برطانوی حکومت کے پیچھے ہیں اور وہی باتیں دہرا رہے ہیں جو کہ پولیٹیکل ایجنٹ حضرات نے انہیں سمجھایا ہے۔ جرگے کے اراکین ناراض ہو کر نہرو کو سنے بغیر چلے گئے[۹۵]۔ میران شاہ میں صرف دو قابل ذکر ملک میرجان روڑ اور ڈاکٹر محمد ایوب پرائیویٹ پریکٹیشنر پنڈت نہرو سے ملے[۹۶]۔ میران شاہ سے نہرو جنوبی وزیرستان گئے۔ ٹانک میں مسعود ملکوں نے نہرو کی آمد پر مظاہرے کئے۔ انہوں نے نہرو کو بتایا کہ اگر ان کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو وہ قائداعظم جناح صاحب سے رجوع کریں گے۔ رزمک میں نہرو کو چند* لوگوں کی ایک درخواست موصول ہوئی کہ وہ لوگ رزمک سے باہر ان سے ملاقات چاہتے ہیں۔ نہرو ۱۸ تاریخ کو ان سے ملا۔ حیات خان نذر خیل کی زیر قیادت تقریباً پچاس مسعود ملک ان سے ملنے ریذیڈنسی آئے۔ وہاں انہوں نے اپنے لئے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا[۹۷]۔ وانا میں نہرو نے برٹش اور انڈین میڈیکل افسروں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ صوبے سرحد کے مسائل کا حل ابھی تک جدید اور سائنٹیفک طریقے سے نہیں نکالا گیا۔ لوگوں کو بنیادی ضروریات سے محروم رکھا گیا۔ لوگوں کے دل ان کے خلاف فوجیں بھیج کر نہیں جیتے جا سکتے۔ البتہ ان سے رشتہ داروں اور بھائیوں جیسا سلوک کر کے جیت سکتے ہو۔ انہوں نے صوبہ سرحد کے لوگوں کی تعلیمی پسماندگی کی طرف بھی توجہ دلائی[۹۸]۔ ٹانک میں مسلم لیگ کے حامی قبائل نہرو کے قافلہ کی خوب گت بنائی۔ انہوں نے قافلے پر سخت پتھراؤ کیا۔ اور زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا[۹۹]۔ ٹانک سے قافلہ بغیر پیشگی اطلاع دے اور پروگرام سے ہٹ کر جنڈولہ گیا۔ جنڈولہ کا پولیٹیکل ایجنٹ ایک ہندو دیوان شیوسرن لال نام کا تھا۔ وہاں کے لوگوں کو جب نہرو کی آمد کا پتہ چلا تو وہ جوق در جوق ان سے ملنے آئے۔ اور قبائلی روایات کے مطابق نہرو کو ایک دنبہ بھی پیش کیا۔ لوگوں نے بڑی گرم جوشی سے انکو رخصت کیا[۱۰۰]۔ جنڈولہ سے واپس قافلہ پشاور آیا۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو نہرو نے طورخم تک جانے کا ارادہ کر لیا۔ محمد شفیع صابر کے مطابق اسلامیہ کالج سے ہی ان کا استقبال کالی جھنڈیوں سے ہوا۔ لوگ "واپس جاؤ" کے نعرے لگا رہے تھے ساری وادی خیبر میں جگہ جگہ پاکستان کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اور لوگ "پاکستان زندہ باد" اور "قائداعظم زندہ باد" کے نعرے لگا رہے تھے[۱۰۱]۔ طورخم میں انہوں نے چائے پی، واپسی کے سفر میں انہوں

* وہ لوگ: ملا فضل دین۔ پرمتا خان اور موسیٰ خان تھے۔

سے لنڈی کوتل میں سڑک کے دو رویہ لوگوں کو ہاتھوں میں پتھر لئے ہوئے پایا۔ پولیٹیکل ایجنٹ صاحبزادہ خورشید علی کی کار سب سے آگے تھی۔ قافلے کے لئے راستہ بنانے کے لئے مسلح پولیس کے دستے نے جو حفاظت کی غرض سے ہمراہ تھا چند ہوائی فائر کئے اور لوگ منتشر ہو گئے۔ گاڑیوں پر پتھراؤ سے ایک فوٹو گرافر جو اس وقت کی تصویریں لینے اترا معمولی زخمی ہوا۔[۱۰۲]

خیبر ایجنسی کے دورے کے بعد مالاکنڈ کا نمبر تھا۔ وہاں پر اس وقت شیخ محبوب علی پولیٹیکل ایجنٹ تھا جو کہ عبدالغفار خان کے مطابق ان کا بدترین دشمن تھا۔ عبدالغفار خان نے نہرو کو بتایا کہ وہ ہم سے بیر رکھتا ہے پھر بھی آپ یہاں کے مہمان ہیں تو میں آپ کا ساتھ دوں گا اگر آپ چاہیں تو لیکن ساتھ ہی انہوں نے حکومت کو کہا کہ وہ حفاظت کی غرض سے فوج ہمراہ کر دے انہوں نے کہا کہ اگر حکومت فوج نہیں مہیا کر سکتی تو وہ لوگ خدائی خدمتگاروں کے ذریعے اپنی حفاظت کا بندوبست کرلیں گے

حکومت نے ان کا مطالبہ مان لیا۔ لیکن جب وہ رسالپور پہنچے تو وہاں صرف پولیس کے دستے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ قافلے نے ہیڈ امان درہ میں رات گزاری وہاں پر راحت خان نامی ایک خدائی خدمت گار نے عبدالغفار خان کو خبردار کیا کہ شیخ محبوب علی نے اپنے آدمی راستہ میں کھڑے کئے ہیں اور وہ ہوشیار رہیں۔ واپسی کے سفر میں یہی ہوا۔ راستے میں لوگ قافلے کو پتھر مارتے رہے اور مخالفانہ نعرے لگاتے رہے۔ درگئی بازار میں مہر چند کھنہ کی گاڑی جس میں نہرو سوار تھا کو روک لیا گیا۔ لوگ ان کو نقصان پہنچانے قریب آئے۔ ڈاکٹر خان صاحب نے موقع کی نزاکت بھانپتے ہوئے ساتھ بیٹھے ہوئے جمعدار کا پستول اچک لیا اور ہجوم پر تان لیا انہوں نے لوگوں کو دھمکی دی کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو ورنہ گولی مارتا ہوں۔ ہجوم پستول دیکھ کر واپس لوٹ گیا [۱۰۳] نہرو کو مزید ہنگاموں سے بچانے کے لئے بڑے راستے سے ہٹ کر دوسرے محفوظ راستے سے پشاور کی طرف لے جایا گیا۔

نہرو نے دہلی جا کر اپنی آمد کے موقع پر مظاہرے کروانے کا الزام پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ کے سر ڈال دیا۔ مالاکنڈ کے واقعے کا خصوصیت سے ذکر کرتے ہوئے انہوں نے سب ذمہ داری شیخ محبوب علی پر ڈالی۔ نہرو نے کہا کہ محبوب علی کو سب کچھ معلوم تھا کہ کیا ہونے والا ہے پھر بھی اس نے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ ڈاکٹر خان صاحب کے پستول نکالنے کے واقع کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کہا کہ ایک پستول سے ہجوم کا ڈر کر راستہ دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کو منتشر

کرنا کتنا آسان تھا لیکن شیخ محبوب علی نے کوئی اقدام نہیں کیا۔ نہرو نے زور دے کر کہا کہ شیخ محبوب علی کا رویہ دو چیزوں کو ظاہر کرتا ہے۔ یا تو وہ اس عہدے کے لئے قطعی موزوں نہیں کیونکہ وہ حالات پر قابو پانے میں ناکام رہا اور یا سب کچھ اس کی مرضی سے ہو رہا تھا۔ اس لئے اس نے درمیان میں کوئی دخل اندازی نہیں کی۔ دونوں باتیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ نواب شیخ محبوب علی اپنی ذمہ داریاں پوری طرح نبھانے کا اہل نہیں۔ نہرو نے اس سلسلے میں غیر جانبدارانہ تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا تاکہ مستقبل میں کوئی اس عہدے کا وقار کم کرانے کی کوشش نہ کرے [۱۰۴] اجنوری ۱۹۴۷ء میں مدراس ہائی کورٹ سے جسٹس آر کلارک نے مالاکنڈ کے واقعات کی تحقیقات کی۔ شیخ محبوب علی کو اپنے فرائض سے غفلت برتنے پر ملازمت سے ریٹائر کرایا گیا۔ [۱۰۵]

پیر صاحب نے بھی پنڈت نہرو کے دورہ سرحد کے موقعہ پر اپنے تئیں بہترین کوشش کی کہ اس موقع پر وہ نہرو پر کسی طرح یہ ثابت کر دیں کہ صوبہ سرحد کے لوگوں نے اپنا مستقبل پاکستان کے ساتھ وابستہ کر لیا ہے۔ پنڈت نہرو کی داستان حیات لکھنے والے مصنف، گوپال کے مطابق گورنر سرحد کو اس کا پتہ تھا کہ پیر صاحب بھی اس دورہ کی مخالفت کریں گے پھر بھی گورنر سرحد سر اولف کیرو نے ان کے خلاف نہ کوئی اقدام کیا اور نہ قبائلی علاقے کے دورے کرنے سے پیر صاحب کو روکا۔[۱۰۶] پیر صاحب نے قائداعظمؒ کو لکھے گئے ایک خط میں بیان کیا کہ پہلے تو ان کو یہ خوف محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آل انڈیا مسلم لیگ کی پالیسی کے خلاف کوئی واقعہ رونما ہو اور قائداعظمؒ ناراض ہو جائیں لیکن جب ان کو پتہ چلا کہ قائداعظمؒ ناراض نہیں ہوں گے تو پھر ان کو اطمینان ہوا۔ پیر صاحب کے بقول انہوں نے یہ ساری کارروائی صرف اس لئے کی کہ "جناب نے اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ پھر پنڈت نہرو اور پٹیل سرحد کو خوشی کے ساتھ پہلے کی طرح نہیں آئیں گے۔ چونکہ وہ اس بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے آ رہا تھا اور ہم لوگ یہ چاہتا تھا کہ آپ کا پیشنگوئی خدا کا فضل سے درست ثابت ہو جائے"۔[۱۰۷] اس موقعہ پر ظفر علی خان نے ایک دلچسپ نظم کہی جس کا ایک شعر پیر صاحب کو کسی نے بھیجا وہ کچھ اس طرح ہے:

لایا ہے پیر مانکی ایک ایسا انقلاب   رنگت معاً بدلنے لگی آسمان کی[۱۰۸]

قائداعظمؒ نے بھی پیر صاحب کی خدمات کو سراہا۔ انہوں نے ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو پیر صاحب

حوالہ جات

۱۔ محمد شفیع صابر،

قائداعظم اور صوبہ سرحد

(پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی، ت ن) ص: ٦٦

۲۔ عزیز جاوید،

قائداعظم اور سرحد

(پاکستان: ادارہ تحقیق و تصنیف - ۱۹۷۸ء) ص ص: ۱۱۳-۱۱۲

۳۔ صابر، بحوالہ سابقہ، ص ص: ۱۰۹-۱۰۸ -

۴۔ Quaid-i-Azam to Pir of Manki Sharif, 20 Nov, 1945 *(Manki Personal Collections)*

۵۔ صابر. بحوالہ سابقہ ص: ۱۱۲ -

٦۔ ایضاً -

۷۔ Jamil ud Din Ahmad, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah* (Lahore: Shaikh Muhammad Ashraf, 1964), II, pp. 238-244

۸۔ صابر. بحوالہ سابقہ ص ص: ۱۲۰ - ۱۱۹ -

۹۔ Sayed Wiqar Ali Shah, *op. cit.*, p. 158.

۱۰۔ انٹرویو مولانا مدرار اللہ مدرار - ۱۹۸۷ء - ۳ - ۱۳ اور

صوفی میر احمد - ۱۹۸۷ء - ۱ - ۲۷ -

۱۱۔ سردار عبدالرب نشتر،

آزادی کی کہانی میری زبانی

(کراچی: طاہر نیوز ایجنسی، ت ن) ص: ۸۰

۱۲۔ عزیز جاوید، بحوالہ سابقہ، ص ص: ۱۴٦ - ۱۴۵ -

۱۳۔ مولانا مدرار اللہ مدرار، بحوالہ سابقہ -

۱۴۔ صوفی میر احمد، بحوالہ سابقہ

۱۵۔ Mian Ahmad Shah, quoted in Wiqar, *op. cit.*, 186 - 187.

کے نام ایک خط میں کہا کہ مجھے یہ پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ نے پوری دل جوئی کے ساتھ مسلم لیگ کے لئے کام کرنا شروع کیا۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بہترین اور قابل اشخاص سامنے آئیں اور بے لوث و غرض پاکستان کے عظیم مقاصد کے لئے کام کریں۔ اب یہ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ کسی ہی فرقے سے تعلق رکھتا ہو کہ مسلم لیگ کے جھنڈے تلے ہمارے لوگوں کو منظم کرنے کا کام کریں۔ ۱۰۹

بہرحال پنڈت نہرو کے دورہ سرحد کے موقع پر پیش آنے والے واقعات نے صوبائی مسلم لیگ کو منظم کرنے میں خاص مدد دی ۱۱۰ مسلم لیگ صوبہ سرحد نے قبائلی علاقے میں اپنی تنظیم بہترین طریقے سے بنائی۔ وہ قبائل جو پہلے ہندوستان کے معاملات میں عموماً بے خبر ہوتے اب وہاں آئینی ترقی کو پسندیدگی کی نظروں سے دیکھنے لگے ان کے مذہبی رنگ کو پاکستان میں رنگا گیا۔ نومبر کے وسط میں وائسرائے نے خود صوبہ سرحد کا دورہ کیا تاکہ ان تلخیوں کو دور کر سکے جو پنڈت نہرو کے دورہ سرحد کے موقع پر پیدا ہو گئی تھی۔ وہ خیبر گئے اور وانا میں احمد زئی وزیریوں سے بھی ملے۔ مالاکنڈ میں بھی وائسرائے سے پاکستان کے مطالبہ کے متعلق بات چیت کی گئی ۱۱۱

ایک چیز اب واضح طور پر سامنے آ گئی۔ وہ یہ کہ اب مسلمانان صوبہ سرحد کی نگاہیں پاکستان کی طرف اٹھنے لگیں۔ وہ اب مزید کانگریس کی ہندو نوازیالیسیوں سے متفق ہونا نہیں چاہتے تھے لوگ اب پیر صاحب مانکی شریف کی قیادت میں اپنے لئے ایک علیحدہ اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کے سلسلے میں جدوجہد کے لئے میدان میں نکل آئے تھے۔

۳۱- چکرورتی راج گوپال اچاریہ ایک مقبول ہندو لیڈر تھے۔ وہ ۱۹۲۱ء سے ہی کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔ مہاتما گاندھی کے ذاتی دوست تھے۔ قرارداد لاہور (۱۹۴۰ء) کی پہلے تو انہوں نے مخالفت کی کیونکہ ان کے بقول یہ " ایک بچے کو دو ٹکڑوں میں کاٹنے " کے مترادف تھی۔ بعد میں انہوں نے اصولی طور پر اس سے سمجھوتہ کر لیا۔ ۲۳ اپریل ۱۹۴۱ء کو انہوں نے صوبائی کانگرس مدراس سے ایک قرارداد منظور کروائی جس کی رو سے انہوں نے مسلم لیگ کی پیش کردہ قرارداد لاہور کی پر زور تائید کروائی۔ اس کے بعد راجاجی نے کانگرس کی ورکنگ کمیٹی منعقدہ اپریل ۲۷ اور ۲۸ الہ آباد میں وہ قرارداد منظوری کے لیئے پیش کی۔ ان کی قرارداد کو زبردست مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ جس پر راجاجی نے آل انڈیا کانگرس کی ورکنگ کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ راجاجی نے قائداعظم سے اپنا رابطہ قائم رکھا اور انہیں وہ فارمولا پیش کیا جس کی رو سے مسلم لیگ نے کانگرس کے ساتھ حکومت کی تشکیل میں مدد دینا تھی۔ تقسیم کے متعلق ان کی تجاویز یہ تھیں کہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں استصواب رائے کرایا جائے اگر وہاں کی اکثریت متحدہ ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کرتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ان کو بغیر کسی تعصب کے ان کا حق دیا جائے۔ استصواب رائے سے قبل ہر پارٹی کو اپنا اپنا نقطہ نظر پیش کرنے کی اجازت ہو۔ قائداعظم نے راجاجی کے اس فارمولے میں پاکستان کا ایک موہوم سا خاکہ دیکھا۔

۳۲- فائق کامران،

<u>تحریک پاکستان، ہماری جدوجہد آزادی</u>

(لاہور: فیروز سنز، ۱۹۷۶ء)، ص ص: ۲۶۷-۲۶۶-

۳۳- <u>ایضاً</u>۔ ص ص: ۲۷۱-۲۶۹-

مزید تفصیلات کے لیئے دیکھیئے۔

Syed Sharif ud Din Pirzada, *Evolution of Pakistan* (Lahore: 1962) pp. 226-241; Sarwar Hasan, *The Transfer of Power* (Karachi: Institute of International Affairs, 1966), pp. 121-135.

۳۴- **Jamil ud Din Ahmad, *Historic Documents on the Muslim Freedom Movement, op. cit.*, p. 496.**

۳۵- **Makhdumzada Syed Hassan Mahmud, *op. cit.*, pp. 491-492.**

۳۶- فائق، <u>بحوالہ سابقہ</u>، ص ص: ۲۷۹-۲۷۸-

Chaudhry Khaliq uz Zaman ۱۶۔
Pathway to Pakistan
(Lahore: Ferozsons, 1961), p. 331.

Shafique Ali Khan, ۱۷۔
Two Nation Theory - as a Concept, Strategy and ideology,
(Hyderabad: Markaz Shaoor-o-Alam, 1973), p. 883.

Khaliq uz Zaman, *op. cit.*, p. 332. ۱۸۔

۱۹۔ نشتر، بحوالہ سابقہ، ص: ۹۷۔

۲۰۔ پیر مانکی شریف بنام قائد اعظم۔ ۱۶ جنوری ۱۹۴۶ء
(سید شمس الحسن ذاتی ذخیرہ کراچی)

Quaid-i-Azam to Pir Sahib of Manki Sharif 17 Jan., 1946 ۲۱۔
(Manki Collections)

Wiqar, *op. cit.*, p. 191. ۲۲۔

Peter Hardy, ۲۳۔
The Muslims of British India
(Karachi: Pak Publishing House, 1973), p. 240

Richard Symonds, ۲۴۔
The Making of Pakistan
(Karachi: National Book Foundation, 1976), p. 71

Erland Jansson, *op. cit.* p. 148. ۲۵۔
For full details see Wiqar, pp. 176-195 and Sharif al-Mujahid,
Quaid-i-Azam Jinnah: Studies in Interpretation,
(Karachi: Quaid- i-Azam Academy, 1981), pp. 135-136.

Mian Zia ud Din to Quaid-i-Azam quoted in Wiqar, *op. cit.*, p. 195. ۲۶۔

Lord Pethick Lawrence to Viscount Wavell, 22 Jan., 1946. ۲۷۔
TP. VI., p. 834.

Muhammad Ashraf, ۲۸۔
Cabinet Mission and After
(Lahore: Muhammad Ashraf, nd), p. 1.

Ibid., pp. 5-6. ۲۹۔

۳۰۔ صلاح الدین ناسک۔
تحریک آزادی
(لاہور: عزیزیہ پبلشرز، ۱۹۷۵ء) ص: ۴۲۴۔

۵۷۔ صوفی میر احمد بحوالہ سابقہ انٹرویو۔

۵۸۔ Wiqar, *op. cit.*, p. 210.

۵۹۔ Jansson, *op. cit.*, pp. 179-180.

۶۰۔ محمد عالم خان بنام پیر صاحب مانکی شریف ۱۸ ستمبر ۱۹۴۶ء (مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۶۱۔ فائق، بحوالہ سابقہ۔ ص: ۲۸۷۔

۶۲۔ نشتر، بحوالہ سابقہ۔ ص: ۹۹۔

۶۳۔ اللہ بخش یوسفی، سرحد اور جدوجہد آزادی (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۸ء) ص ص: ۴۴-۴۳۔

۶۴۔ جنرل فارسٹ یوسفی، بحوالہ سابقہ، ص: ۵۲۔

۶۵۔ محمد شفیع صابر، تاریخ صوبہ سرحد (پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی ۱۹۸۶) ص: ۴۳۷۔

۶۶۔ یوسفی۔ بحوالہ سابقہ۔ ص: ۵۳۔

۶۷۔ For Full details of the formation of the NWFP see Lal Baha, *NWFP Administration Under British Rule 1901-1919* (Islamabad, National Commission on Historical and Cultural Research, 1978) pp. 12-31.

۶۸۔ صابر، بحوالہ سابقہ۔ ص ص: ۸۰۷-۸۰۶۔

۶۹۔ آپ کا اصلی نام مرزا علی خان تھا، میر علی کیمپ (شمالی وزیرستان) کے بنوں سے ٹوچی جانے والی سڑک پر ایک چھوٹے سے گاؤں ایپی کی مسجد میں امام تھے۔ آپ کی پیدائش کا سال ۱۸۹۷ء ہے۔ والد ارسلا خان ایک دینی عالم تھے۔ آپ کا تعلق شمالی وزیرستان کی طوری خیل وزیروں کی شاخ ہیبتی مدی خیل سے تھا۔ اسلام بی بی کے واقعے کے بعد پہلی دفعہ منظر عام پر آئے۔ فقیر صاحب نے وزیرستان کے تمام قبائل وزیر محسود داوڑ اور بھٹنی میں اتحاد قائم کیا۔ انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا، جہاد کے اعلان پر آپ کے ہزاروں مرید جہاد میں مصروف ہو گئے۔ تمام وزیرستان سپین وام سے داناتنگ آپ کا میدان تھا۔ اگر کسی ایک علاقے میں

H.V. Hodson, ۳۷-
The Great Divide
(Dacca: Oxford University Press, 1969). p. 145.

Syed Sharif ud Din Pirzada, *Foundations of Pakistan:* II, ۳۸-
op. cit., p. 540.

Quaid-i-Azam as quoted in *Ibid.* ۳۹-

Hardy, *op. cit.*, p. 248. ۴۰-

Pirzada, *Evolution of Pakistan*, *op. cit.*, p. 243. ۴۱-

Ram Gopal, ۴۲-
Indian Muslims: A Political History
(Lahore: Book Traders, 1976), p. 309.

۴۳۔ فائق، بحوالہ سابقہ، ص ص: ۲۷۳ - ۲۷۲ -

Sarwan Hasan, *op. cit.*, pp. 148-149. ۴۴-

۴۵۔ صلاح الدین، بحوالہ سابقہ ص: ۴۴۲

Mahmud, *op. cit.*, pp. 496-498. ۴۶-

Chaudhry Mohammad Ali, ۴۷-
The Emergence of Pakistan
(Lahore: Research Society, 1973) p. 74.

Shafique, *op. cit.*, p. 889. ۴۸-

Hector Bolitho, ۴۹-
Jinnah: The Creator of Pakistan
(London: John Murray, 1954), p. 167.

Wiqar, *op. cit.*, p. 205. ۵۰-

Symonds, *op. cit.*, p. 73. ۵۱-

Jansson, *op. cit.*, p. 177. ۵۲-

Wiqar, *op. cit.*, p. 208. ۵۳-

Jansson, *op. cit.*, p. 179. ۵۴-

Wiqar, *op. cit.*, p. 209. ۵۵-

Ibid. ۵۶-

۸۲۔ مظاہرہ کمیٹی بنام پیر صاحب مانکی شریف۔ ت ن
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۸۳۔ Mian Zia ud Din quoted in Wiqar, *op. cit.*, p. 220.

۸۴۔ Jansson, *op. cit.*, p. 182.

۸۵۔ نشتر بحوالہ سابقہ ص: ۹۹۔

۸۶۔ بہادر شاہ ظفر،
پښتانه د تاریخ په رڼا کښې (پشتو)
(پشاور یونیورسٹی بک ایجنسی، ت ن) ص ص ۱۲۰۸، ۱۲۰۷۔

۸۷۔ Olaf Caroe to Wavell, 15 Oct., 1946.
TP. VIII. p. 730.

۸۸۔ Wavell to Mr. Jinnah, 15 Oct., 1946,
TP. VIII, p. 731.

۸۹۔ Mr. Jinnah to Wavell, 15 Oct., 1946,
TP. VIII, p. 737.

۹۰۔ Abdul Ghaffar Khan, *op. cit.*, p. 184.

۹۱۔ Wiqar, *op. cit.*, pp. 222-223.

۹۲۔ Ibid., pp. 249-250.

۹۳۔ Bright, *op. cit.*, p. 212.

۹۴۔ Khan Faqira Khan quoted in Bright, *op. cit.*, p. 213.

۹۵۔ Jansson, *op. cit.*, p. 183.

۹۶۔ حمید ترین، بحوالہ سابقہ ص: ۱۹۰۔

۹۷۔ Jansson, op. cit., p. 183.

۹۸۔ Bright, *op. cit.*, p. 217.

۹۹۔ ذوالفقار علی علی زئی بنام پیر صاحب مانکی شریف۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

امن قائم کر لیا جاتا تو دوسرے علاقے میں شورش پھوٹ پڑتی۔ آپ کے خلاف بے شمار دفعہ مہمیں بھیجیں گئیں لیکن ہر دفعہ ان کو ناکامی ہوئی۔ کوئی مہینہ کوئی سال ایسا نہیں گزرا جس میں برطانوی حکومت نے آپ کے خلاف فوجی مہمیں نہ بھیجیں ہوں لیکن وہ آپ پر ہاتھ ڈالنے میں ناکام رہے۔ آخری عمر میں چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ جہاں جاتے لوگ انہیں چارپائی پر اٹھا کر لے جاتے روحانی فیض حاصل کرنے کے لیے دور دور سے لوگ ان کے پاس آتے۔ آپ نے ۱۶ اپریل ۱۹۶۰ء کو بمقام گوردیک وفات پائی۔

۷۰۔ عبدالحمید ترین،

فقیر ایپی

(کراچی: تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۸۴ء) ص ص: ۶۹ - ۶۸۔

۷۱۔ Abul Kalam Azad, *op. cit.*, p. 169.

۷۲۔ Abdul Ghaffar Khan,
My Life and Struggle
(New Delhi: Hind Pocket Books, nd.) pp. 183-184.

۷۳ J.S. Bright,
The Great Nehrus
(London: Tagore Memorial Publication, 1947) p. 212.

۷۴۔ *Ibid.*, p. 193.

۷۵۔ Wiqar, *op. cit.*, p. 217.

۷۶۔ Sir Olaf Caroe to Lord Wavell, 29 Sept., 1946,
TP. VIII p. 626.

۷۷۔ Minutes by Mr. Abell and Wavell, 30 Sept., 1946,
TP. VIII, p. 627.

۷۸۔ Lord Wavell to Pethick Lawrence, 9 Oct., 1946,
TP. VIII, 1979, p. 685.

۷۹۔ ابوالکلام آزاد،

ہماری آزادی

(لاہور: ہمایوں پبلشرز، ۱۹۷۸ء) ص: ۳۴۲۔

۸۰۔ Jansson, *op. cit.*, pp. 181-182.

۸۱۔ پیر صاحب مانکی شریف بنام مظاہرہ کمیٹی صوبائی مسلم لیگ۔ ت ن

(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

تحریک پاکستان اور پیر صاحب

حصّہ دوم

۱۹۴۷ء کے اوائل سے ہی صوبائی مسلم لیگ دن بدن زور پکڑتی گئی۔ اب وہ پرانی چند خان بہادروں اور نوابوں والی مسلم لیگ نہیں تھی بلکہ اس میں ایسے بے لوث و غرض عوامی رہنما شامل ہو چکے تھے جن کا اولین مقصد مسلمانوں کی خدمت کرنا تھا۔ اس کے لئے انہوں نے اپنے لئے ایک الگ اسلامی مملکت کے قیام کا مطالبہ پیش کرنے والوں کا ساتھ دیا۔ اس میں سے سرفہرست محمد امین الحسنات پیر صاحب مانکی شریف بخت جمال خان اور ارباب عبدالغفور خان وغیرہ شامل تھے۔ ان کے علاوہ کانگرس کے چند اور رہنما مثلاً ثمین جان خان۔ میاں محمد شاہ۔ میاں عبداللہ شاہ اور عبدالقیوم خان وغیرہ بھی مسلم لیگ میں شامل ہو چکے تھے۔ ان کی سیاسی زندگی کا بڑا حصہ کانگرس میں گزرا تھا لیکن اب ان لوگوں نے مسلم امت کی فلاح و بہبود کے لئے مسلم لیگ میں شامل ہو کر ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ صوبائی لیگ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگی ان لوگوں نے سارے صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور لوگوں کو پاکستان سے روشناس کرایا۔

صوبہ سرحد میں تحریک سول نافرمانی

ہندوستان کے اکثر شہروں میں صوبہ سرحد کے کافی باشندے مختلف قسم کے روزگار کر رہے تھے۔ بمبئی جیسے بڑے صنعتی شہر میں تو پختونوں کی بہت بڑی تعداد بس رہی تھی۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء سے ہندوستان کے ہندو مسلم فسادات کی خبروں سے صوبہ سرحد کے مسلمان باشندوں کو فکر دامنگیر ہونے لگی جب ہند میں فسادات شروع ہوئے تو وہاں سے پختون اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے لگے اور ساتھ ہی وہ واقعات حوادث بیان کرنے لگے جو وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ پیش آئے تھے۔ یہاں کی صوبائی مسلم لیگ نے اپنے مختلف وفود فساد زدہ علاقوں

Abdul Ghaffar Khan, *op. cit.*, p. 186. ۱۰۰۔

۱۰۱۔ صابر، تاریخ صوبہ سرحد، بحوالہ سابقہ، ص ص ۱۰۱۰ - ۱۰۰۹۔

Abdul Ghaffar, *op. cit.*, pp. 186-187. ۱۰۲۔

Ibid., pp. 188-189. ۱۰۳۔

Pandit Nehru to Olaf Caroe, 26 Oct., 1946, ۱۰۴۔
TP. VIII, pp. 820-821.

Wiqar, *op. cit.*, p. 230. ۱۰۵

Sarvepalli Gopal, ۱۰۶
Jawaharlal Nehru: A Biography 1889-1947
(London: Oxford University Press, 1975), I, p. 333

۱۰۷۔ پیر مانکی شریف بنام قائد اعظم۔ ۱؍ نومبر ۱۹۴۶ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۱۰۸۔ گمنام بنام پیر صاحب مانکی شریف۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

Quaid-i-Azam to Pir of Manki Sharif, 30 Oct., 1946. ۱۰۹۔
(Manki Collections)

Wavell to Pethick - Lawrence, 22 Oct., 1946. ۱۱۰۔
TP. VIII. pp. 765-767.

Jansson, *op. cit.*, pp. 188-189. ۱۱۱۔

میں مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیجے وہ لوگ وہاں سے مزید داستانیں ہندوؤں کے ظلم و ستم کے ساتھ لائے۔ ثبوت کے طور پر وہ قرآن شریف کے ادھ جلے اور پھٹے ہوئے اوراق پیش کرتے جو وہ لوگ اپنے ساتھ لاتے تھے۔ ان کے علاوہ خون آلود کپڑے اور انسانی جسم کے کٹے ہوئے اعضا بھی جو ان کے مطابق مسلمان مقتولین کے ہوتے ہمراہ لائے۔ ان داستانوں اور واقعات نے مسلم اکثریتی کے اس صوبے کے حالات خراب کر دیئے یہاں پر مسلمانوں کی اکثریت ہونے کے باوجود کبھی بھی ہندوؤں یا اور غیر مسلموں پر انہوں نے ظلم نہیں کیا تھا۔ البتہ یہ داستانیں سن سن کر اب ان کا رویہ غیر مسلموں کے ساتھ بدلنے لگا

صوبہ سرحد میں ڈاکٹر خان صاحب کی آئینی وزارت تھی۔ اس وزارت کے ساتھ صوبائی اسمبلی کے اراکین کی واضح اکثریت تھی۔ صوبہ سرحد کی مسلم لیگ بہت کوشش کر کے بھی آئینی طور پر اس کو ختم نہیں کر سکتی تھی اس لیے انہوں نے خان صاحب وزارت سے نپٹنے کے لئے اور طریقے سوچنے شروع کر دیئے اس دوران مہنگائی اور اشیائے صرف کی قلت نے حالات مزید خراب کر دیئے۔ مسلمانوں نے ہندو دکانداروں کو اس مصنوعی قلت کا ذمہ دار گردانا۔

دسمبر ۱۹۴۶ء میں حالات اور بگڑے سات اور آٹھ دسمبر ۱۹۴۶ء کی درمیانی شب کو تندھار قبیلے کے مسلح لوگوں نے ہزارہ میں ٹیل بازار پر حملہ کر دیا انہوں نے بازار لوٹ لیا اور پھر دو کانوں کو آگ لگا دی اگلی رات کو اوگئی بازار میں یہی کہانی دہرائی گئی کچھ لوگوں کے مطابق اس سارے واقعات کے پس منظر ملا تھے۔ وہ غیر مسلموں سے بہار کے مسلمانوں کے قتل عام کا بدلہ لے رہے تھے۔ غیر مسلموں نے مزید حملوں کے خوف سے علاقہ خالی کرنا شروع کر دیا چند ہی دن بعد غیر مسلموں کو نکالنے والی گاڑی پر حملہ کر کے چودہ غیر مسلموں کو قتل کیا گیا۔ ستائیس زخمی ہوئے مرنے والوں اور زخمی ہونے والوں میں اکثریت عورتوں اور بچوں کی تھی۔ اگلے چند ہفتوں میں غیر مسلموں کا انخلاء پنجاب اور کشمیر کی طرف ہونے لگا [1] سرحد حکومت نے اس کا جواب ایبٹ آباد اور ہزارہ میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کی صورت میں دیا تندھار قبائل کو بازاروں کو لوٹنے، معصوم لوگوں کو قتل کرنے اور سرکاری املاک کو نقصان پہنچانے پر سزا سنا دی گئی۔ جرمانے کے طور پر انہوں نے پچھتر ہزار روپے پچھتر ۳۰۳ رائفلیں اور ۴۰ افراد بطور ضمانت دینے تھے، اگر وہ شرائط پوری کرنے میں ناکام رہے تو ان

کو سزا دینے کے لئے ان کے خلاف ایک فوجی مہم بھیجنے کا منصوبہ بنایا گیا [2]

مسلم لیگ صوبہ سرحد نے اس صورت حال کو اپنے لئے خاص سود مند پایا لیگ کے سرکردہ رہنماؤں نے ہزارہ کا دورہ کیا اور لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ کسی قسم کا جرمانہ حکومت کو ادا نہ کرے۔ کیونکہ صوبے کی کانگرس حکومت کی پالیسی مسلم کش ہے۔ عبدالقیوم خان کے مطابق ہزاروں کی تعداد میں مسلمان بہار میں مارے گئے لیکن کسی نے کوئی جرمانہ ادا نہیں کیا اور اب صرف چند ہندوؤں کی خاطر مسلمانوں کو اتنی بڑی سزا دی جا رہی ہے [3]

جنوری کے آغاز میں وہ واقعہ پیش آیا جس کا صوبائی مسلم لیگ کو شدت سے انتظار تھا۔ جنوری ۱۹۴۷ء کے اوائل میں ہزارے کی ایک حاملہ سکھ عورت بسنتی نامی نے اسلام قبول کر کے ایک مسلمان محمد زمان سے شادی کر لی۔ کہا جاتا تھا کہ محمد زمان اس گروہ میں شامل تھا جس نے بسنتی کے شوہر کو قتل کیا تھا اس بات نے سرحد اور پنجاب کے سکھوں میں آگ سی لگا دی۔ ان کا کہنا تھا کہ عورت کو زور سے مسلمان کیا گیا ہے جبکہ مسلمانوں کا یہ دعویٰ تھا کہ لڑکی اپنی رضا سے مسلمان ہوئی ہے۔ اس چیز کو معلوم کرنے کے لیے لڑکی کو ڈاکٹر خان صاحب کے پاس پشاور بھیجا گیا۔ وہاں پر وہ ڈاکٹر خان صاحب کی نگرانی میں دے دی گئی اپنے قیام کے دوران حکام کی موجودگی میں اپنے مسلمان خاوند اور سکھ خاندان کے سامنے اقرار کر لیا کہ وہ سکھوں میں واپس لوٹنا چاہتی ہے اور اپنے خاوند کے قاتل کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی وہ ہزارے واپس بھیج دی گئی صوبائی مسلم لیگ نے اس واقع کو خوب اچھالا۔ انہوں نے ڈاکٹر خان صاحب پر الزام لگایا کہ اس کے دباؤ میں آکر عورت نے یہ بیان دیا۔ انہوں نے اس کی مماثلت اسلام بی بی کے واقعے کی طرح کی [4] صوبے بھر میں حالات خراب ہوتے گئے۔ کشیدگی دن بدن بڑھتی گئی۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان جو اختلافات پیدا ہو گئے تھے ان میں اضافہ ہوتا گیا صوبے بھر میں مسلم لیگ نے احتجاجی جلسے مختلف مقامات پر کروائے۔

فروری ۱۹۴۷ء کے آغاز سے صوبائی مسلم لیگ نے ہزارہ کے واقعات پر خان وزارت کو چیلنج کرنے کا فیصلہ کیا صوبائی لیگ نے ایک وار کونسل (جنگی کمیٹی) بنائی جس کا سربراہ پیر مانکی شریف کو مقرر کیا گیا۔ ساتھ ساتھ صوبے کے تمام لیگ حلقوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے حلقے میں "مجاہدین" کی ایک جماعت تیار رکھیں تاکہ بوقت ضرورت

کانگرس حکومت کے خلاف کام آسکیں ۵ ۱۸ فروری کو سرحد مسلم لیگ نے سول نافرمانی کا باقاعدہ آغاز مردان سے کیا ۔ عبدالقیوم خان نے اس موقع پر ایک ولولہ انگیز تقریر کی۔ اس کو بمعہ چند رفقاء کے دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرنے پر گرفتار کر لیا گیا ۔ ان کی گرفتاری پر سول نافرمانی کی تحریک نے صوبہ سرحد میں زور پکڑا آہستہ آہستہ تحریک مردان اور پشاور کے علاوہ بھی پورے صوبے میں پھیل گئی ۔ جلد ہی مردان کی گرفتاریوں پر احتجاج کرنے کے لیے مسلم لیگ کونسل کا اجلاس ہوا ۔ ۲۱ فروری کو پشاور میں چوک یادگار میں مسلم لیگ کا ایک بہت بڑا جلسہ ہوا ۔ جلسہ سے صوبائی مسلم لیگ کے نامی گرامی حضرات نے خطاب کیا اور مطالبات کے علاوہ ان کا سب سے بڑا مطالبہ یہ تھا کہ نومسلمہ کو مسلمانوں کے حوالے کیا جائے اور ہزارہ سے فوجیں واپس بلوائی جائیں ۔ انہوں نے مردان میں لیگ رہنماؤں کی گرفتاریوں پر شدید رنج وغم کا اظہار کیا اور حکومت سے ان کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا ۔ جلسہ کے بعد ایک بڑا جلوس ترتیب دیا گیا جو بازاروں سے ہوتا ہوا ڈاکٹر خان صاحب کے بنگلے کی طرف روانہ ہوگیا ۔ پولیس نے راستے میں جلوس روکنے کی کوشش کی لیکن انہیں ناکامی ہوئی ۔ جلوس کی قیادت ارباب عبدالغفور خان اور فدا محمد خان کر رہے تھے ۔ جلوس کو منتشر کرنے کے لیے پولیس نے آنسو گیس کا سہارا لیا لیکن ان کو ناکامی ہوئی ، جلوس کے شرکاء آخر کار وزیر اعلیٰ سرحد کے بنگلے میں داخل ہو گئے ڈاکٹر خان صاحب معہ یحییٰ خان وزیر تعلیم بنگلے کے بالکونی میں کھڑے ہو کر جلوس کو دیکھتے رہے ۔ جلوس نے نیچے صحن میں باقاعدہ ایک جلسے کی صورت اختیار کر لی ۔ ارباب عبدالغفور خان اور بخت جمال خان نے بڑی جوشیلی تقریریں کیں اور وزیر اعلیٰ سرحد سے مستعفی ہو جانے کا مطالبہ کیا ڈاکٹر خان صاحب غور سے سب کچھ سنتے رہے ۔ جب ارباب عبدالغفور خان نے کہا کہ "قوم تم سے مطالبہ کرتی ہے کہ استعفیٰ دو" تو ڈاکٹر خان نے کہا "قوم کہاں ہے" ؟ اس پر بخت جمال خان نے مظاہرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ قوم ہی تو ہے" ڈاکٹر خان صاحب نے جواب دیا "یہ قوم نہیں یہ مظاہرین ہیں ۔ جن لوگوں نے مجھے یہ اعزاز بخشا ہے اگر وہ کہیں تو میں مستعفی ہو جاؤں گا" مظاہرین کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس کا بے تحاشا استعمال کیا گیا پھر گرفتاریاں شروع ہوگئیں ۔ ارباب عبدالغفور خان ، بخت جمال خان ، فدا محمد خان ، سید مظہر گیلانی ، حافظ

عبدالحق ، حاجی غلام غوث صحرائی ، پہلوان طلاء محمد وغیرہ سب کو گرفتار کر لیا گیا ۔ شام کو کچھ دن سے اور سرکردہ رہنماؤں محمد اشرف خان ، محمد یوسف خان خٹک ، ابراہیم خان جھگڑا ، ارباب نور محمد خان ، میاں محمد شفیع ، حاجی عبدالمالک خان وغیرہ کو بھی گرفتار کر لیا گیا ۔

دن بدن سول نافرمانی کی تحریک زور پکڑتی گئی ۔ مولانا میاں شاکراللہ نے ۳ مارچ ۱۹۴۷ء کو ایک جلوس کی قیادت کرتے ہوئے مردان کی ایک عدالت پر قبضہ کر لیا انہوں نے جج کو کرسی سے اتارا ۔ عدالت کے کام کو معطل کیا اور خود کرسی عدالت پر بیٹھ گئے ۔ بعد از ان پولیس کی ایک بھاری جمعیت نے مولانا صاحب کو بمعہ ان کے رفقا گرفتار کر کے سنٹرل جیل پشاور بھیج دیا ۸ اس سول نافرمانی کے آغاز سے ہی مسلم لیگی رضا کاروں نے گرفتاریاں دینی شروع کیں تھیں ۔ کچھ کو تو حکومت نے نقص امن کے پیش نظر گرفتار کر لیا تھا ۔ پیر صاحب مانکی شریف ابھی گرفتاری سے بچے ہوئے تھے ۔ ان کی مقبولیت کے پیش نظر حکومت ان پر ہاتھ ڈالنا نہیں چاہتی تھی ۔ اس سارے عرصے میں پیر صاحب نے اپنے مریدین کے علاقوں کے دورے کیے اور ان کو کانگرس حکومت کے خلاف تحریک سول نافرمانی جاری رکھنے کی ہدایت کی ۔ صوبے بھر کی جیلیں ان کے مریدوں سے بھر گئیں ۔ انہوں نے اس سارے زمانے میں ایک کلیدی کردار ادا کیا جہاں ان کو موقع ملا وہ بھاگ کر گئے اور کانگرس حکومت کے خلاف لوگوں کو منظم کیا ۔ اس دوران ان کو بے شمار خطوط آئے جن میں ان کو ثابت قدم رہنے کا مشورہ دیا گیا ۔ اس قسم کا ایک خط ڈیرہ اسماعیل خان سے محمد رمضان وکیل صاحب نے پیر صاحب کے نام بھیجا خط میں اس نے واضح کیا کہ آپ کے آجانے سے ایک نئی روح ان اضلاع میں پیدا ہو جاتی ہے ۔ میں گذارش کروں گا کہ ہر سہ ماہی میں کم از کم ایک دورہ ان اضلاع کا ضرور کیا کریں ، تین تین دن ایک ضلع کو اگر آپ نے دیے تو یہ سمجھ لیجیے کہ یہاں کی بیداری پھر مستقل ہو جائے گی ۔ اب بھی حالت اچھی ہے صرف آپ کے انجکشن دینے کی ضرورت ہے ۔ اگر آپ ایک دفعہ بھی سہ ماہی میں تشریف لائے تو ہمارے اضلاع میں باہر سے اور کسی شخص کی ضرورت نہیں پڑے گی ۹ پیر صاحب نے اس سلسلے میں اور سجادہ نشینان صاحبان سے بھی رابطہ قائم رکھا ۔ اس سلسلے میں سجادہ نشین محمد اعظم شاہ صاحب نے ان سے مشورہ مانگا اور مزید یہ کہا کہ اگر حکومت سرحد آپ پر ہاتھ ڈالے تو ان کو اطلاع دے دیں تاکہ وہ مناسب کارروائی کر سکیں ۱۰

صوبائی مسلم لیگ نے اس سلسلے میں ایک کونسل بھی بنائی۔ اس کونسل کے صدر میاں عبداللہ شاہ کو بنایا گیا۔ میاں عبداللہ شاہ کے علاوہ میاں محمد شاہ آف پبی اور شیر بہادر خان وکیل آف بدرشی کونسل کے اراکین میں سے تھے انکو ہدایت کی گئی کہ تحریک کو کامیاب بنانے کے لیئے ان افراد کا باہر رہنا ضروری ہے۔ اس لیئے یہ اراکین اپنے آپ کو گرفتاری کے لیئے پیش نہ کریں اور روپوش رہ کر سول نافرمانی کی تحریک کو کامیاب بنائیں [11] اس تحریک کو مزید جلا میجر خورشید انور نے بخشی۔ یہ اب تک واضح نہیں ہو سکا کہ اس کو آل انڈیا مسلم لیگ کی ہائی کمان نے سول نافرمانی کی تحریک کو کامیاب بنوانے کے لیئے بھیجا تھا یا وہ خود بحیثیت نائب سالار اعلیٰ نیشنل گارڈز مسلم لیگ کے آیا تھا۔ بہرحال اس کی شمولیت نے تحریک میں زبردست جان ڈالی۔ اس کا طریقہ کار جنگی کونسل سے مختلف تھا۔ تاہم اکثر اوقات وہ ان سے کاموں کے سلسلے میں صلاح و مشورہ لیتا رہا [12] ان ہی دنوں پنجاب میں سر خضر حیات خان ٹوانہ کی حکومت کے خلاف مسلم لیگ کی سول نافرمانی کی تحریک زوروں پر تھی پنجاب کی خضر حکومت ۲۴ جنوری ۱۹۴۷ء کو مسلم لیگ کی رضاکار تنظیم مسلم نیشنل گارڈز کو خلاف قانون قرار دیا۔ اس پر بطور احتجاج ایک باقاعدہ تحریک چلائی گئی۔ احتجاجی مظاہروں کے دباؤ میں آکر خضر حکومت نے مارچ ۱۹۴۷ء میں استعفیٰ دے دیا [13] پنجاب کی سول نافرمانی کی تحریک کا براہ راست اثر صوبہ سرحد کی تحریک سول نافرمانی پر بھی پڑ رہا تھا۔ لارڈ ویول نے پیتھک لارنس کو خبردار کیا کہ پنجاب کی یونینسٹ وزارت کا زوال سرحد کی کانگریس وزارت پر بھی خاصا اثر انداز ہوگا [14] ایسا ہی ہوا۔ مسلم لیگ کی سول نافرمانی کے دباؤ میں آکر سر خضر حیات خان ۲۱ مارچ ۱۹۴۷ء کو مستعفی ہوئے۔ یہ لیگ کے لئے ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ دوسری کوئی وزارت بنانا ممکن تھی۔ اس لئے پنجاب کو گورنر راج میں دے دیا گیا۔ پنجاب کی وزارت کے مستعفی ہونے پر صوبہ سرحد نے اس دور کے سیاست میں مرکزی حیثیت حاصل کر لی۔ آل انڈیا نیشنل کانگرس اور مسلم لیگ میں زبردست رسہ کشی شروع ہوئی مسلم لیگ نے صوبہ سرحد میں اپنے قدم جمانے کے لئے طور طریقے اختیار کرنے شروع کر دیئے جبکہ کانگریس کے تمام اراکین کی یہی کوشش رہی کہ مسلم لیگ کو صوبہ سرحد میں پھیلنے نہ دیا جائے [15]

پنجاب کی سیاسی صورت حال کے علاوہ جس چیز نے جلتی پر تیل کا کام دیا وہ برطانوی وزیر اعظم کلیمنٹ اٹیلی کا وہ بیان تھا جو انہوں نے ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو دیا۔ اپنے بیان

میں انہوں نے کہا کہ برطانوی حکومت جون ۱۹۴۸ء تک اقتدار ہندوستانی نمائندوں کو منتقل کرنا چاہتی ہے۔ درمیان والے وقفے میں انتقال اقتدار کی تیاریاں کی جائیں گی [16] سرحد مسلم لیگ کے صوبائی سطح پر تمام رہنما جیلوں میں ڈال دیئے گئے۔ صرف پیر صاحب مانکی شریف اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے گرفتاری سے بچے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ میاں عبداللہ شاہ اور ان کے چند رفقا جو وار کونسل میں شامل تھے وہ بھی ہدایت کے مطابق پوشیدہ رہ کر کام کر رہے تھے وہ بھی گرفتاری سے بچے ہوئے تھے۔ پشاور کے علاوہ اور شہروں میں بھی گرفتاریاں کی گئیں۔ ہزارہ سے سول نافرمانی کی تحریک روح رواں جلال الدین عرف جلال بابا کوہاٹ سے تحریک کے نامزد صدر ملک عبدالرحمان کیانی۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے پیر عبداللطیف زکوڑی صاحب اور بنوں سے ملک دمساز خان وغیرہ سب گرفتار کر لئے گئے۔ تحریک کی قیادت اب نوجوان نسل کے ہاتھ میں آگئی۔ اس موقع پر یہ کہنا مناسب ہوگا۔ کہ جب تک تحریک پکے سیاست دانوں کے ہاتھ میں رہی تو پر امن رہی۔ احتجاج کی شکل مظاہروں تک ہی حد محدود تھی اور وہ بھی پر امن لیکن اب جذباتی نوجوانوں کو آگے بڑھنے کا موقع ملا اور تحریک کی قیادت ان کے ہاتھوں میں آگئی۔ اب زیادہ دیر تک پر امن مظاہرے مشکل معلوم ہونے لگے۔ اور مظاہروں میں دن بدن تشدد کا عنصر بڑھتا گیا۔

۱۰ مارچ ۱۹۴۷ء کو اسمبلی کا اجلاس طلب کیا گیا۔ مسلم لیگ کے اکثر ارکان اسمبلی جیلوں میں تھے لیکن انکو کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ صوبائی مسلم لیگ نے فیصلہ کیا کہ جیسے بھی ہو اسمبلی کے اجلاس کو ناکام بنایا جائے۔ چوک یادگار سے ایک بڑا جلوس اسمبلی ہال (موجودہ ہائی کورٹ بلڈنگ) کی طرف بڑھنے لگا۔ پولیس اور فوج کا زبردست پہرا اسمبلی ہال کی طرف لگا دیا گیا فوج کی تنبیہ کے باوجود جلوس آگے بڑھتا گیا۔ حکومت نے وہاں ڈوگرہ سپاہیوں کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی۔ جلوس کے مزید آگے بڑھنے پر فوج نے گولی چلا دی۔ متنی تحصیل نوشہرہ کا ایک نوجوان نواب خان موقع پر جاں بحق ہو گیا جبکہ متنی کا محمد علی خان کچھ دیر بعد چل بسا [17] اس واقع کو بنیاد بنا کر اسی شام شہر میں بیس سے زیادہ سکھوں اور ہندوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ اور ان کی املاک جلا دی گئیں۔ فسادات کی یہ آگ پشاور تک ہی محدود نہیں رہی۔ جلد ہی اس آگ نے پورے صوبہ سرحد کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ کوہاٹ میں سات ہندو مارے گئے اور لاتعداد زخمی ہوئے ڈیرہ اسماعیل خان میں اس آگ نے اٹھارہ آدمی نگل لیئے۔ زخمیوں

کی تعداد تقریباً پچاس تھی۔ یہاں ہر املاک کو بے حد نقصان پہنچایا گیا۔ نو سو دوکانیں اور سرکاری املاک لوٹ مار کا نشانہ بنیں۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے آگ ٹانک تک جا پہنچی۔ مسعود قبائل نے شہر پر حملہ کر دیا۔ مرنے والوں کی تعداد ۳۴ تک جا پہنچی۔ جن میں سترہ حملہ آور شامل تھے کئی دیہاتوں میں بھی یہی کھیل دہرایا گیا۔ اب غیر مسلموں نے بڑے شہروں کا جہاں پر حفاظتی انتظامات قدرے بہتر تھے کا رخ کرنا شروع کر دیا۔ حکام نے سخت حفاظتی اقدامات کئے لیکن تب تک ایک سو اٹھارہ افراد مارے جا چکے تھے جن میں اکثریت ہندوؤں اور سکھوں کی تھی ۱۸ اب صوبے میں امن امان کا مسئلہ خراب ہونے لگا۔ اصل میں بات یہ بھی تھی کہ ہندو وہاں عرصے سے دیہاتوں اور شہروں میں ساہوکاری کر رہے تھے اب ایک پختون کے لئے یہ تو آسان تھا کہ اس مہاجن سے قرض لے لے چاہے اس میں اس کی ساری زندگی ہی کیوں نہ لٹ جائے۔ لیکن یہ وہ کہاں ماننے کو تیار تھا کہ وہی مہاجن اس کے خلاف ہتھیار اٹھا لے۔ یہی وجہ تھی کہ جہاں کہیں ہندوؤں سکھوں نے مزاحمت کی وہاں ان کا نقصان بہت زیادہ ہوا۔ صوبہ سرحد کے ڈیرہ اسماعیل خان اور بنوں کے اضلاع میں ہندوؤں کی اکثریت تھی وہ وہاں کے لوگوں کے ساتھ برابری کرنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے وہاں کے باسیوں کو تشدد کا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کیا۔ اس پر ارد گرد سے قبائل کے لشکر ان کو سزا دینے کے لئے آئے بہرحال ہندو مسلم سکھ اتحاد کی وہ لڑی جو کہ کافی عرصے سے یہاں پرو دی جا رہی تھی اب اس کا مزید برقرار رہنا ناممکن تھا اور اب اس فضا میں اتحاد تو کیا نفرت کی ایسی آگ بھڑک اٹھی جس نے بہت سوں کو بھسم کر کے رکھ دیا۔

اس سارے عرصے میں پیر صاحب محمد امین الحسنات نے اپنے مریدوں میں تحریک سول نافرمانی کی ایک نئی روح پھونک دی انہوں نے اپنے مریدوں کو حوصلہ دیا کہ وہ خان صاحب وزارت کے خلاف میدان میں آئیں۔ پہلے پہل تو سرحد حکومت نے انہیں صوبے بھر میں بے روک ٹوک ہر جگہ جانے کی اجازت دی تھی۔ لیکن مارچ کے آخری ہفتے میں ان سے یہ سہولیات چھین لی گئیں۔ ڈاکٹر خان صاحب نے یہ بات اپنے ایک بیان میں زور دے کر کہی کہ اب تک تو ہم نے پیر صاحب کو کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ کہ جہاں ان کی مرضی وہ جائیں لیکن جلد ہی حالات سے مجبور ہو وہ ان کے خلاف دفعہ ۱۴۴ کے تحت قدم اٹھائیں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ مسلم لیگی ہمیں کافر کہتے ہیں اور انہوں نے

ہمارے خلاف بقول ان کے جہاد شروع کیا ہے لیکن میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اب یہاں کے لوگ اپنے برے بھلے کو جان چکے ہیں۔ اور دوست دشمن کی پہچان رکھتے ہیں وزارت سے مستعفی ہونے کے لئے مطالبے پر انہوں نے کہا کہ میری حکومت پہلے کی طرح اب بھی مضبوط ہے اور یہ صرف مسلم لیگیوں کی خواہش ہے کہ میری منتخب آئینی حکومت کو مستعفی ہو جانا چاہیئے ۱۹ ڈاکٹر خان صاحب کے دعوے کی تائید لارڈ پیتھیک لارنس نے بھی کی۔ اس کو پورا یقین تھا۔ کہ پنجاب میں سول نافرمانی کی تحریک تو بااثر رہی لیکن یہاں تحریک کے کامیاب ہونے کے امکانات بہت کم ہیں ۲۰ آخر کار ڈاکٹر خان صاحب کی حکومت نے پیر صاحب کے خلاف اقدام کر ہی لیا۔ ۲۸ مارچ کو وہ اپنے چند اور ساتھیوں کے ہمراہ کابلی گیٹ خیبر بازار پشاور شہر سے گرفتار کر لئے گئے۔ ایک رات انہوں نے سنٹرل جیل پشاور میں گزاری اور پھر انہیں ان کے اور ہمراہیوں کے ساتھ ہری پور جیل بھیج دیا گیا۔ ان کے بھائی پیرزادہ احمد گل جو گرفتاری کے وقت روپوش تھے نے عہد کیا کہ وہ اپنے مریدوں کے علاقوں میں سول نافرمانی کی تحریک پاکستان کے حصول تک جاری رکھیں گے ۲۱

سول نافرمانی میں مردوں کے شانہ بشانہ عورتوں نے بھی حصہ لیا۔ کوئی دن ایسا خالی نہیں گیا جب ان کے مظاہرے نہ ہوئے۔ جن دنوں صوبہ سرحد کی کانگرس حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی بیگم قاضی میر احمد بیگم شیخ عبدالواحد بیگم سردار حیدر بیگم قاضی عبدالرؤف، ممتاز مجید، ممتاز جمال، مس اکبر، شہیدہ رؤف، قانتہ بیگم، بیگم زری سرفراز، بیگم سردار اورنگ زیب، بیگم محبوب سلطانہ اور بہت سی دوسری خواتین نے تحریک کے دوران اپنا کردار احسن طریقے سے سرانجام دیا۔ جب مرد جیلوں میں چلے گئے تو وہ میدان میں نکل آئیں ۲۲ اس سلسلے میں پیر صاحب مانکی شریف کو مردان کی خواتین نے ایک نہایت جذباتی اور دلچسپ خط لکھا خط میں انہوں نے پیر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "ہمارے بیدار مغز اور باہمت لیڈر اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضر عطا فرمائے۔ کیونکہ اس پر آشوب زمانہ میں آپ کی بلند ہستی ہمارے لئے مشعل راہ کا کام دے رہی ہے۔ اور وہ آپ اور صرف آپ ہی کی ذات ہے جس نے سوئے ہوئے پٹھانوں کو بیدار کیا۔ انہیں غیرت اور جوش دلایا ہمارے غیور اور عالی حوصلہ مجاہد اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی برکتیں نازل کرے۔ آج پھر مسلمانوں پر ابتلا کا زمانہ ہے اور ہمیں پھر عمر اور ابوبکر کی ضرورت ہے۔ پروردگار عالم آپ کی ذات ہمارے

خط بھیجا جس میں انہوں نے پیر صاحب سے درخواست کی کہ آپ علماء صاحبان کو ہدایت جاری کر دیں کر دہ وفود بنا کر مختلف مقامات میں گاؤں گاؤں جلسے کریں اور کانگرس اور عبدالغفار خان کی پالیسیوں کی مذمت کریں [۳۲]

سنٹرل جیل پشاور کا حادثہ

۱۹ مئی ۱۹۴۷ء کو پشاور سنٹرل جیل کا واقعہ ہوا۔ قیدیوں پر بے تحاشا آنسو گیس استعمال کی گئی اور جب اس سے بھی وہ منتشر نہ ہوئے تو ان پر لاٹھی چارج کیا اور آخر میں گولی بھی چلا دی۔ حادثے کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں۔

ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کے خلاف تحریک سول نافرمانی میں حصہ لینے والے کارکن اور رہنما پشاور جیل میں ڈالے گئے وہاں اخلاقی قیدی بھی موجود تھے اب ظاہر ہے دونوں فریقوں میں زمین آسمان کا فرق تھا لیکن بہرحال وقت گزرتا گیا۔ پشاور جیل میں کچھ قیدیوں کو پھانسی دی جانی تھی۔ جب سیاسی قیدیوں کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے اس پر احتجاج کیا کہ ہمارے ہوتے ہوئے ان لوگوں کو پھانسی نہ دی جائے۔ (کچھ لوگوں کے مطابق شاید اس میں بھی کانگریسی حکومت کا ہاتھ ہو۔) ۱۹ مئی کو چند سیاسی قیدیوں نے اپنے ساتھ اور اخلاقی قیدیوں کو بھی ملا لیا۔ انہوں نے جیل میں ایک ہنگامہ کر دیا۔ پھانسی والے قیدیوں کے جنگلے توڑ دیئے گئے اور پھانسی گھاٹ جلا دیا گیا۔ معاملہ اعلیٰ حکام تک جا پہنچا۔ مسٹر سمتھ جو کہ جیل خانہ جات کے جنرل تھے موقع پر پہنچ گئے۔ انہوں نے جیل میں داخل ہوتے ہوئے تمام قیدیوں کو حوالات میں جمع کیا قیدیوں کے ساتھ بات چیت میں کچھ تلخی پیدا ہوئی۔ اس نے اپنے ساتھ آئے ہوئے سکھ اور گورکھا فوج کو لاٹھی چارج کے لیئے کہا۔ جب لاٹھی چارج سے کام نہیں بنا تو بے تحاشا آنسو گیس استعمال کی گئی۔ باہر سے فوج نے احاطے کا مکمل گھیراؤ کیا ہوا تھا قیدی بھوکے پیاسے زمین پر ہی سو گئے۔ صبح سویرے آکر جنرل سمتھ نے قیدیوں کی تلاشی لینے کو کہا۔ قیدیوں نے ڈپٹی کمشنر کی موجودگی میں تلاشی دینے پر اصرار کیا۔ بات پھر بگڑ گئی اور معاملہ فائرنگ تک جا پہنچا محمد خان کے مطابق شیر احمد ڈی ایس پی۔ قدوس انسپکٹر اور سمتھ نے بذات خود ریوالوروں سے فائر کیئے۔ قیدیوں پر پانی بند کیا گیا اور ان پر زہریلی گیس پھینکی گئی۔ پیاسے زخمی بچارے گر پڑتے مگر توحید کے پروانوں نے جس شجاعت کا ثبوت دیا آئندہ پاکستان کی تاریخ میں سنہری

حروف میں لکھا جائیگا" [۳۳] محمد خان کے مطابق ۸۵* آدمی زخمی ہوئے جبکہ میاں عبداللہ شاہ مجروحین کی تعداد تقریباً ایک سو بتاتے ہیں جن میں گیارہ افراد شدید زخمی تھے [۳۴] حکام کی موجودگی میں فوج اور پولیس کی اس بے دردانہ کاروائی سے پشاور کے دو نوجوان سید مبارک علی شاہ اور محمد ظفر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گئے [۳۵] اس واقعہ پر پورے صوبہ سرحد میں سخت غم و غصے کا اظہار کیا گیا۔ پاروچنار کرم ایجنسی سے علاقے کے معززین کا پیر صاحب کو ایک خط آیا جس میں انہوں نے پشاور سنٹرل جیل میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنے پر سخت افسوس اور رنج و غم کا اظہار کیا گیا [۳۶]

یہاں ایک بات کا بطور خاص ذکر ناضروری ہے کہ سارے تحریک سول نافرمانی کے دوران ہائی کمان نے صوبائی مسلم لیگ کو براہ راست کوئی امداد نہیں دی۔ البتہ مرکز سے ہائی کمان کی ایما پر محمد اسماعیل خان صدر مجلس عمل اور سردار عبدالرب نشتر اس میں مزید جان پیدا کرنے کے لیئے پشاور آئے [۳۷]

صوبہ سرحد میں حالات دن بدن بگڑ رہے تھے اور مرکز میں بھی حالات کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا۔ ایسے میں وزیر اعظم برطانیہ لارڈ ایٹلی نے ایک اور اعلان میں لارڈ ویول کی واپسی کی خبر سنانے کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے مسئلے کے پر امن حل کے لیئے ماؤنٹ بیٹن کو وائسرائے کی حیثیت سے ہندوستان بھیجنے کا اعلان کیا۔ ماؤنٹ بیٹن ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء کی شام کو دہلی پہنچا [۳۸] ماؤنٹ بیٹن کے ساتھ اس کے ذاتی سٹاف میں لارڈ اسمے، سر ایرک میولے اور ایلن کیمپبل جانسن شامل تھے [۳۹]

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کا دورہ سرحد

۱۶ اپریل ۱۹۴۷ء کو وائسرائے نے دہلی میں اپنے عبوری حکومت کے اراکین کا اجلاس طلب کیا۔ ان میں گورنر سرحد سر اولف کیرو بھی شامل تھے۔ اولف کیرو نے وائسرائے کو یہ تجویز پیش کی کہ سرحد میں نئے سرے سے انتخابات کرائے جائیں جس پر وائسرائے نے جواب میں کہا کہ اجلاس کو طلب کرنے کا مقصد انتخابات کا تعین کرنا نہیں ہے بلکہ صوبہ سرحد میں حالات کو معمول پر لانا ہے [۴۰] اس اجلاس کے بعد ماؤنٹ بیٹن نے ڈاکٹر خان صاحب اور کیرو سے بات چیت

* زخمیوں کے ناموں کی مکمل فہرست کے لیئے دیکھئے ضمیمہ نمبر ۲

کی۔ بات چیت کے نتیجے میں اس پر اتفاق رائے ہوگیا کہ سرحد کی حکومت ان تمام قیدیوں کو رہا کرے گی جو تخریبی کارروائیوں میں ملوث نہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی واضح کر دی گئی کہ عام جلسوں سے پابندی ہٹا لی جائے گی۔ لیکن صوبائی لیگ کے رہنماؤں نے رہا ہونے سے انکار کر دیا اور اپنے مطالبات پر اڑے رہے کہ خان صاحب وزارت سے استعفیٰ دے دے اور نئے انتخابات کرائے جائیں۔[۴۱]

وائسرائے ماؤنٹ بیٹن نے صوبہ سرحد کے حالات کو دیکھتے ہوئے ارادہ کیا کہ وہ خود وہاں جا کر حالات کا جائزہ لے۔ ۲۸، ۲۹ اپریل کی تاریخ وائسرائے کے مجوزہ دورہ سرحد کے لیے مقرر کی گئی۔ جانے سے پہلے وائسرائے نے قائداعظم کو کہا کہ وہ صوبہ سرحد میں سول نافرمانی ختم کرنے کے لیے ہدایات جاری کر دیں۔ وائسرائے کے کہنے پر قائداعظم نے سول نافرمانی ختم کرنے کی ہدایات جاری کر دیں۔ وائسرائے کے کہنے پر قائداعظم نے ۲۳ اپریل ۱۹۴۷ء کو ایک بیان جاری کیا جس میں انہوں نے سرحد کے مسلمانوں سے پرامن رہنے کی اپیل کی۔ قائداعظم نے کہا کہ وائسرائے نے انکے ساتھ سرحد کی صورت حال پر بات چیت کی۔ اور اب حالات بہتر بنانے کے لیے انہوں نے خود سرحد کا دورہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ وہاں وہ صوبائی لیڈروں سے ملاقات کریں گے اور مسئلے کی جڑ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے آخر میں انہوں نے سرحد کے مسلمانوں سے عموماً اور مسلم لیگ سے خصوصی اپیل کی کہ وہ اس دوران پُرامن رہیں تاکہ وائسرائے کو صورت حال بہتر طور پر سمجھنے کا موقع ملے۔[۴۲]

وائسرائے کے مجوزہ دورہ سرحد کی خبر جب پشاور پہنچی تو صوبائی مسلم لیگ کے لیڈروں نے جیل ہی میں ایک اجلاس طلب کر لیا۔ حکومت سرحد نے انکو اس کے لیے سہولیات فراہم کیں ۲۴ اپریل سے لیکر ۲۷ اپریل تک ان میں بحث و مباحثے ہوتے رہے۔ ان لیڈروں نے تمام صورت حال کا بلغور جائزہ لیا آخر میں وائسرائے کو درج ذیل یادداشت جس پر پیر صاحب مانکی شریف عبدالقیوم خان اور شمین خان کے دستخط تھے پیش کرنے کا ارادہ کیا؛

۱۔ ۱۹۴۵ء سے لے کر اب تک کانگرس پارٹی نے اپنے دور حکومت میں مسلم لیگ کو کچلنے کی حتی الوسع کوشش کی۔

۲۔ انتخابات کو جیتنے کے لیے کانگرس نے تمام اوچھے حربے اختیار کیے مثلاً: (الف) مسلمانوں کے اس اکثریتی صوبے میں مہر چند کھنہ کے داماد مسٹر دھون (Dhawan) کو

الیکشن افسر بنایا گیا۔

ب۔ کانگرس نے اپنے لیے کافی بوگس ووٹوں کا اندراج کیا جبکہ جان بوجھ کر مسلم لیگ کیلئے ووٹروں کو اندراج سے چھوڑا گیا۔

ج۔ پہلی دفعہ ووٹ ڈالنے کے لیے رنگین بکس استعمال کیے گئے۔ اکثر جگہوں پر بکس ٹوٹے ہوئے پائے گئے۔

د۔ کانگریس سے ہمدردی رکھنے والے عملے کو متعین کیا گیا۔

۔ لائسنسوں، ڈپوؤں اور پرمٹوں کا اجراء خالص پارٹی بنیادوں پر کیا گیا۔

۔ پٹھانوں کو اپنے ہمنوا بنانے کے لیے کھلے طور سے اسلحہ کے لائسنسوں کا اجراء کیا گیا۔

۔ اپنے پارٹی کے مفاد کے لیے اکثر قانون کا مذاق اڑایا اور اس میں دخل اندازی کی۔

۔ بھرتیاں، ترقیاں اور تبادلے پارٹی بنیاد پر کیے گئے۔

مختصراً کانگرس وزارت نے اقربا پروری۔ خویش نوازی اور رشوت کا بازار صرف انتخابات جیتنے کے لیے گرم رکھا تھا۔

۳۔ ان دھاندلیوں سے کانگریسیوں نے صوبے میں انتخابات جیتنے اور ہندوؤں اور سکھوں کی مدد سے اپنی وزارت بنائی جن کو مسلم اکثریت کے اس صوبے میں ۲۵٪ نمائندگی دی گئی جبکہ ان کا حق صرف ۵٪ بنتا تھا۔

۴۔ اپنے آپ کو مستحکم کرنے کے بعد کانگرس وزارت نے مسلمانوں کے خلاف عموماً اور مسلم لیگ کے خلاف خصوصاً جارحانہ کارروائیاں شروع کیں۔ یہ پالیسی ان کی آل انڈیا نیشنل کانگرس کی اس پالیسی جیسی تھی جس کا مقصد قیام پاکستان کو روکنا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ہزارہ کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و ستم کا ذکر کیا۔ مزید انہوں نے عورت کے مسلمان ہونے اور پھر اس کو سکھوں کے حوالے کرنے والا واقعہ بیان کیا۔

۵۔ ان حالات میں صوبائی مسلم لیگ کا اجلاس ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء کو پشاور میں ہوا۔ اس میں سرحد حکومت سے مطالبات کیے گئے کہ دفعہ ۱۴۴ کو ختم کیا جائے۔ عورت والے مسئلے کا پرامن تصفیہ کیا جائے۔ ۲۲ ایف سی آر کے تحت جتنے بھی جرمانے لگائے گئے ہوں وہ معاف کیے جائیں اور

۶۔ انہوں نے سول نافرمانی کی تحریک کے دوران نومسلموں کے بیانات پر شدید نکتہ چینی

کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے جلتی ہوئی آگ پر مزید پیٹرول چھڑکا۔ مزید یہ کہ برطانوی وزیر اعظم کے بیان نے تحریک کو اور فعال کر دیا۔ کیونکہ سرحد کے مسلمان بھی پاکستان کے لیئے اپنے اور بھائیوں کے ساتھ شریک ہونا چاہتے تھے۔

۷۔ مندرجہ بالا حقیقتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انہوں نے درج ذیل مطالبات پیش کیئے:

الف۔ ہمارے ۲۰ فروری ۱۹۴۷ء والے تمام مطالبات کو مان لیا جائے۔

ب۔ صوبہ میں فوراً گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے تحت دفعہ ۹۳ نافذ کیا جائے۔

ج۔ رائج مقننہ کو فوراً توڑ دیا جائے تاکہ صحیح اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرائے جاسکیں [43]

وائسرائے کا دورہ ۲۸ اور ۲۹ اپریل کو ہونا قرار پایا تھا۔ صوبہ سرحد جانے سے ایک دن پہلے قائداعظم اور وائسرائے میں بات چیت ہوئی۔ قائداعظم نے وائسرائے کے وہاں جانے پر ایک جلوس کی شکل میں گورنمنٹ ہاؤس تک مسلم لیگ کے جلوس کے لیئے کہا اور ساتھ ضمانت دی کہ جلوس پر امن ہوگا۔ لیکن وائسرائے نے صاف طور سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ وہ وہاں کسی جلوس وغیرہ سے نہیں ملیں گے البتہ اگر مسلم لیگ کے زیادہ سے زیادہ چھ اراکین پر مشتمل وفد ان سے بات چیت کرنا چاہے تو وہ تیار ہیں [44] وائسرائے کی آمد سے پہلے آل انڈیا مسلم لیگ کی ایما پر نواب صدیق علی خان سالار اعلیٰ مسلم لیگ عبدالرب نشتر وزیر مواصلات اور ملک فیروز خان نون بطور خاص پشاور تشریف لائے [45] ان کی آمد کا مقصد یہی تھا کہ لوگوں کو اس موقع پر زیادہ سے زیادہ کی تعداد میں پشاور بلوایا جائے اور وائسرائے کی آمد پر ایک تاریخی مظاہرہ کرایا جائے تاکہ وائسرائے کو یہ معلوم ہو سکے کہ یہاں لوگ پاکستان چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیئے صوبہ سرحد کے دور دراز علاقوں سے بھی لوگ بلوائے گئے پیر صاحب مانکی شریف کے مریدوں کی ایک بڑی تعداد بھی اس میں شرکت کے لیئے آئی ہوئی تھی۔ ان میں آفریدی، خٹک، شینواری، مہمند غرض سب ہی لوگ تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے چترال تک کے لوگ آئے ہوئے تھے [46] ایک بات قابل ذکر ہے کہ اکثر لوگ سبز وردیاں پہن کر آئے تھے۔ اور کنگھم پارک (موجودہ جناح پارک)، لوگوں سے بھرا پڑا تھا۔ لوگ بسوں، کاروں، ٹرکوں اور سپیشل ٹرینوں میں پشاور آرہے تھے۔ اس وقت ان کا جوش قابل دید تھا وہ ہاتھ ہلا ہلا کر پاکستان کے حق میں نعرے لگا رہے تھے۔ اس وقت اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا یہاں آنا اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ اب لوگ کانگرس حکومت

کے خلاف ہو چکے ہیں اور مسلم لیگ کے جھنڈے تلے وہ پاکستان حاصل کرنا چاہتے ہیں [47]

ماؤنٹ بیٹن کے ہمراہ اس کی بیوی اور بیٹی پامیلا بھی پشاور جارہی تھی۔ ان کے ذاتی شاف ان کے ہمراہ تھے۔ ۲۸ اپریل ۱۹۴۷ء کی دوپہر کو وہ لوگ پشاور پہنچے۔ پہنچتے ہی ان کو ایک مشکل صورت حال کا سامنا کرنا پڑا۔ ایلن کیمبل جانسن جو اس سفر میں وائسرائے کے ہمراہ تھے یوں بیان کرتے ہیں کہ گورنمنٹ ہاؤس پشاور پہنچتے ہی ہم نے گورنر سرحد اولف کیرو کو نہائیت پریشانی کے عالم میں پایا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ایک میل سے بھی کم فاصلہ پر مسلم لیگ کا ایک بڑا مجمع ہے۔ جو جلد ہی جلوس کی شکل میں گورنمنٹ ہاؤس آکر وائسرائے کے سامنے کانگرس حکومت کے خلاف اپنے غم و غصے کا اظہار کرنا چاہتے ہیں اولف کیرو کے مطابق جلوس کو منتشر کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ وائسرائے بذات خود جلوس کے سامنے جائیں اور ان کے مطالبات سنیں۔ مجمع کی تعداد ۷۰ ہزار سے اوپر تھی اور ان میں صوبہ سرحد کے دور دراز کے لوگ بھی شامل تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی شامل تھے۔ جو کئی کئی دن کا پیدل سفر کر کے یہاں پہنچے تھے۔ ماؤنٹ بیٹن نے اولف کیرو اور ڈاکٹر خان صاحب کے ساتھ تھوڑا سا مشورہ کیا اور آخر میں فیصلہ کیا کہ خود چل کر جلوس کے سامنے پیش ہوں گے [48] اس پر وائسرائے اور وائسرین اور لوگوں کی معیت میں مجمع کے سامنے پہنچے۔ وائسرائے نے پہلے تو غور کے ساتھ مجمع کی طرف دیکھا اور پھر وائسرین کو بھی ہدایت کی اور خود بھی مجمع کے سامنے خوشی کے اظہار کے طور پر ہاتھ ملائے۔ مجمع نے جلد ہی پر جوش انداز میں پاکستان زندہ باد اور ماؤنٹ بیٹن زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ ماؤنٹ بیٹن اس وقت سبز وردی میں ملبوس تھے۔ جلوس تقریباً آٹھ گھنٹے ان کے سامنے گزارا۔ ہجوم میں بڑی تعداد میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ تقریر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا تاہم وائسرائے کی موجودگی اور دوستانہ انداز نے لوگوں کے دل جیت لیئے [49] اور تھوڑی دیر بعد مجمع پر امن طور پر منتشر ہونا شروع ہو گیا۔

اسی دن کی شام کو وائسرائے نے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کیا۔ کافی دیر تک وہ اولف کیرو کی موجودگی میں ڈاکٹر خان صاحب کے ساتھ باتوں میں مشغول رہے۔ وائسرائے نے ۱۲ مسلم لیگی رہنماؤں کے ایک وفد سے جن میں پیر صاحب مانکی شریف، عبدالقیوم خان اور ثمین جان شامل تھے۔ اور جن کو پیرول پر رہا کیا گیا تھا سے بھی ملے۔ وائسرائے نے ان سے صوبہ سرحد

کے حالات دریافت کئے عبدالقیوم خان نے اپنے مطالبات اس انداز میں پیش کئے جیسے انہوں نے اپنی یاداشت بنام وائسرائے میں پیش کئے تھے ۔ وائسرائے نے وفد کو اپنی ان دو ملاقاتوں کے بارے میں بتایا جو وہ گورنر صوبہ سرحد اور وزیر اعلیٰ سرحد کے ساتھ اور دوسری گورنر سرحد پنڈت نہرو اور لیاقت علی خان کے ساتھ کر چکے تھے۔ ساتھ ہی انکے نتائج کے بارے میں بھی انکو بتایا جس کی رو سے سیاسی قیدی رہا ہو گئے تھے۔ مزید یہ کہ تقریر کی آزادی ملی لیکن جلسے جلوسوں کی نہیں ۔ اور یہ کہ وائسرائے خود سرحد کا دورہ کرے ۔ پھر وائسرائے نے انکو ایسے منظم مظاہرے کرنے اور قائداعظم کے احکامات کی صحیح تعمیل کرنے پر مبارک باد دی ۔ پھر انہوں نے اپنی تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے تو ہدایات یہ دی گئیں ہیں کہ جون ۱۹۴۸ء تک انتقال اقتدار ہو گا اور اس وقت تک کے عرصے کے لئے میں اپنے وزرائے اعلیٰ صاحبان کی مدد چاہوں گا ۔ اس وقت اس کے لئے یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ صوبہ سرحد کے سلسلے میں کچھ امتیاز برتے کیونکہ یہ کانگرس والوں کو ناراض کر دے گا ۔ البتہ اگر مسلم لیگ سرحد نے پر امن راستہ اختیار کیا تو پھر یہ اس کے لئے ممکن ہو گا ۔ کہ وہ اپنے دوستوں قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان سے دہلی میں صلاح و مشورہ کر سکے گا ۔ اگر ان کو ناکامی ہوئی تو پھر صوبہ سرحد کی مسلم لیگ کو اجازت ہے کہ اپنے مسئلہ کا حل خود ہی تلاش کر لے ۔ وائسرائے نے انکو مزید کہا کہ دو مہینوں کے اندر اندر انکو انتقال اقتدار کا صحیح پتہ چل جائے گا ۔ اس پر عبدالقیوم خان نے کہا کہ مسئلے کا بہترین حل یہی ہے کہ انڈیا کو پاکستان اور ہندوستان دو حصوں میں تقسیم کر لو ۔ وائسرائے نے مزید انکو کہا کہ جب تک انتقال اقتدار صوبوں کے حوالے کرنے کا فیصلہ نہیں ہو جاتا ان کو غیر آئینی طریقوں سے حکومت سرحد کو ہراساں کرنا ختم کر دینا چاہیئے ۔ آخر میں وائسرائے اس پر رضامند ہو گیا کہ دہلی جانے سے پہلے لیگ کے سب لیڈروں کو باہم صلاح و مشورے کے لئے ایک جیل میں رکھا جائے [۵۰] اگلے دن پروگرام کے مطابق وائسرائے خیبر ایجنسی کے دورے پر گیا ۔ وہاں آفریدی اور ایجنسی کے دوسرے قبائل کا جرگہ ہوا جس میں وائسرائے سے مطالبہ کیا گیا کہ انگریز برطانیہ ہند سے جانے لگے تو خیبر پاس انکو واپس کر دیا جائے انہوں نے وائسرائے پر واضح کر دیا کہ اگرچہ وہ کسی سیاسی پارٹی سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیئے تاہم ان کی ہمدردیاں ان کے ہم مذہبوں کے ساتھ ہیں ۔ پشاور واپسی پر وائسرائے شمالی اور جنوبی وزیرستان سے آئے ہوئے قبائلی وفود سے ملے ۔ ان کا مطالبہ تھا کہ پاکستان

قائم کرو اور ڈاکٹر خان صاحب کو مستعفی کرو ۔ انہوں نے اپنے مطالبات نہ ماننے کی صورت میں طاقت استعمال کرنے کی دھمکی دی ۔ وائسرائے نے انکو یقین دلایا کہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ اس کا بغور جائزہ لیں گے [۵۱]

پشاور سے واپس دہلی پہنچنے پر ماؤنٹ بیٹن نے قائداعظم کو ایک خط میں صوبائی مسلم لیگ کے منظم جلوس نکالنے پر تعریف و توصیف کی تھی آئی آئی چندریگر نے اپنی ایک ملاقات میں وائسرائے سے صوبہ سرحد کے دورے کے بعد کا تاثرات کا پوچھا ۔ اس نے وائسرائے سے دریافت کیا کہ آیا وہ وہاں نئے انتخابات کرانے پر رضامند ہیں یا نہیں ۔ اس پر وائسرائے نے جواب دیا کہ وہ اپنے تاثرات اس لئے بیان کرنے سے قاصر ہیں کہ وہاں سول نافرمانی کی تحریک ابھی زوروں پر ہے ۔ وائسرائے نے زور دے کر کہا کہ جب تک وہاں پر تحریک سول نافرمانی چلے گی نئے انتخابات کرانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ کہ کسی دباؤ کے تحت وائسرائے سے فیصلہ کرانا ناممکن ہے اور اگر مسلم لیگ نے وہاں اپنی تحریک پر تشدد رکھا تو وہ انتقال اقتدار کو ایک طرف چھوڑ کر صوبہ سرحد کو کانگریس کے حوالے کر دیں گے [۵۲] وائسرائے نے لیگ لیڈروں کے ساتھ ایک ملاقات میں کہا کہ مسٹر جناح کو وہاں کے تشدد آمیز مظاہرے ختم کرانے کے لئے وہاں کے مسلمانوں سے سول نافرمانی کی تحریک ختم کرنے کی اپیل کر دینا چاہیئے اس پر لیاقت علی خان نے کہا کہ تحریک کو ختم کراتے کے لئے اپیل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اگر وائسرائے کے دورے کے فوراً بعد مسلم لیگ تحریک کو ختم کرانے کی اپیل کرتی ہے تو کہا جائے گا کہ وہ برطانوی حکومت کے حکم کے تحت چل رہی ہے اور قائداعظم کا اس پر کوئی اثر نہیں ۔ اس لئے اس موقع پر تحریک کو ختم کرانا مسلم لیگ کے لئے ناممکن ہے [۵۳]

مسلم لیگ صوبہ سرحد کا ایک وفد جو کہ پیر صاحب مانکی شریف ۔ ارباب عبدالغفور خان ارباب نور محمد خان اور عبدالقیوم خان وغیرہ پر مشتمل تھا قائداعظم سے ملاقات کرنے دہلی گیا ۔ وہاں انہوں نے قائداعظم سے تفصیلی ملاقات کی انکو سول نافرمانی کی تحریک کی پوری تفصیلات سے آگاہ کر دیا [۵۴] قائداعظم نے وفد سے ملاقات کرنے کے بعد صوبہ سرحد کی سول نافرمانی کی تحریک پر ایک بیان دیا ۔ اپنے اس بیان میں انہوں نے کانگریس کے عزائم کا پوری تفصیل سے جائزہ لیا ۔ انہوں نے صوبہ سرحد کی تحریک سول نافرمانی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ "موجودہ تحریک کے اجراء کا مقصد اور سبب یہ ہے کہ وہاں حالات ناقابل برداشت ہو گئے تھے ۔

اور وزارت کو مسلم عوام اور خصوصاً مسلم لیگی انجمنوں پر ناجائز دباؤ ڈالنے کی کھلی چھٹی نہیں دی جا سکتی تھی۔ وزارت عوام کا اعتماد کھو چکی ہے اور صوبے کے کونے کونے سے دفعہ ۹۳ کے نفاذ اور نئے انتخابات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر خان صاحب اور انکے ساتھیوں کو چیلنج کیا جا چکا ہے کہ وہ استصواب رائے عامہ کریں۔ اور ڈاکٹر خان صاحب اور ان کے ساتھیوں کے لئے اب اس سے بہتر راستہ کوئی نہیں کہ وہ مستعفی ہو کر نئے انتخاب لڑیں"[٥٦]

اس دوران اس مسئلے کا حل نکالنے کے لئے کوشش کی جا رہی تھی۔ صوبائی لیگ لیڈروں اور عبدالغفار خان کا جیل میں رابطہ قائم ہو گیا۔ ان کی ملاقات کرانے کا سہرا شیخ تیمور کے سر تھا. اس کی خبر حاجی غلام حیدر خان نے پیر صاحب کو دی۔ انہوں نے لکھا کہ عبدالغفار خان سے بات چیت ہوئی ہے۔ کہ وہ پاکستان میں مشروط شمولیت پر آمادہ ہے۔ اور جناح صاحب سے ہم نے بذریعہ تار عرض لکھا ہوا ہے جو کہ جواب تار کے ذریعہ آیا ہوا ہے۔ کہ بہتر تم لوگ بمعہ عبدالغفار خان آ سکتے ہو"[٥٧] اس سلسلے میں جیل سے پیرول پر عبدالقیوم خان اور ثمین جان خان رہا کئے گئے۔ اور ڈاکٹر خان صاحب اور عبدالغفار خان کی معیت میں دہلی گئے لیکن ساتھ ہی اولف کیرو کے مطابق عاً لیگیوں نے اس کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا اور انہوں نے اپنے تین نمائندے ریل کے ذریعے دہلی قائداعظم سے ملاقات کے لئے بھیجے[٥٨] تاہم ان کے نام معلوم نہیں ہو سکے ہیں۔ قائداعظم نے سول نافرمانی کی تحریک کی دبے لفظوں میں حمایت بھی کر دی اور یہ تحریک ماؤنٹ بیٹن کے منصوبے تقسیم تک جاری رہی جس میں صوبہ سرحد میں استصواب رائے کا ہونا قرار طے پایا گیا[٥٩]

ماؤنٹ بیٹن کا منصوبہ تقسیم ہند اور صوبہ سرحد میں ریفرنڈم

وائسرائے کے دورہ سرحد کے بعد وہ جان گئے تھے کہ اب ہندوستان کا متحدہ رہنا مشکل ہے۔ انہوں نے تقسیم ہند کے لئے اپنی کچھ تجاویز پیش کیں اور لارڈ اسمے اور سر جارج ایبل کو اپنی تجاویز کے ہمراہ ۲ مئی ۱۹۴۷ء کو لندن بھیجا۔ تجاویز میں لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے انتقال اقتدار کی منتقلی جلد سے جلد کرانے کو کہا تھا۔ اس کے پیچھے ۱۸ مئی کو وہ خود بھی لندن گیا[٦٠] اس نے اپنا منصوبہ کابینہ کی منظوری کے لئے پیش کیا کابینہ نے ماؤنٹ بیٹن پلان کو منظور کر لیا۔ وائسرائے ۳۱ مئی کو واپس دہلی پہنچے[٦١] ۲ جون ۱۹۴۷ء کو وائسرائے نے اپنا

منصوبہ تقسیم ہند ہندوستان کے چوٹی کے لیڈروں کے آگے رکھا۔ منصوبے میں انتقال اقتدار کی تاریخ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء رکھی گئی تھی۔ قائداعظم، لیاقت علی خان اور سردار عبدالرب نشتر نے مسلم لیگ کی نمائندگی کی جبکہ نہرو، پٹیل اور کرپلانی کانگرس کی طرف سے شامل تھے۔ سکھوں کے نمائندے بلدیو سنگھ کو بھی اس میں شامل کیا گیا تھا[٦٢] اس منصوبے کے اہم نکات درج ذیل تھے:

۱۔ ہندوستان کے دو حصے کو دیئے جائیں گے۔ دونوں کو مستعمراتی مرتبہ حاصل ہوگا۔ دونوں اپنے اپنے علاقوں کے لئے آئین حکومت اور قوانین خود بنائیں گے۔ اپنے لئے گورنر جنرل کا انتخاب کریں گے اور دونوں کو سلطنت برطانیہ کے حلقے میں رہنے یا اسے چھوڑ دینے کی آزادی ہوگی۔

۲۔ بنگال اور پنجاب کے صوبے ہندو اور مسلم اکثریت کے اضلاع میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔ ان اضلاع کو ارکان مجلس وضع قوانین کو اختیار ہوگا کہ جس مستعمرہ کے ساتھ چاہیں اپنا الحاق کرائیں۔ تقسیم کی حدود کا تعین ایک باؤنڈری کمیشن کرے گا۔

۳۔ سلہٹ میں اور دوسری طرف صوبہ سرحد میں وہاں کے مسلمانوں کی رائے عامہ لے کر ان علاقوں کے ہندوستان یا پاکستان میں الحاق کا فیصلہ کیا جائے گا۔

۴۔ آسام اور سندھ کی اسمبلیاں اپنے ارکان کی اکثریت سے اپنے اپنے الحاق کا فیصلہ کریں گے۔

۵۔ ہندوستان کی ریاستوں کو کسی ایک مستعمرہ میں شامل ہونے یا آزاد رہنے کا حق حاصل ہوگا[٦٣]

اس موقع پر یہ بات ذہن نشین کرانا ضروری ہے کہ جس وقت صوبہ سرحد میں استصواب رائے کا فیصلہ وائسرائے نے پنڈت نہرو کو بتایا تو وہ اس پر راضی ہو گیا۔ اس نے صرف ایک شرط رکھی اور وہ یہ تھی کہ استصواب رائے گورنر کے ماتحت نہیں ہونا چاہیئے اور ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کے ساتھ نہیں چھیڑا جائے گا۔ لیکن دو دن بعد اس نے عبدالغفار خان اور سرحد کے اور کانگرس رہنماؤں کے ساتھ بات چیت کے بعد پھر اعتراضات شروع کر دیئے۔ عبدالغفار خان وغیرہ نے نہرو کو خبردار کیا۔ کہ ریفرنڈم ماننے کا مطلب مسلم لیگ کے دباؤ میں آکر ان کے آگے جھکنا ہے اس پر نہرو نے وائسرائے کو کہا کہ فی الحال اس معاملے کو ملتوی کیا جائے اور دستور ساز اسمبلی کے بعد یہ معاملہ اٹھایا جائے۔ اس پر وائسرائے نے ان کو صاف صاف بتا دیا کہ اگر کانگرس اسی طرح منفی رویہ برقرار رکھے گی تو آزادی کا حصول مشکل ہو جائے گا[٦٤] نہرو اس پر ریفرنڈم کے لیے راضی ہو گیا بشرطیکہ لوگوں کو اپنی مرضی کا حق دیا جائے کہ وہ ہندوستان

کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں [۶۵] وائسرائے نے نہرو کو یہ ضمانت دیدی کہ وہ خان صاحب کی وزارت کے ساتھ کوئی غرض نہیں رکھیں گے [۶۶]

عجب بات تو یہ ہے کہ ایک طرف ہندوؤں کے عظیم تر مفاد کی خاطر نہرو وائسرائے کے ہر جائز ناجائز بات کو ماننے کے لئے تیار ہے۔ یہاں تک کہ وہ صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کو بھی ماننے کے لئے تیار ہو گا۔ اگرچہ اس نے ایک معمولی سی شرط رکھی اور وہ یہ کہ ڈاکٹر خان صاحب کی وزارت کے ساتھ نہیں چھیڑا جائے گا۔ لیکن یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ اگر ریفرنڈم کا نتیجہ ہندوستان کے حق میں نکلتا ہے تو ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب کی وزارت کو کوئی بڑا سیاسی مسئلہ درپیش نہ ہو گا لیکن اس کے برعکس اگر ریفرنڈم کا نتیجہ پاکستان کے حق میں نکلتا ہے تو پھر وہ کیسے پاکستان کو ماننے کے لئے تیار ہو گا۔ نہرو کی یہ دوغلی پالیسی تھی کہ ایک طرف وہ وائسرائے کے کہنے سے وہ ریفرنڈم مانتا ہے اور دوسری طرف اس پر جب صوبہ سرحد کے کانگرس رہنماؤں اور عبدالغفار خان وغیرہ کا دباؤ آتا ہے تو پھر وہ وائسرائے سے کہتا ہے کہ اگر صوبہ سرحد کو ہندوستان سے علیحدہ تصور کیا گیا۔ جیسا کہ موجودہ سکیم سے ظاہر ہے کہ تو اس سے بے شمار پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اس نے وائسرائے کو مزید کہا کہ سب صوبوں سے یکساں سلوک کیا جائے۔ کیونکہ اگر اس نے صوبہ سرحد میں استصواب رائے کی آزادی دے دی تو ایسا نہ ہو ہر صوبہ اپنے لئے ریفرنڈم کرانے کا مطالبہ کرے اور اس طرح اس قسم کے سینکڑوں ریفرنڈموں کا مطالبہ ہر جگہ سے شروع ہو جائے گا [۶۷] کانگرس نے وائسرائے پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ خان صاحب کی وزارت کو معطل کرے گا اور صوبہ سرحد میں دفعہ ۹۳ نافذ کرے گا تو اس کا یہی مطلب ہے کہ وائسرائے دباؤ کے آگے جھک گیا۔ اس سے نہ صرف کانگرس کا اعتماد وائسرائے پر سے اٹھ جائے گا بلکہ اس سے سارے ہندوستان میں عوامی حکومتوں کا نتیجہ بزور طاقت الٹنے کی مثال قائم ہو جائے گی [۶۸] قائداعظم کو جب وائسرائے نے ریفرنڈم کے فیصلے سے آگاہ کیا پہلے تو وہ کچھ خوش نہیں ہوئے لیکن جب ان کو بتایا گیا کہ ریفرنڈم سے ہندو اور سکھوں کی وہ اکثریت ختم ہو جائے گی جو کہ ان کی صوبہ سرحد کی اسمبلی میں ہے تو وہ بھی نئے انتخابات کے مطالبہ کی جگہ ریفرنڈم کرانے کی تجویز سے متفق ہو گئے [۶۹] اس ریفرنڈم کی گاندھی نے بھی بہ زور مخالفت کی۔ اس نے وائسرائے کو ایک خط میں کہا کہ جو کچھ بھی ہو جائے ہو جانے دو لیکن خان وزارت کو نہ چھیڑا جائے [۷۰] لارڈ اسمے کی وہ تجویز اس موقع پر پیش کرنا بھی عجیب سا لگتا ہے جس میں

کہا گیا تھا۔ کہ صوبہ سرحد کو آزاد رہنے کا حق دیا جائے [۷۱] اس پر وائسرائے نے کہا کہ ایسے حالات میں صوبہ سرحد کا الگ رہنا ناممکن ہے [۷۲]

وائسرائے نے اپنے منصوبہ تقسیم ہند کی تفصیلات سے ہندوستان کے چوٹی کے رہنماؤں کو آگاہ کیا اور اس پر ان کی آراء مانگی آل انڈیا نیشنل کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس اسی دن ہوا۔ انہوں نے پلان کو منظور کر لیا اور آل انڈیا کانگرس کمیٹی کو منظوری کے لئے پیش کر دیا۔ عبدالغفار خان اور گاندھی پلان کے خلاف بولے۔ کرپلانی نے وقتی طور پر اس سے اختلاف کیا لیکن وائسرائے نے اس کو بتایا کہ نہرو کی رضامندی سے صوبوں آزادی کا حق لیا گیا ہے۔ اور اب ایک صوبے کے ساتھ امتیازی برتاؤ نہیں رکھ سکتے تو وہ بھی مان گیا [۷۳] عبدالغفار نے کانگرس ورکنگ کمیٹی کو تقسیم اور ریفرنڈم پر راضی کرانے کی ذمہ داری سب پٹیل اور راج گوپال اچاریہ پر ڈالی ہے۔ اس موقع پر ورکنگ کمیٹی میں ایک جذباتی تقریر کرتے ہوئے عبدالغفار خان نے فرمایا کہ ہم نے کانگرس کے ساتھ شانہ بشانہ ہندوستان کی آزادی کی جنگ لڑی۔ ہمارے ممبروں نے اس سلسلے میں بڑی قربانیاں دیں۔ لیکن "اب تم ہمیں چھوڑ کر بھیڑیوں کے آگے ڈال رہے ہو"۔ انہوں نے مزید کہا کہ ہندوستان اور پاکستان کے سوال پر ہم نے ایک سال قبل انتخابات لڑے اور وہ انتخابات ہم نے واضح اکثریت سے جیت لئے۔ کیا اب بھی کسی کو کوئی شک ہے کہ پختون کیا چاہتے ہیں؟ ساری دنیا کو معلوم ہے کہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم ریفرنڈم نہیں چاہتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آزمائش کی اس گھڑی میں ہندوستان ہمیں چھوڑ رہا ہے۔ تو اس کے ساتھ رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے لوگ کانگرس کی اس کمزوری سے بیحد مایوس ہوئے اس لئے اب ہم کہتے ہیں کہ اگر ریفرنڈم کرانا ہی ہے تو پاکستان یا پختونستان کے نام پر کرا دیں [۷۴] لیکن کانگرس کی ورکنگ کمیٹی نے بھی تقسیم ہند اور ریفرنڈم کا منصوبہ مان ہی لیا۔ کیونکہ مولانا ابوالکلام آزاد کے مطابق "یہ کوئی تعجب کی بات نہیں تھی جب کانگرس نے تقسیم کو تسلیم کر لیا تو خان عبدالغفار خان اور ان کی پارٹی کا مستقبل کیا ہو سکتا تھا! ماؤنٹ بیٹن پلان کی بنیاد ہی یہ تھی کہ مسلمان اکثریت کے صوبوں کی الگ ریاست بنے گی۔ صوبہ سرحد میں چونکہ مسلمانوں کی اکثریت تھی اسے بہرحال پاکستان میں شامل ہونا تھا۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی صوبہ سرحد مجوزہ پاکستان کی حدود کے اندر آتا تھا [۷۵] اس لئے "ماؤنٹ بیٹن کسی نئے مطالبے کو سننے پر آمادہ نہیں تھے وہ چونکہ جلد از جلد اپنے پلان کو عمل میں لانا چاہتے تھے اس لئے پختونستان کے مسئلے پر تفصیلی بحث بھی نہیں کی گئی" [۷۶]

۳ جون، ۱۹۴۷ء کو قائداعظم نے آل انڈیا ریڈیو دہلی سے اپنی پہلی نشری تقریر جو کہ شام کے ۷ بجکر ۴۰ منٹ پر پیش کی گئی میں واضح کیا کہ اگرچہ بعض معاملات میں یہ پلان انکے نقطہ نظر سے ٹھیک نہیں تاہم اس کی بعض باتیں اطمینان بخش ہیں۔ اور مسلم لیگ کونسل ہی پلان کو منظور یا نا منظور کرنے کا حق رکھتی ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے فیصلے کی ہم پرزور تائید کرتے ہیں اس لیئے اب سول نافرمانی کی پر امن تحریک ختم کرنے کی استدعا کرتا ہوں۔ انہوں نے مسلم لیگ کے تمام رہنماؤں سے اپیل کی کہ وہ عوام کو منظم کریں تاکہ وہ "استصواب رائے عامہ میں ہمت اور حوصلے کے ساتھ پرامید ہو کر حصہ لیں"۔ کیونکہ قائداعظم کو پورا یقین تھا کہ" سرحد کے عوام متفقہ طور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شامل ہونیکا فیصلہ کریں گے"[۸۰] اس موقع پر وار کونسل کے میاں عبداللہ شاہ نے یہ واضح کر دیا تھا کہ وائسرائے کے دہلی سے جاری شدہ اعلان پر کوئی عمل درآمد نہیں کیا جائے گا البتہ قائداعظم صوبہ سرحد کے نام پر جو حکم صادر فرمائیں گے اس پر فوراً عمل کیا جائے [۸۱]

آل انڈیا مسلم لیگ کا ایک تاریخی اجلاس جو کہ تقریباً ۴۲۵ اراکین پر مشتمل تھا دہلی کے امپیریل ہوٹل میں ۹ جون کو منعقد ہوا۔ قائداعظم نے اس موقع پر ۳ جون ۱۹۴۷ء سے قبل پیش ہونے والے واقعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے کونسل سے اپیل کی کہ وہ بلاخوف و خطر پلان پر کھل کر بحث کرے۔ اس پر کونسل نے ۳ جون والے منصوبے کو مان لیا[۸۲] ۴ جون، ۱۹۴۷ء کو صوبہ سرحد میں سول نافرمانی کی تحریک ختم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ مخدوم زادہ سید حسن محمود کے مطابق اکا دکا واقعات ۲۱ جون ۱۹۴۷ء تک جاری رہے[۸۳] سرحد کی جیلوں سے سیاسی قیدیوں کو رہا کیا گیا۔ مسلم لیگ نے ریفرنڈم کے لیئے تیاریاں شروع کر دیں قائداعظم محمد علی جناح نے ایک کمیٹی بنائی جس کی ذمہ داری صوبہ سرحد کے عوام کو استصواب رائے کے لیئے تیار کرانا تھا۔ اس میں ہائی کمان کی طرف سے آئی آئی چندریگر۔ غضنفر علی خان اور سید واجد علی شامل تھے۔ صوبہ سرحد کی نمائندگی ان کے صحیح رہنما محمد امین الحسنات پیر صاحب کے ذمہ کی گئی[۸۴] قائداعظم نے صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے موقع پر یہاں کے مسلمانوں کے نام ایک پیغام بھیجا جو درج ذیل ہے:

"مجھے کامل یقین ہے کہ آپ صوبہ سرحد کے لوگ پاکستان کی آئین ساز اسمبلی میں شامل ہونے کے حق میں فیصلہ دیں گے اور پاکستان کے حق میں اپنا وہ شاندار کردار ادا کریں گے جو آپ کو پاکستان

کے انتظام اور حکمرانی میں سرانجام دینا ہوگا۔ میں نے جو ریفرنڈم کمیٹی بنائی ہے وہ میرے ساتھ رابطہ قائم کرے گی اور وقتاً فوقتاً مجھ سے ہدایات حاصل کرے گی تاکہ ریفرنڈم کے دوران مناسب کارروائی کرنے کے لیئے مناسب انتظامات ہو سکے"[۸۵]

پیر صاحب امین الحسنات نے ریفرنڈم کے موقع پر جو کردار ادا کیا اس پر تفصیلی روشنی ذرا بعد میں ڈالیں گے پہلے صوبائی کانگرس اور اس کے حلیفوں کا استصواب رائے پر ردعمل کا تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں۔

خدائی خدمت گار تحریک اور صوبائی کانگرس نے ریفرنڈم میں حصہ نہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کی وجوہات جو ڈاکٹر خان صاحب نے ماؤنٹ بیٹن کو بتائیں یہ تھیں کہ ایک سال قبل انہوں نے مسلم لیگ کو پاکستان کے معاملے میں شکست دی تھی تو اب پھر اس کی کیا ضرورت ہے دوسری بات یہ تھی کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ مجریہ ۱۹۳۵ء میں ایسے کسی ریفرنڈم وغیرہ کے متعلق نہیں کہا گیا تھا۔ مزید یہ کہ مذہبی اور جغرافیائی لحاظ سے صوبہ سرحد کا ہندوستان سے الحاق ناممکن ہے تو اس لیئے اس سوال پر ریفرنڈم کرانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ انہوں نے وائسرائے کو بتایا کہ جب تک پختونستان کا نام درمیان میں شامل نہیں کیا جاتا انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ کسی ریفرنڈم وغیرہ میں حصہ نہیں لیں گے[۸۶] ماؤنٹ بیٹن نے ڈاکٹر خان صاحب کو بتایا کہ نہرو بھی اصولی طور پر اس سے متفق ہو گیا ہے کہ تقریباً ۳۰ لاکھ نفوس کی آبادی پر مشتمل ایک صوبہ علیحدہ نہیں رہ سکے گا اور جلد یا بدیر دونوں مملکتوں میں سے کسی ایک سے ملے گا۔ ہندوستان تو جغرافیائی لحاظ سے اتنا دور ہے کہ اس کے ساتھ ملنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور موجودہ حالات میں کوئی صوبہ بھی علیحدہ نہیں رہ سکتا ہے[۸۷]

عبدالغفار خان نے صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کے بائیکاٹ کی پرزور اپیل کی۔ انہوں نے صوبہ بھر میں جگہ جگہ خطابات کیئے اپنی ایک تقریر میں انہوں نے واضح کیا کہ پاکستان کے لیئے ووٹ ڈالنا برطانوی حکومت کی مزید غلامی جاری رکھنا ہے۔ برطانیہ صوبہ سرحد کا پاکستان کے ساتھ الحاق اس لیئے چاہتی ہے کہ اسے روس کے خلاف کارروائیاں کرنے کا ایک قریبی اڈہ مل سکے۔ اور اگر وہ اس میں کامیاب ہو گیا تو صوبے کے باشندوں کو ایک نئے محاذ کا سامنا کرنا پڑے گا اس کے علاوہ پاکستان کے اور صوبوں میں طاقت ساری امیروں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنے مفاد کے لیئے اور برطانوی حکومت کو خوش کرنے کے لیئے ایسے آئین و قوانین رائج کرے گی۔

جس سے برطانیہ کو مزید راج کرنے کا موقع ملے[۸۵]

کانگرس کی صوبائی تنظیم نے عبدالغفار خان کو فیصلہ کرنے کے تمام اختیارات دے دیئے ماؤنٹ بیٹن کی کوششوں سے دہلی میں عبدالغفار خان اور قائداعظم کی ملاقات کا انتظام کیا گیا۔ لیکن اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا۔ عبدالغفار خان نے قائداعظم کے آگے اپنی شرائط پیش کیں جس میں یہ شامل تھا کہ پاکستان دولت مشترکہ کو چھوڑ دے گا۔ صوبہ سرحد کو مکمل صوبائی خود مختاری دی جائے گی اور قبائلی اور آباد (Settled) علاقوں کو آپس میں ملا کر ایک یونٹ میں دینے کی اجازت ہوگی[۸۶] جس پر قائداعظم نے جواب میں کہا کہ ان سب چیزوں کا تعلق پاکستان کی قانون ساز اسمبلی سے ہے جو پاکستان کے وفاق کے لیے آئین بنائے گی اور یہ کہ قائداعظم کسی گروپ یا پارٹی سے اس معاملے پر کوئی بات چیت کرنے کو تیار نہیں اور مزید یہ کہ ان کے پاس ایسا کرنے کی نہ کوئی طاقت ہے اور نہ کوئی جواز موجود ہے[۸۷]

عبدالغفار خان نے دہلی سے واپسی پر خدائی خدمت گاروں کے ہمراہ صوبے کا دورہ جاری رکھا تاکہ وہ اپنے پیروکاروں کو ریفرنڈم کے بائیکاٹ پر آمادہ کر سکیں۔ وائسرائے نے اس کو ناپسندیدگی سے دیکھا۔ اس نے گاندھی کو کہا کہ وہ عبدالغفار خان کو ایسا کرنے سے باز رکھے جس پر گاندھی نے عبدالغفار خان کو لکھا کہ مسلم لیگ کے خلاف کسی قسم کی ہنگامہ آرائی سے پرہیز کیا جائے کیونکہ ایسے نازک حالات میں یہی کافی ہے کہ خدائی خدمتگار ووٹ ڈالنے سے مکمل اجتناب کریں۔ مسلم لیگ کے ساتھ لڑائی ہر ممکن طریقے سے روکی جائے۔ اب موقع آیا ہے پٹھانوں کی صحیح بہادری جانچنے کا۔ اب دنیا کو دکھانا ہے کہ پٹھان معاف کرنا بھی جانتا ہے۔ بائیکاٹ کا نتیجہ یقیناً پاکستانیوں کی جیت کی شکل میں نکلے گا لیکن ان کے لیے یہ ایک اخلاقی شکست ہوگی کہ پٹھانوں کی اکثریت ووٹ نہ ڈالیں۔ ہر قسم کے جلسے، جلوس اور ہنگامہ آرائی سے مکمل اجتناب کیا جائے[۸۸] جس کا جواب عبدالغفار خان نے دیا کہ میں اور میرے کارکن گاؤں گاؤں صرف اس لیے پھر رہے ہیں کہ لوگوں کو تشدد سے روکیں۔ مسلم لیگی روزانہ جلوس نکالتے ہیں اور ان جلوسوں میں قابل اعتراض نعرے لگاتے ہیں۔ وہ ہمیں کافر کہہ کر گالیاں نکالتے ہیں۔ ہمیں اس وقت کافی دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے لیکن پھر بھی عدم تشدد پہ پوری طرح عمل پیرا ہیں۔ ہمیں اور کتنا عرصہ اس حالت میں رہنا پڑے گا یقین سے نہیں کہا جا سکتا۔ مختصراً مسلم لیگی سرکاری افسروں کی حمایت سے ہنگامے کر رہے ہیں۔ ہم نے ہر وہ شریفانہ قدم اٹھایا ہے جس سے آپس کی الجھنے کو روکا جا سکے[۸۹]

ریفرنڈم کو پرامن بنانے کے لیے خدائی خدمتگاروں اور کانگرس کے کہنے پر سر اولف کیرو کو ہٹا کر لیفٹیننٹ جنرل آر ایم ایم لوکہارٹ کو صوبہ سرحد کا گورنر بنایا گیا[۹۰] کانگرس اور مسلم لیگ دونوں کی ایماء پر ریفرنڈم فوج کی نگرانی میں کرانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس مقصد کے لیے فوج سے نو افسر منتخب کیے گئے[۹۱] بریگیڈیئر بوتھ کو ریفرنڈم کمشنر بنایا گیا اس کی نگرانی میں آٹھ اعلیٰ فوجی افسران دیئے گئے ان کو انتظامی ضلعوں کا نگران بنایا گیا۔ ہر ایک ضلع کے لیے ایک سپروائزر تھا لیکن پشاور اور مردان ہر دو اضلاع کے لیے دو دو سپروائزر متعین کیے گئے۔ سپروائزروں کو اس کام میں مدد دینے کے لیے فوج سے ہی اسسٹنٹ سپروائزر منتخب کیے گئے۔ ان کے علاوہ بے شمار فوجی و نیم فوجی افسران اور عملے کے دیگر ارکان ریفرنڈم کے لیے چنے گئے[۹۲] اس کے علاوہ کم از کم پچاس ہزار فوجی صورت حال کو قابو میں رکھنے کے لیے پولیس کی امداد پر تعین کیے گئے[۹۳] صوبے بھر میں ۲۶۴ پولنگ سٹیشن بنائے گئے۔ سب کے لیے فوجی افسران کا تعین تو مشکل تھا اس لیے صوبائی انتخابات کے عملے کو بھی متعین کیا گیا لیکن ان کو فوج کے ماتحت کیا گیا[۹۴] وائسرائے چوٹی کے لیڈروں سے ملے اور آپس میں تفصیلی بات چیت کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ آپس میں دنگا فساد سے بچنے کے لیے قابل اعتراض تقریریں نہ کی جائیں۔ سارے معاملے کو ووٹروں کے سامنے صاف اور واضح رکھا جائے۔ اور الیکشن پوسٹروں میں بھی ایک دوسرے کے خلاف نازیبا گفتگو نہ کی جائے[۹۵] اس موقع پر ایک پوسٹر بھی تیار کیا گیا۔ مجوزہ پوسٹر میں پہلے تو مختصراً تقسیم ہند کی سکیم بیان کی گئی تھی۔ اس کے بعد تین حصوں میں تقسیم ایک چھوٹا سا نقشہ بنایا گیا تھا۔ نقشے کی تقسیم اس طرح کی گئی تھی کہ ہندوستان میں شامل ہونے والے علاقے بنائے گئے تھے۔ پاکستان میں شامل ہونے والے علاقے بتائے گئے تھے اور ساتھ ہی ان علاقوں کی وضاحت کی گئی تھی جنہوں نے ابھی فیصلہ کرنا تھا کہ وہ پاکستان کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں یا ہندوستان کے ساتھ ہندوستان کو سرخ رنگ میں رکھا گیا تھا۔ پاکستان کو نیلے رنگ میں دکھایا گیا تھا اور وہ علاقے جنہوں نے ابھی فیصلہ کرنا تھا کہ سفید رنگ میں نشان دہی کی گئی تھی[۹۶]

اس سارے عرصے میں پیر صاحب مانکی شریف نے، قائداعظم کے دیئے ہوئے پروگرام کے مطابق ریفرنڈم کی تیاریاں جاری رکھیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں ہر گاؤں اور ہر شہر کا تفصیلی دورہ کیا اور لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ اگر اکھنڈ ہندوستان میں رہنا چاہتے ہو تو پہلے تو صرف انگریزوں کے غلام تھے اب ہندوؤں کے غلام بھی بن جاؤ گے[۹۷] صوبائی مسلم لیگ

نے بھی پوری تندھی سے اپنا فرض سرانجام دیا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں اردو اور پشتو زبان میں مختلف* پوسٹر نکالے۔ ان پوسٹروں میں انہوں نے لوگوں کو خبردار کیا کہ وہ "کسی مکر اور دھوکے میں نہ آئے اور یاد رکھیے کہ آپ سے جو رائے لی جائے گی وہ صرف پاکستان اور ہندوستان کے متعلق ہو گی یہ بات برطانوی حکومت کے اعلان میں بھی واضح طور پر بیان کر دی گئی ہے۔ اور ایک پریس کانفرنس میں وائسرائے نے بھی صاف صاف کہہ دیا ہے کہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ صوبہ سرحد کے باشندوں سے پوچھا جائے گا کہ وہ ہندوستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا پاکستان کے ساتھ۔ اگر آپ سے کوئی کہے کہ ووٹ پاکستان اور پٹھانستان کے متعلق ہوں گے یا ایک بکس جناح صاحب اور دوسرا عبدالغفار خان کا ہو گا۔ اور اس قسم کی کوئی اور بات کہے تو یہ سب جھوٹ ہو گا۔" [۹۸]

پولنگ ۶ جولائی ۱۹۴۷ء کو شروع ہوئی اور ۲۰ جولائی ۱۹۴۷ء کو ریفرنڈم کے نتائج کا باقاعدہ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا۔ پوری ترتیب درج ذیل ہے: [۹۹]

پاکستان کے لیے ڈالے گئے ووٹ :	۲۸۹٬۲۴۴
ہندوستان کے لیے ڈالے گئے ووٹ :	۲۸۷۴
اکثریت :	۲۸۶٬۳۷۰
اکثریت فی صدی کے لحاظ سے :	۵۰،۴۹

خان عبدالغفار خان نے ریفرنڈم کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے ریفرنڈم کا بائیکاٹ کیا اور پولنگ میں حصہ بالکل نہیں لیا۔ مسلم لیگ کو کوئی روک تھام نہیں تھی اور انہوں نے سب کچھ وہ کیا جو ان کی مرضی تھی [۱۰۰] تاہم وائسرائے ماؤنٹ بیٹن نے ایک رپورٹ میں ریفرنڈم کے نتائج پر تسلی ظاہر کی۔ اس نے لکھا کہ مجھے اپنے دورہ سرحد کے دوران یقین ہو گیا کہ لوگ پاکستان کے لیے استصواب رائے کے حق میں ہیں۔ اس وقت لوگوں نے مجھے خوب ڈرایا کہ اس سے حالات بگڑ جائیں گے۔ اور خونریز فسادات شروع ہو جائیں گے لیکن میں استصواب رائے کے متعلق اپنے فیصلہ پر اٹل رہا اور وقت نے ثابت کر دیا کہ میرا فیصلہ درست تھا [۱۰۱]

پیر صاحب مانکی شریف نے تحریک پاکستان کے دوران جو محنت مشقت کی تھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے جلد ہی ان کو اس کا ثمر پاکستان بننے کی صورت میں دیا۔ ان کو اس سلسلے میں مبارک باد

* دیکھیے ضمیمہ نمبر ۸

کے بے شمار خطوط موصول ہوئے ایک خط میں جو کہ دفتر جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ (پنجاب) سے ان کی خدمت میں بھیجا گیا تھا کہ "الحمدللہ جناب کی مخلصانہ مساعی جمیلہ ٹھکانے لگیں اور اسلامی ترقی کے لیے وسیع میدان پیدا ہو گیا ہے" [۱۰۲] اس طرح پیر صاحب نے مملکت اسلامی کے قیام کے سلسلے میں جو خواب اکتوبر ۱۹۴۵ء میں دیکھا تھا اس کی تعبیر ان کو ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کے سلسلے میں ملی۔

۱۷- صابر، بحوالہ سابقہ ص ص ۱۰۱۴-۱۰۱۵ -

Jansson, *op. cit.*, pp. 194-195. -۱۸

Wiqar, *op. cit.* pp. 267-268. -۱۹

Pethick – Lawrence to Viscount Wavell. -۲۰
TP. IX. p. 954.

Wiqar, *op. cit.* p. 268. -۲۱

۲۲- محمد شفیع صابر، قائداعظم اور صوبہ سرحد بحوالہ سابقہ؛ ص ۱۹۰ -

۲۳- خواتین اراکین مسلم لیگ مردان بنام پیر صاحب مانکی شریف - ت ن
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

Mukhtar Zaman, -۲۴
Students Role in the Pakistan Movement
(Karachi: Quaid-i-Azam Academy, 1978), p. 76

Ibid. -۲۵

Inayat Kibrya quoted in Wiqar, *op. cit.*, p. 272 -۲۶

Jansson, *op. cit.*, p. 195. -۲۷

Mian Amin al Wahab quoted in Wiqar, *op. cit.*, p. 272. -۲۸

Jansson, *op. cit.*, pp. 196-197. -۲۹

Abdul Ghaffar Khan, *op. cit.*, p. 202. -۳۰

Olaf Caroe to Mountbatten, 22 March, 1947, -۳۱
TP. X., p. 1.

۳۲- میاں عبداللہ شاہ بنام پیر صاحب مانکی شریف- ۱۳ مئی ۱۹۴۷ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۳۳- محمد خان بنام پیر صاحب مانکی شریف- ت ن
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۳۴- میاں عبداللہ شاہ بنام پیر صاحب مانکی شریف ۲۸ مئی ۱۹۴۷ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

حوالہ جات

۱- Erland Jansson, *op. cit.*, p. 190.

۲- *Ibid.*, pp. 190-191.

۳- Sayed Wiqar Ali Shah, *op. cit.*, p. 255.

۴- Jansson, *op. cit.*, p. 191.

۵- Wiqar, *op. cit.*, pp. 256-257.

۶- انٹرویو مولانا مدرار اللہ ۱۳ مارچ ۱۹۸۷ء

۷- محمد شفیع صابر، تاریخ صوبہ سرحد: بحوالہ سابقہ ص ص: ۱۰۱۴ - ۱۰۱۳ -

۸- مولانا مدرار اللہ، بحوالہ سابقہ

۹- حاجی محمد رمضان بنام پیر صاحب مانکی شریف ۲۲ فروری ۱۹۴۹ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۱۰- محمد اعظم خان بنام پیر صاحب مانکی شریف ۲۲ فروری ۱۹۴۷ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۱۱- متن بیانیہ میاں محمد شاہ آف ببی -
(میاں محمد شاہ آف ببی ذاتی ذخیرہ)

۱۲- Wiqar, *op. cit.* p. 261.

۱۳- صفدر محمود،
پاکستان مسلم لیگ کا دور حکومت
(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۷۳) ص: ۵۴

۱۴- Viscount Wavell to Pethick – Lawrence, 5 March, 1947.
TP. IX. pp. 773-775.

۱۵- Jansson, *op. cit.* p. 193.

۱۶- Statement of Clement Attlee, 20 Feb., 1947.
TP. IX. pp. 773-775.

Jansson, op. cit. p. 203. ۵۱۔

Wiqar, *op. cit.* p. 287. ۵۲۔

Record of Interview between Rear-Admiral Viscount Mountbatten and Mr. I.I. Chundrigar, 2 May, 1947. ۵۳۔
TP. X. pp. 561-562.

Record of Interview between Mountbatten, Jinnah and Liaquat Ali Khan, 2 May, 1947. ۵۴۔
TP. X. p. 568.

Dawn, 5 may, 1947, New Delhi. ۵۵۔

۵۶۔ جاوید، بحوالہ سابقہ ص ص : ۱۷۳ - ۱۷۲ -

۵۷۔ حاجی غلام حیدر بنام پیر صاحب مانکی شریف - ۲۸ مئی ۱۹۴۷ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

Sir Olaf Caroe to Mountbatten 31 May, 1947. ۵۸۔
TP. XI. pp. 28-29

Wiqar, *op. cit.* p. 287. ۵۹۔

Campbell Johnson, *op. cit.* p. 94. ۶۰۔

Ibid. p. 97. ۶۱۔

Wiqar, *op. cit.* p. 293. ۶۲۔

۶۳۔ صابر، تاریخ صوبہ سرحد بحوالہ سابقہ ، ص: ۱۰۲۲ -

Jansson, *op. cit.* p. 205. ۶۴۔

Mountbatten to Earl of Listowel. 1 May, 1947. ۶۵۔
TP. X, p. 530.

Mountbatten to Lord Ismay . 6 May, 1947. ۶۶۔
TP. X. p. 634.

Minutes of Viceroy's Tenth Miscelleneous Meeting. 8 May, 1947. ۶۷۔
TP. X. p. 671.

Viceroy's Personal Report No.6. 8 May, 1947. ۶۸۔
TP. X. pp. 681-691.

۳۵۔ صابر، تاریخ صوبہ سرحد، بحوالہ سابقہ، ص: ۱۰۱۷

۳۶۔ احمد شاہ، معاشی ساختی بنام پیر صاحب مانکی شریف۔ ت ن
(مانکی شریف۔ ذاتی ذخیرہ)

۳۷۔ عزیز جاوید، قائداعظم اور صوبہ سرحد، بحوالہ سابقہ، ص: ۳۶۳۔

Philip Ziegler, ۳۸۔
Mountbatten: The Official Biography
(London: William Collins Sons and Co., 1985), p. 363.

Wiqar, *op. cit.*, p. 278. ۹

Minutes of Viceroy's Third Miscellaneous Meeting, 16 April, 1947,
TP. X., p. 291.

Jansson, *op. cit.*, p. 201. ۴۱۔

Mohammad Haneef Shahid, ۴۲۔
Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah: Speeches, Statements, Writings and Letters etc.,
(Lahore: Sange meel Publications, 1976) pp. 57-58.

Wiqar, *op. cit.*, pp. 280-282. ۴۳۔

Mountbatten to Olaf Caroe, 27 April, 1947. ۴۴۔
TP. X. p. 471.

۴۵۔ صابر، تاریخ صوبہ سرحد، بحوالہ سابقہ، ص ص: ۱۰۲۱ - ۱۰۲۰۔

۴۶۔ صوفی میر احمد، انٹرویو، بحوالہ سابقہ

Larry Collins, Dominique Lapierre, ۴۷۔
Freedom at Midnight
(New York: Simon and Sahister, 1975) p. 129.

Alan Campbell - Johnson, ۴۸۔
Mission with Mountbatten
(London: Robert Hale, 1953) p. 74.

Ibid. pp. 74-75. ۴۹۔

Wiqar, *op. cit.* pp. 284-286. ۵۰۔

Gandhi to Abdul Ghaffar Khan quoted by Abell to Latimer 6 July, 1947. -۸۸
TP. XI, pp. 943-944.

Abdul Ghaffar Khan quoted in Wiqar, op. cit. p. 305. -۸۹

The Earl of Listowel to Mr. Attlee, 11 June, 1947, -۹۰
TP. XI, p. 280.

Mountbatten to Nehru 3 June, 1947, -۹۱
TP. XI, p. 101.

Wiqar, *op.cit.,* p. 302. -۹۲

Chaudhry Mohammad Ali, *op.cit.,* p. 167. -۹۳

Jansson, *op.cit.,* p. 221. -۹۴

Wiqar, *op.cit.,* p. 303. -۹۵

Ibid., pp. 303-304. -۹۶

۹۷- صوفی میر احمد، انٹرویو۔ بحوالہ سابقہ

پیر صاحب کی ان دنوں کی معروفیات کے متعلق صوفی میر احمد نے مصنف کو ریفرنڈم کے دوران پیش آنے والا درج ذیل واقعہ سنایا۔

مسلم لیگ کی طرف سے لاہور کے ایک طالب علم محمد سعید کو کلاچی میں ریفرنڈم کے سلسلے میں ایک پولنگ اسٹیشن کا انچارج بنایا گیا اس وقت وہاں پر موجود چند کانگرسی تشدد پر اتر آئے۔ محمد سعید نے پیر صاحب کو جو نواب قطب الدین خان آف ٹانک کے ہاں پڑے ہوئے تھے کو فون کیا۔ پیر صاحب چند گھنٹوں کے اندر ہی اندر ٹرکوں میں لوگوں کو ٹانک سے کلاچی لے آئے اور مخالفین کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ یوں ہر وقت ہر جگہ پیر صاحب بوقت ضرورت پہنچ جاتے۔

۹۸- اشتہار منجانب تشہیر کمیٹی فرنٹیر مسلم لیگ۔

(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

Mountbatten to the Earl of Listowel. 20 July, 1947. -۹۹
TP. XII. p. 277.

Ibid. -۶۹

Gandhi to Mountbatten. 8 May, 1947. -۷۰
TP. X. p. 667.

Lord Ismay to Mountbatten. 10 May, 1947. -۷۱
TP. X. p. 746.

Mountbatten to Lord Ismay. 10 May, 1947. -۷۲
TP. X. p. 728.

Jansson, *op. cit.* p. 206. -۷۳

Abdul Ghaffar, *op. cit.* pp. 204-205. -۷۴

۷۵- ابوالکلام آزاد، بحوالہ سابقہ، ص: ۳۸۹

۷۶- ایضاً- ص ص: ۳۹۲-۳۹۱-

۷۷- صابر، تاریخ صوبہ سرحد، بحوالہ سابقہ ص ص: ۱۰۲۳-۱۰۲۲-

۷۸- میاں عبداللہ شاہ بنام پیر صاحب مانکی شریف یکم جون، ۱۹۴۷ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

Syed Sharif ud Din Pirzada, Foundations of Pakistan, II, -۷۹
op. cit. pp. 566-568.

Makhdumzada Syed Hassan Mahmud, *op. cit.* p. 504. -۸۰

Jansson, *op. cit.* p. 217. -۸۱

۸۲- جاوید، بحوالہ سابقہ، ص: ۱۸۰-

Record of Interview between Mountbatten and Dr. Khan Sahib, -۸۳
5 June, 1947.
TP. XI., p. 150.

Ibid. -۸۴

Jansson, *op.cit.,* p. 218 -۸۵

Ibid. -۸۶

Jinnah to Sir. E. Mieville, 25 July, 1947, -۸۷
TP. XII, p. 340.

جہاد کشمیر میں پیر صاحب کا حصہ

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا۔ نئی مملکت کو قیام کے دن سے ہی بیشمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ اس پاک وطن کی حفاظت کرنا بھی پیر صاحب اور ان کے مریدین نے اپنے لئے ایک فرض جانا کیونکہ اس پاک دھرتی کے حصول کے لئے انہوں نے تن من دھن کی بازی لگائی تھی۔ اور مسائل کے ساتھ ساتھ مسئلہ کشمیر بھی پیدا ہوا۔ پیر صاحب کا اس میں ایک کلیدی کردار رہا ہے انہوں نے اپنے تئیں بے اندازہ کوشش کی کہ پاکستان کے مفاد میں اس کا حل نکل آئے۔

ریاست جموں اور کشمیر کا کل رقبہ ۸۴،۴۷۱ مربع میل ہے۔ علاقہ زیادہ تر پہاڑی ہے پہاڑیاں سرسبز ہیں۔ دو بڑے میدان ہیں ایک وادی کشمیر جو پہاڑوں سے گھری ہوئی ہے اور دوسرا صوبہ جموں کا میدان۔ یہ ریاست برصغیر کے انتہائی شمال مغربی کونے میں واقع ہے۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق ریاست کی کل آبادی چالیس لاکھ تھی۔ صوبہ کشمیر میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۹۳ فیصدی اور جموں میں ۶۱ فیصدی تھا[1] اس لحاظ سے اکثریت مسلمانوں کی تھی۔ جبکہ حکمران لور اقلیت ہندو پر مشتمل تھی[2] ساری ریاست پر ڈوگرہ خاندان حکمران تھے۔ فوج ڈوگرہ جوانوں پر مشتمل تھی۔ سرکاری ملازمتوں پر کشمیری پنڈت چھائے ہوئے تھے۔ تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمان غربت اور افلاس کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ صرف جموں شہر کے چند مسلمان گھرانے کھاتے پیتے خوشحال گھرانے سمجھے جاتے تھے[3]

برطانوی استعمار نے ہندوستان پر کم و بیش سو سال حکومت کی۔ اپنے دورِ حکومت میں انہوں نے حتی الوسع ہندوستان کو لوٹا۔ ان کی یہی کوشش تھی کہ سیاسی طور پر یہاں کوئی تحریک پھلنے پھولنے نہ پائے۔ وقت بڑی تیزی سے بدلتا گیا۔ شروع میں ہندوستان کے باشندوں نے اپنے لئے اصلاحات کا مطالبہ کیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ انہوں نے نوآبادیاتی طرز حکومت کی جگہ مکمل آزادی مانگنی شروع کر دی۔ حکمران اپنے غلاموں کی یہ جرأت کہاں برداشت کر سکتے تھے۔ تحریک آزادی کچلنے کی ناکام کوششیں کیں گئیں۔ ظلم و ستم کا ایسا بازار گرم کیا گیا جو آج بھی تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے لیکن باہر کی دنیا کے حالات بھی تیزی سے بدل رہے تھے۔ انگریزوں کو صاف دکھائی دے رہا تھا کہ جلد یا بدیر ہم کو اس سنہری چڑیا سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ رائے عامہ کے

۱۰۰۔ Wiqar, *op.cit.*, p. 306.

۱۰۱۔ Viceroy's personal Report No. 14. 25 July, 1947.
TP. XII. 334

۱۰۲۔ خط منجانب دفتر جامعہ محمدیہ شریف جھنگ بنام پیر صاحب مانکی شریف
۲۶ جولائی ۱۹۴۷ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

دباؤ سے مجبور ہو کر انہوں نے وقتاً فوقتاً وفود اور تجویزیں ہندوستان بھیجیں۔ اسی سلسلے میں ایک وفد وزارتی مشن[۴] کے نام سے مارچ ۱۹۴۶ء میں سر سٹیفورڈ کرپس لارڈ پیتھک لارنس اور اے وی الیگزنڈر کی قیادت میں ہندوستان میں آیا۔ وفد کے کام میں ہندوستانیوں کو انتقال اقتدار کی ایسی سکیم تیار کرنے میں مدد دینا تھا جو ان کے لوگوں کے لئے قابل قبول ہوں[۵] مشن نے والیان ریاست کو آزادی دی کہ وہ ہر دو ریاستوں یعنی ہندوستان اور پاکستان جس سے مرضی ہو شامل ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے ریاستوں کے عوام کو بالکل نظر انداز کر دیا[۶] ہندوستان کی دو بڑی سیاسی پارٹیوں آل انڈیا نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ نے اپنے اپنے طور پر مشن کو پرکھا۔ کشمیر کے ایک رہنما شیخ محمد عبداللہ نے وزارتی مشن کے نام ایک تار بھیجا جس میں انہوں نے واضح کیا کہ کشمیر کے عوام نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ اپنی قسمت آپ بنائیں گے[۷]

پروانہ آزادی ہند کی رو سے برطانوی استعمار کی استبدادیت دیسی ریاستوں پر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء سے ختم ہونا قرار پائی۔ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم ہونا تھا۔ دیسی ریاستوں کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ پاکستان یا ہندوستان جس کے ساتھ شامل ہونا چاہیں ان کی مرضی پر منحصر ہے[۸] لیکن اس کے ساتھ ساتھ وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ریاستی حکمرانوں کو یہ مشورہ دیا کہ ان ممالک سے ملنے سے پہلے ریاست کی جغرافیائی حدود کا خاص خیال رکھیں۔ اس کے علاوہ معاشی اور معاشرتی اقتدار کا بھی خیال رکھا جائے۔ انہیں چاہیئے کہ آخری فیصلہ کرنے سے پہلے تھوڑا بہت عوام کی رائے کا بھی خیال رکھیں[۹] جولائی ۱۹۴۷ء میں ماؤنٹ بیٹن کشمیر گئے۔ وہاں انہوں نے مہاراجہ کشمیر کے ساتھ چار دن گزارے انہوں نے مہاراجہ کو بھی مشورہ دیا کہ اپنے عوام سے رائے لے لو اور ان کی خواہش کا احترام کرو۔ ہر دو میں کسی کے ساتھ بھی ۱۴ اگست تک شامل ہو جاؤ۔ ماؤنٹ بیٹن کے خیال میں اگر مہاراجہ پاکستان کے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہے تو بھارت کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ اگر وہ ہندوستان کے ساتھ ملنا چاہتا ہے تو ۱۴ اگست تک پاکستان کا چونکہ وجود (قانونی طور پر) نہیں ہے تو اس لئے انہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ صرف اس صورت میں ان کو مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا جب وہ ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی ملنا نہ چاہے۔[۱۰] اسی سلسلے میں لارڈ اسمے بھی مہاراجہ کو اس پر آمادہ کرنے کشمیر گئے۔ لیکن اس بات چیت کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔[۱۱] اگست ۱۹۴۷ء تک کشمیر کی اکثر سیاسی پارٹیاں اس بات پر متفق ہو چکی تھیں کہ ریاست کشمیر کو نہ تو ہندوستان میں شامل کیا جائے اور نہ

پاکستان میں بلکہ اسے آزاد اور خود مختار رکھا جائے۔[۱۲] ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو نئے وزیر اعظم میجر جنک سنگھ نے پاکستان اور ہندوستان کی ملکوں کو تار دیئے کہ ریاست کشمیر خود مختاری کا اعلان کرتی ہے اور پاکستان اور ہندوستان دونوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھنے کی خواہش مند ہے[۱۳] لکن رائے عامہ کو دیکھتے ہوئے یہی گمان غالب ہوتا تھا کہ عوام کی اکثریت پاکستان کے ساتھ الحاق کرنا چاہتی ہے۔ اور اگر ان کی خواہشات کو دیکھتے ہوئے ایسا نہ کیا گیا تو اس کا نتیجہ تباہی بربادی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ محمد حفیظ اللہ رقم طراز ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس کے رہنماؤں اور مہاراجہ کشمیر کے درمیان ایک خفیہ سمجھوتہ طے پایا جا چکا تھا جس کی رو سے کشمیر نے بالآخر ہندوستان کے ساتھ الحاق کرنا تھا۔ کانگرس رہنماؤں پنڈت نہرو، گاندھی اور کرپلانی کے دورہ کشمیر اسی سلسلے کی کڑی جانی گئی۔[۱۴]

قیام پاکستان کے موقعہ پر ریاست کشمیر کے طول و عرض میں مسلمانوں نے بڑی خوشیاں منائیں کہ ان کو ڈوگرہ حکومت کے ناقابل بیان مظالم سے رہا ہونے کا وقت آچکا تھا۔ جموں اور سرینگر کے شہروں میں بھی یوم پاکستان بڑے جوش سے منایا گیا[۱۵] کشمیری مسلمانوں کے اس جذبہ آزادی کو کچلنے کے لئے ہری سنگھ نے ظلم و تشدد شروع کر دیا[۱۶] اسی ظلم و تشدد کو دیکھتے ہوئے پاکستان سے قبائلی پشتون کشمیری مسلمانوں کی مدد کے لئے کشمیر پر حملہ آور ہوئے۔ وہ اس چیز کو برداشت نہیں کر سکے کہ ان کے ہم مذہب بھائیوں پر ظلم و ستم کا ایسا بازار گرم ہو اور وہ مزے سے دیکھتے رہیں۔۔

اگست، ستمبر اور اکتوبر ۱۹۴۷ء کے دوران مغربی پنجاب کے اخبارات میں مشرقی پنجاب میں مسلمانوں پر مظالم کے ساتھ ساتھ کشمیری مسلمانوں پر ڈوگرہ فوج کے جبر و تشدد کی لرزہ خیز داستانیں بھی شائع ہو رہی تھیں اور ان اخبارات کی اطلاعات سے ثابت ہو رہا تھا کہ کشمیر میں بھی مسلمانوں کا وہی حشر ہو رہا ہے جو مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کا کیا جا رہا ہے۔ ان دنوں ڈوگرہ فوج جموں، اودھم پور اور کٹھوعہ میں مسلمانوں کے قتل عام میں مصروف تھی۔ ظلم و تشدد کے ان داستانوں سے متاثر ہو کر قبائلی عوام اور صوبہ سرحد کے پشتونوں نے متاثر ہو کر کشمیری بھائیوں کی عملی امداد کے طور طریقے اپنانے شروع کر دیئے[۱۷] کشمیر سے ڈوگرا مظالم کے ہاتھوں مجبور ہو کر بھاگنے والے اپنے ساتھ قرآن کی بے حرمتی کی داستانیں بھی ساتھ لائے۔ صدیوں سے پشتونوں کو یہی سکھایا گیا تھا کہ جب بھی قرآن اور اسلام خطرے میں ہو تو تم نے اسے بچانا ہے۔ اس کے لئے وقت

فاصلے اور مقام کا تعین ضروری نہیں۔ اب ان کو کشمیر میں مسلمان اور اسلام خطرے میں نظر آئے تو ان کی مدد کرنا ان پر فرض ہو گیا تھا۔[18]

ہزاروں کی تعداد میں پشتون ہندوستان کے مختلف شہروں دہلی، بمبئی، کلکتہ، رانچی وغیرہ میں کام کر رہے تھے۔ تقسیم سے کچھ پہلے اور فوراً بعد کے فسادات میں بہت سے پشتون مارے گئے۔ یہ خبریں جب ان کے گھروں میں پہنچیں تو انتقام کے لئے وہ بے چین ہو گئے۔ مشرقی پنجاب میں فسادات اور کشت و خون کی خبریں بھی آ رہی تھیں۔ حملہ آوروں میں اکثریت پٹیالہ اور کپور تھلہ کی سکھ افواج کی تھی۔[19] مسلمانوں کو خوفزدہ کر کے ہجرت پر مجبور کیا جا رہا تھا۔ ۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء تک پچاس ہزار سے زائد مسلمان جموں کو الوداع کہہ کر پاکستان چلے آئے۔[20] ان مظالم کی خبریں جب صوبہ سرحد پہنچیں تو ہر طرف ایک اضطراب سا پیدا ہو گیا۔ جہاد کے لئے تیاریاں شروع ہوئیں۔ مولوی صاحبان نے فتوے دیئے سیاسی رہنماؤں نے اپنے تئیں کوششیں شروع کر دیں۔ ایک لشکر فوراً تیار ہو کر کشمیر کی سمت چل پڑا۔ جب قبائلیوں کے اجتماع اور ان کے لشکر کی تیاری کی خبریں پشاور پہنچیں تو پشاور ڈویژن کے کمانڈر جنرل راس میکے نے اپنی پوری کوشش کی کہ اس لشکر کو اٹک اور خوشحال گڑھ کے پلوں پر روکا جا سکے لیکن اس کے وہاں پہنچنے سے قبل ہی لشکر پل پار کر گئے تھے۔[21] حکومت پاکستان کو ۱۹ اکتوبر کو اطلاع ملی کہ قبائلی لشکر نے کشمیر کی جانب کوچ کر دیا ہے تقریباً ۹۰۰ مسعود کشمیر کے لئے وزیرستان سے روانہ ہوئے۔ دوسروں نے بھی ان کی پیروی کی۔ وزیر، داوڑ، بھٹنی، توری، مہمند، آفریدی، سواتی خٹک حتیٰ کہ سرحد پار کے غلزئی اور سلیمان خیل بھی جہاد میں شریک ہوئے۔[22]

پیر صاحب مانکی شریف جیسے سیاسی مدبر اور مجاہد آدمی کے لئے ایسے وقت میں آرام سے بیٹھنا ناممکن تھا۔ انہوں نے خود بھی جہاد کشمیر میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور اپنے مریدین کو بھی اس میں حصہ لینے کی دعوت دی۔ اس سلسلے میں آپ نے چند علماء و رہنمایان قوم کو ساتھ ملا کر پورے صوبے کا دورہ کیا۔ علاقہ* خٹک کے ہر گاؤں کا تفصیلی دورہ کرتے ہوئے صوابی گئے وہاں جہاد کشمیر کی اہمیت اور افادیت کی تبلیغ کی۔ پھر وہاں سے کوہاٹ چلے گئے اس سارے دورے میں آپ نے عوام کو جہاد کشمیر میں جانی و مالی اعانت کی تلقین کی۔ پیر صاحب کو محمد سعید خان اور ان کے ساتھیوں نے اطلاع دی کہ فی الحال "ہمارے مجموعہ فقیران و ملازمان قریباً ایک صد

* اس دورہ کے علاقہ جات کی مکمل تفصیلات کے لئے دیکھئے ضمیمہ نمبر ۹

بمعہ رائفل تیار موجود ہیں"۔ اور پیر صاحب کے حکم کا انتظام کر رہے ہیں کہ کب ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور جہاد کشمیر میں حصہ لے سکیں۔[23] مالاکنڈ ایجنسی سے غلام حیدر خان، فضل کریم نے پیر صاحب سے دریافت کیا کہ ان کا کشمیر آنا جانا کس طرح ہو گا۔ نیز اگر کسی کے پاس اپنا اسلحہ بارود وغیرہ نہ ہو تو اس کا کیا انتظام ہو گا۔[24] علاقہ خٹک کے خان خوانین نے بھی جہاد میں عام و خاص کی طرح بھرپور حصہ لیا۔ پیر صاحب کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجاہدین اسمست سے بھی ان کا رابطہ باقاعدہ قائم تھا اور منشی بارک اللہ وقتاً فوقتاً جہاد کشمیر کے سلسلے میں اپنی ضروریات سے پیر صاحب کو آگاہ کرتا رہا۔ پیر صاحب کی ہمہ گیر شخصیت ہی تھی کہ ان کو اپنے صوبے کے علاوہ باہر سے بھی اس سلسلے میں پیغامات آنے شروع ہوئے۔ لاہور سے محمد ابراہیم نے پیر صاحب کو مطلع کیا کہ جہاد کشمیر کی اہمیت اور آپ حضرات کے پر اخلاص کارنامے یہاں کے علمائے حق کو "اقدام عمل کے لئے مجبور کرنے کے محرک و داعی ہیں"۔ اس نے پیر صاحب کو مزید بتایا کہ یہاں کے علماء نے جمیعت العلمائے خدام المجاہدین کے نام سے ایک جماعت بنائی اور ان کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آپ کی سرپرستی اور رہنمائی میں ہر قسم کی قربانی کی جائے۔[25]

مجاہدین کے دستے ایبٹ آباد کے راستے کشمیر کی طرف گئے۔ مظفر آباد فتح کر لیا گیا۔ فتح مظفر آباد کے بعد لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ ایک کوہالہ کے پل کی طرف اور دوسرا دستہ سرینگر کی طرف روانہ ہوا ڈوگرہ فوج نے کوہالہ کے پل کو تباہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔ مجاہدین کے دستوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس اثناء میں پونچھ کی طرف آزاد کشمیر کی فوج کا ایک[26] دستہ اس فوج سے مل گیا۔ سرینگر کی طرف پیشقدمی کرنے والی فوج نے ڈوگرہ فوج کو پسپا کرنا شروع کر دیا۔ کئی مقامات پر ان سے بھاری اسلحہ چھین لیا گیا۔[27] مجاہدین کی پیشقدمی جاری رہی۔ جلد ہی انہوں نے کئی قابل ذکر شہروں میرپور، پونچھ، کوٹلی، جہانگیر، نواں شہر اور بھمبر کو محصور کر لیا۔ ڈوگرہ افواج کو شکستوں پر شکستیں ہوئیں۔ اس موقع پر قبائلی لشکر کے ہاتھوں کچھ زیادتیاں بھی ہوئیں جب سرحد کی حکومت کو اس کا علم ہوا۔ تو انہوں نے پیر صاحب مانکی شریف کو معاملات سنبھالنے کے لئے کہا۔ پیر صاحب نے بارہ مولا میں مجاہدین کے ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے سروں کی بازی لگا کر جہاد کشمیر میں لوٹ مار کے لئے حصہ نہیں لیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے احکامات موجود ہیں کہ کس طرح جنگ کے دوران آپ کا برتاؤ ہونا چاہیئے۔ آپ لوگوں نے مذہبی امتیاز سے بالاتر ہو کر ہر کسی کی عزت و آبرو اور جان و مال کی حفاظت کرنی ہے۔[28]

مجاہدین کی اس پیشقدمی سے گھبرا کر مہاراجہ کشمیر نے اپنے آپ کو مقابلے میں کمزور پا کر ہندوستان کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ ویسے بھی نہرو کو کشمیر سے خاص لگاؤ تھا۔ خود وہ کشمیری پنڈت تھے۔ ان کے خیال میں ان کے لئے اس سے بڑا المیہ اور کوئی نہیں ہو گا کہ کشمیر پاکستان کا حصہ بن جائے[۲۹] نہرو نے ایک طرف تو مہاراجہ کو امداد دینے کے طور طریقوں پر غور کرنا شروع کیا دوسری طرف برطانوی وزیراعظم سی آر ایٹلی کو ایک تار بھیجا جس میں اس نے کشمیر کے حالات کو کافی خراب قرار دیا۔ اس نے برطانوی وزیراعظم کو بتایا کہ بڑی تعداد میں آفریدی اور سرحدی قبائل نے ریاست پر حملہ کر دیا ہے۔ انہوں نے کئی شہروں پر قبضہ کر لیا ہے بڑی تعداد میں غیر مسلموں کا قتل عام تو روزمرہ کا معمول ہے۔ نہرو نے پاکستان پر الزام لگایا کہ وہ انہیں ٹرانسپورٹ کی سہولتیں مہیا کرتا ہے اس کے علاوہ حکومت پاکستان کی طرف سے ان کو جدید اسلحہ بھی فراہم کیا جا رہا ہے[۳۰] ساتھ ہی نہرو نے ولبھ بھائی پٹیل کو ہدایت دی کہ چونکہ موسم سرما کے آغاز سے ہی وادی کشمیر بقیہ ہندوستان سے کٹ جاتی ہے اس لئے موسم سرما کے آغاز سے قبل ہی معاملہ سنبھل جانا چاہیئے[۳۱]

بہت جلد مجاہدین اس پوزیشن میں آ گئے کہ وہ سرینگر پر حملہ کر دیں۔ حملے میں پہل محسود قبائل نے کی۔ کرنل شاہ پسند محسود اپنے خاندان کے دوسرے افراد کے ہمراہ اس جہاد میں شامل تھے۔ مجاہدین کی یلغار اور ان کے بلند[۳۲] حوصلوں کے آگے ریاست کی فوجیں نہ ٹھہر سکیں ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ تک سرینگر کے ایک بڑے علاقے پر آزاد حکومت کا پرچم لہرا دیا گیا[۳۳] لیکن ہوائی اڈے پر قبضہ کرنا ابھی باقی تھا۔ مہاراجہ کشمیر نے ۲۵ اکتوبر کو ہندوستان سے باقاعدہ فوجی امداد کے حصول کی درخواست کی وی پی مینن بذریعہ ہوائی جہاز فوراً سرینگر پہنچا۔ اس نے مہاراجہ سے آئینی پہلوؤں پر تبادلہ خیالات کئے۔ اگلے دن وہ دہلی واپس پہنچا۔ مینن نے ریاست کو ان حملہ آوروں سے بچانے پر زور دیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اس پر زور دیا کہ ہندوستان کی افواج کو تب ہی معاملے میں دخل دینا چاہیئے۔ جب مہاراجہ ریاست کشمیر کا باقاعدہ طور سے بھارت سے الحاق کا اعلان کرے[۳۴] مینن پھر جموں گیا اور وہاں سے مہاراجہ سے الحاق کے معاہدے پر دستخط لئے۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۷ء) کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے مہاراجہ کشمیر کی ریاست کا باقاعدہ الحاق ہندوستان کے ساتھ منظور کر لیا۔ کشمیر میں ہندوستان کی باقاعدہ فوج بھیجنے کا فیصلہ ہو گیا[۳۵] ہندوستانی سپاہیوں کا پہلا دستہ لیفٹیننٹ کرنل رائے کی کمان میں ۲۷ اکتوبر کو ریاست کشمیر

میں داخل ہو گیا[۳۶] مجاہدین کے دو سو آدمیوں کا ایک دستہ میجر خورشید انور[۳۷] انور کی کمان میں ۳۰ اکتوبر کی رات کو سرینگر کا ہوائی اڈہ قبضہ کرنے بھیجا گیا۔ اس قبضے سے ہندوستانی افواج کی نقل و حرکت کا ایک بڑا ذریعہ ختم ہو سکتا تھا۔ اگلے دن دشمن کے ہوائی جہازوں نے بے حد بمباری کی۔ مجاہدین کو بہت زیادہ جانی و مالی نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی اثنا میں یہ افواہ پھیلا دی گئی کہ کوہالہ اور ڈومیل کے پل تباہ کر دیئے گئے ہیں اس خبر نے قبائلیوں میں ایک افراتفری سی پھیلا دی۔ اکثر قبائل مظفرآباد کی طرف پسپا ہونا شروع ہو گئے۔ میجر خورشید انور نے اپنے چند ساتھیوں سمیت ہوائی اڈے پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لیکن تعداد کی کمی اور اسلحہ کے معیار اور قلت نے انہیں کامیاب نہیں ہونے دیا[۳۸] اور ہوائی اڈے پر ہندوستانی فوجوں کا مکمل طور پر قبضہ ہو گیا اب ان کے لئے نقل و حرکت کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ ہندوستانی افواج جدید ترین ہتھیاروں سے لیس تھی۔ انہیں فضائی امداد بھی حاصل تھی جلد ہی انہوں نے پیشقدمی شروع کر دی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اپنوں کی غداری کی وجہ سے کشمیر کے محاذ پر قبائلی لشکر کو پسپا ہونا پڑا صوبے بھر میں یہ خبر پھیل گئی کہ مجاہدین کو کشمیر سے واپس بلوایا گیا ہے یہ افواہ پھیل گئی کہ وہاں پر قبائل کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو لوگ گئے ہیں ان کو بھی واپس کیا جاتا ہے[۳۹] پیر صاحب مانکی شریف کو اس جنگ بندی پر بہت افسوس ہوا کیونکہ ان کا جذبہ جہاد قطعی طور سے یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ کشمیر مکمل فتح کیئے بغیر جنگ بندی ہو[۴۰]

قبائلی بھائیوں کی بروقت امداد کو بہت سراہا گیا۔ سردار محمد ابراہیم خان سابق صدر آزاد کشمیر لکھتا ہے کہ آزاد کشمیر کے عوام اور ان کی آئندہ نسلیں ہمیشہ ان مجاہدوں کی شکرگزار رہیں گی کیونکہ انہوں نے کشمیری مسلمانوں کی ایک نہایت نازک دور میں مدد کر کے ان کے دل جیت لئے[۴۱]۔ ایک اور کشمیری مصنف رقم طراز ہے" قبائلی ٹڈی دل کی طرح چڑھ دوڑے انہوں نے کفار کے چھکے چھڑا دیئے اور کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ اور پھر یہ جرأت پیدا ہوئی کہ خود بھی بندوق اٹھانے لگے[۴۲]

کشمیر کا تنازعہ اقوام متحدہ کے آگے بھی پیش ہوا۔ عارضی طور پر جنگ بندی ہو تو گئی تھی لیکن یہ ایک نہ حل ہونے والا مسئلہ بن گیا تھا۔ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ہی بنیادی تنازعہ جنگوں کی بنیاد بھی بنا۔ لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پیر صاحب مانکی شریف

نے ہمیشہ کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی حمایت کی۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں بیکنگ (چین) میں امن کانفرنس ہوئی۔ اس میں شرکت کے لئے پیر صاحب اور ان کے رفقا* ۱۴ر اکتوبر کو پیکنگ گئے۔ وہاں سے پھر شنگھائی اور پھر کینٹن کا دورہ بھی کیا۔ ان تمام جگہوں پر پیر صاحب نے اپنے خطابات کے دوران کشمیریوں کے حق خود ارادیت کی بھرپور حمایت کی [۴۴]

پیر صاحب اور سیاسیات سرحد آزادی کے بعد

پیر صاحب نے تحریک پاکستان میں عملی طور پر حصّہ لے کر یہ ثابت کر دیا تھا کہ چاہے مذہبی میدان ہو چاہے سیاسی میدان دونوں میں وہ اپنی مثال آپ تھے آپ ایک بے لوث و بے غرض سچے اور محب وطن سیاستدان تھے۔ پیر صاحب سیاست میں شرافت کے قائل تھے آپ نے کسی سے بھی سیاست میں ذاتی عناد اور بغض و کینہ نہیں رکھا۔ جب ایک دفعہ آپ نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی تو اب آپ کی ساری قوت توانائی اب اسی مسلم لیگ کو تقویت پہنچانے میں ہی صرف ہونے لگی۔ ان کی یہی کوشش رہی کہ مسلم لیگ کو دیہاتوں میں متعارف کرایا جائے تاکہ خان بہادروں، نوابوں اور اربابوں کے علاوہ عام آدمی تک بھی مسلم لیگ کا پیغام پہنچ سکے۔ ان کی کوشش کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہی مسلم لیگ جو سالوں تک صوبے بھر میں "موٹر لیگ" کہلاتی تھی اب ایک عوامی جماعت بن کے سامنے آئی۔ جہاد کشمیر کے بعد پیر صاحب کو ارباب اقتدار نے اپنے لئے ایک خطرہ سمجھا۔ اگرچہ انہیں کبھی بھی کرسی کی خواہش نہیں رہی تھی اور اس کا سب سے بڑا ثبوت لیاقت علی خان مرحوم کا وہ خط ہے جو انہوں نے پیر صاحب کو تحریر کیا۔ اور اس میں واضح الفاظ میں کہا گیا کہ پیر صاحب کو لیاقت علی خان کے دورہ سرحد کے موقعہ پر درخواست کی گئی کہ وزارت بنائی جا رہی ہے اور آپ اس میں شرکت کر لیں اور وزارت کے عہدے کو قبول کر لیں تو آپ نے اس وقت اپنی معذوری کا اظہار کیا تھا۔ لیاقت علی خان نے مزید کہا کہ "آپ قوم کی اور اسلام کی خدمت بغیر کسی لالچ کے کر رہے ہیں اور ہر شخص آپ کی دیانتداری اور حقیقی خدمت سے واقف ہے۔ آپ جیسے مخلص کام کرنے والے قوم کے لئے باعث فخر ہیں" [۴۴] لیکن سرحد کے ارباب اقتدار پیر صاحب کی مقبولیت سے خائف تھے وہ آپ کو اپنے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ

---

* ان کے ساتھ اور قابل ذکر اشخاص میں غلام محمد خان لوندخوڑ، حنیف خان، فضل حق شیدا وغیرہ تھے۔

سمجھتے تھے۔ پیر صاحب کی مخالفت میں سب سے بڑھ چڑھ کر خان عبدالقیوم خان نے حصّہ لیا۔ قیوم خان کی شخصیت کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ وہ مخالفت اور نکتہ چینی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ جبکہ جمہوریت میں اختلاف رائے اور سیاسی بنیادوں پر مخالفت ایک بنیادی تقاضا ہے [۴۵]

قیوم خان کے طرز عمل پر اکثر پرانے اور دیرینہ لیگی اسے ناراض ہو گئے پیر صاحب کی طرف سے یہی کوشش رہی کہ وہ مسلم لیگ کو سیاسی انتشار سے بچالیں۔ ان کی کوششوں سے چند قابل ذکر مسلم لیگی ایم ایل اے صاحبان سلطان حسن خان، محمد زمان خان، پیر عبداللطیف زکوڑی، محمد اسحٰق خان اور میاں مشرف شاہ کاکاخیل پیر صاحب کے کہنے پر ان کی رہائش گاہ واقع چیراٹ تشریف لے گئے۔ وہاں پر پیر صاحب نے انہیں اس پر آمادہ کیا کہ وہ قیوم خان پر مکمل اعتماد کا اظہار کریں جو انہوں نے کیا۔ لیکن قیوم خان نے پھر بھی انہیں ستانے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ چنانچہ سرحد کے مخلص مسلم لیگی کارکن پیر صاحب کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔

سرحد مسلم لیگ نے ۱۹۴۸ء میں رکنیت سازی کی مہم میں بڑی سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ قیوم خان اور پیر صاحب دونوں اپنے اپنے گروپوں کے زیادہ سے زیادہ افراد کو رکن بنانا چاہتے تھے۔ کیونکہ انہی ارکان کو آگے چل کر درجہ بدرجہ لیگ کے عہدیداروں کا انتخاب کرنا تھا۔ قیوم خان سرحد میں مسلم لیگ کو صرف اپنے پیروکاروں تک ہی محدود اس لئے بھی رکھنا چاہتے کہ کوئی اس کی بات رد کرنے کی جرات نہ کر سکے۔ اس معاملے میں پیر صاحب ان کے زبردست فریق کی حیثیت سے سامنے آئے۔ [۴۷] قیوم خان پیر صاحب کی مقبولیت سے خائف ہو گئے وہ انہیں اپنا سب سے مضبوط حریف سمجھتے تھے۔ قیوم خان نے پیر صاحب کے خلاف محاذ کھول دیا۔ پیر صاحب کو مسلم لیگ سے نکالنے کے لئے قیوم خان کے اشارے پر سرحد کی تنظیمی کمیٹی نے پیر صاحب کے حامیوں کو رکنیت سازی کے فارم تک مہیا نہ کئے [۴۸] اس کے لئے یہ عذر پیش کیا گیا کہ ایک آدمی کو صرف ایک ہی فارم مل سکتا ہے پیر صاحب نے صوبے کے مختلف حصّوں کا دورہ کیا اور لوگوں پر یہ صورت حال واضح کرنے کی کوشش کی۔ لیکن حکومت سرحد نے دفعہ ۱۴۴ کے تحت تمام پبلک جلسوں اور اجتماعات پر پابندی عائد کر دی [۴۹] پیر صاحب نے اسی صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے تحقیقاتی کمیٹی قائم کرنے کا مطالبہ کر دیا لیکن چودھری خلیق الزمان مرکزی صدر مسلم لیگ

نے ان کی ایک نہ سنی. کیونکہ چودھری خلیق الزمان صوبوں کے وزرائے اعلیٰ کو اپنے اعتماد میں لینا چاہتے تھے. صوبہ سرحد میں دونوں گروپوں کے اختلافات اتنے بڑھ گئے کہ صوبائی سربراہ کی پالیسیوں کے خلاف بطور احتجاج پیر صاحب الیکشن کمیٹی کے اجلاس سے واک آؤٹ کر گئے[50] مسئلہ پھر بھی ختم نہیں ہوا۔ ان کے درمیان اختلافات دور کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس میں کامیابی نہیں ہوئی. صورت حال مزید کشیدہ ہو گئی اور آخر کار اس کا انجام یہ ہوا کہ پیر صاحب نے مسلم لیگ چھوڑنے میں ہی عاقبت سمجھی[51] پیر صاحب کو مسلم لیگ چھوڑنے کا نہایت ہی دکھ ہوا۔ لیکن ایسے حالات میں ان کے لئے چارہ ہی اور کیا تھا. کیونکہ مرکز بھی صوبائی سربراہ کی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔ اس طرح صوبہ سرحد میں مسلم لیگ اپنے ایک، نہایت مخلص، بارسوخ اور دیرینہ کارکن کی حمایت سے محروم ہو گئی. قیوم خان نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا۔ اس نے اور مخلص لیگی کارکنوں کو بھی ستانا شروع کیا. بقول میاں محمد شاہ صاحب "صوبے سے جانے والوں کے مال پر لوٹ کھسوٹ، عدالتی کاموں میں مداخلت بے جا، شہری آزادی کی پامالی کنبہ و خویش پروری، رشوت ستانی کی انتہا، وزارت قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کے لالچ، پاکستان حاصل کرنے والوں کو سزائیں۔ کونسا عقلمند پاکستانی مندرجہ بالا قسم کو جرائم پیشہ وزارت سے اتفاق کرے گا جو میں اس کی مخالفت نہ کروں ملکی آزادی حاصل کرنے کے سلسلے میں خدمات سرانجام دینے والوں کو حکومت خطابات اور خلعتیں بخشا کرتی ہے۔ اور یہیں قیومی وزارت نے پاکستان حاصل کرنے کے صلہ میں کیا بخشا؟ غداری کا لقب اور جرائم پیشہ لوگوں کے زیور"[52]

پیر صاحب نے اپنے ہم خیال لوگوں کو جمع کر کے عوامی مسلم لیگ کے نام سے ایک نئی جماعت بنائی ان کے ساتھ قابل ذکر احباب جو اس میں شریک ہوئے ماسٹر خان گل، میاں محمد شاہ، شیر بہادر خان وکیل، عبدالمالک خان، ارباب عبدالغفور خان اور مولانا شاکر اللہ شامل تھے[53] جلد ہی صوبے بھر سے لوگ پیر صاحب کی جماعت میں شامل ہونا شروع ہو گئے۔ پیر صاحب کے خطوط سے ہی اندازہ ہوتا ہے کہ عوامی مسلم لیگ کا زیادہ زور کوہاٹ اور اردگرد کے اضلاع میں تھا۔ اس کے علاوہ مردان اور صوابی کی طرف بھی جماعت کو منظم کرنے کی کوششیں ہوئیں سوات کے وہ لوگ جو حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ پیر صاحب کی جماعت میں شامل ہو گئے۔

قیوم خان نے پیر صاحب کے اس اقدام پر انہیں مسلم لیگ کے خلاف "باغی" قرار دے دیا۔ اس نے کہا کہ ان لوگوں کے پاس ان کا اپنا کوئی پروگرام ایسا نہیں جو وہ عوام کے سامنے

لا سکیں یہ صرف بیکار اور عوام کی طرف سے "مسترد شدہ" لوگوں کا ایک ٹولہ ہماری مخالفت میں اکٹھا ہو گیا ہے[54] ساتھ ہی اس نے کہا کہ اس نئی جماعت (عوامی مسلم لیگ) کا بننا مسلم لیگ کی وحدانیت کے لئے ایک خطرہ ہے۔ اس نے پاکستان کے عوام سے عمومی اور صوبہ سرحد کے عوام سے خصوصی اپیل کی کہ ان کوششوں کو ختم کیا جائے کیونکہ یہ ملک و ملت کے لئے نقصان دہ ہے۔ اس نے پیر صاحب کے متعلق کہا کہ بدقسمتی سے پیر مانکی شریف چند مفاد پرست حلقوں کے ہاتھ میں کھیل رہا ہے اور جب ان مفاد پرستوں کا مقصد پورا ہو جائے گا تو وہ پھر اس کو پہچانیں گے بھی نہیں[55] قیوم خان نے عوامی مسلم لیگ کے نام پر بھی تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس بات پر تو کوئی اعتراض نہیں کہ کوئی جماعت اپنے ایک پروگرام کے ساتھ میدان عمل میں اترتی ہے لیکن اس پر اعتراض ہے کہ مسلم لیگ کا نام اپنے لئے کیوں استعمال کریں۔ اس نے زور دیتے ہوئے کہا کہ جو لوگ مسلم لیگ کا نام استعمال کر کے عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں وہ لوگ ملک کے غدار ہیں اور ان سے وہی سلوک کیا جائے گا جو غداروں کے ساتھ کیا جاتا ہے[56] قیوم خان نے پیر صاحب پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ اگر ان کے پاس اپنا کوئی پروگرام ہو تو وہ عوام کے سامنے پیش کریں۔ وزیر اعظم سرحد نے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہ سب مخالفت ذاتی عناد کی بنیاد پر ہے۔ پہلے تو ان لوگوں نے بقول قیوم خان نے یہ کوشش کی کہ مسلم لیگ پر تنظیمی انتخابات کا بائیکاٹ کیا اور الزام یہ لگایا کہ مجوزہ تعداد میں ان کو فارم رکنیت نہیں دیئے گئے"[57] قیوم خان نے صرف ان الزامات لگانے پر ہی نہیں کیا بلکہ اپنے تئیں بہترین کوشش کی کہ عوامی مسلم لیگ کے وجود کو ختم کرایا جا سکے۔ چارسدہ میں پولیس افسر لوگوں کو عوامی مسلم لیگ کے رکنیت فارم لینے سے منع کرتے رہے[58] لیکن اس قسم کی پابندیوں کے باوجود پیر صاحب کی حمایت میں لوگ جوق در جوق عوامی مسلم لیگ میں شامل ہوتے گئے۔ پیر صاحب سے لوگوں نے ہزاروں کی تعداد میں پرچیاں مانگیں تاکہ انہیں دور دراز کے علاقوں تک پہنچایا جا سکے[59] پیر صاحب کو کچھ خطوط عوامی مسلم لیگ کے منشور کی تبدیلی کے سلسلے میں بھی موصول ہوئے[60] ایک طرف تو یہ سلسلہ چل رہا تھا دوسری طرف قیوم خان نے عوامی مسلم لیگ کے وجود سے ہی انکار کیا اس نے یہ دلیل پیش کی کہ عوامی مسلم لیگ کا صوبائی دفتر کے علاوہ کسی ضلع میں بھی دفتر نہیں۔ پیر صاحب نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ تو ساری دنیا جانتی ہے

کہ ہماری جماعت کی نقل و حرکت پر جو پابندیاں عبدالقیوم خان نے ابتدا سے لگائی ہوئی ہیں اور جو تنظیمیں رکاوٹیں ہمارے راستے میں اب تک پیدا کی ہیں اس کے ہوتے ہوئے یہ ہماری کمزوری کی دلیل نہیں انہوں نے کہا کہ اگر یہی کسی جماعت کے عدم وجود کی دلیل ہو سکتی ہے تو پھر کیا عبدالقیوم خان بھی اپنے صوبائی دفتر کے علاوہ کہیں کسی ضلع میں سرکاری مسلم لیگ کے الیکشن دفتروں کے سوا کہیں اپنا دفتر بنا سکتا ہے۔ اگر نہیں تو عبدالقیوم خان کو اپنے دلیل کے مطابق مسلم لیگ کے وجود سے بھی انکار کرنا پڑے گا[61] قیوم خان وزارت کے ظلم و ستم جب پیر صاحب اور ان کی جماعت پر بہت بڑھ گئے تو صوبے سے باہر ملک کے اور حصوں میں اس چیز کو ناپسند کیا گیا۔ کوئٹہ میں ۲۰ جون ۱۹۵۰ء کو قبائلی فیڈریشن بلوچستان کا ایک اجلاس ہوا۔ اس میں اور قراردادوں کے علاوہ ایک قرارداد یہ بھی پاس کی گئی کہ قیوم وزارت کا عوامی مسلم لیگ کی مقتدر اور پاکستان خیرخواہ بیشتر رہنماؤں کے خلاف جنگ اقتدار کو سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ یہ جلسہ بجا طور پر محسوس کرتا ہے کہ قیوم وزارت کا پیر صاحب مانکی شریف اور دوسرے عوامی مسلم لیگ کے مخلص اور پاکستان کے خیرخواہ رہنماؤں کے خلاف جنگ اقتدار کو پاکستان کے بہترین مفاد کے بجائے منافی سمجھتا ہے[62] انہوں نے اس معاملے کو سنبھالنے کے لئے مرکز سے مداخلت کی اپیل کی جس کی پہلے اور اپیلوں کی طرح کوئی شنوائی نہ ہو سکی۔

صوبہ سرحد کی طرح مرکز میں بھی سیاسی کشمکش جاری تھی۔ حسین شہید[63] سہروردی جن کا تحریک پاکستان میں اپنا ایک خاص مقام رہا ہے کہ اس بات پر اعتراض تھا۔ کہ وزارت عظمیٰ اور حکمران جماعت کی صدارت دونوں عہدے ایک ہی شخص کے ہاتھ میں دیئے گئے ہیں وہ اسے آمرانہ اقدام سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ملک میں مضبوط حزب اختلاف بنانے کے لیے کوششیں شروع کر دیں[64] انہوں نے اس سلسلے میں پیر صاحب کو بھی لکھا کہ پاکستان کی خاطر ایک حزب مخالف کی ضرورت ہے نہیں تو ملک بالکل تباہ ہو جائے گا[65] سہروردی نے اپنے ارد گرد نظر دوڑائی تو دیکھا کہ پیر صاحب کی عوامی مسلم لیگ اور افتخار علی خان نواب آف ممدوٹ کی جناح مسلم لیگ ہی ایسی پارٹیاں تھیں جو کسی نہ کسی طرح حکمران جماعت پاکستان مسلم لیگ کا کچھ نہ کچھ مقابلہ کر رہی تھیں سہروردی نے بھی اپنے احباب بلوا کر ڈھاکہ میں ۲۳، ۲۴ جون ۱۹۴۹ء کو مشرقی پاکستان عوامی مسلم لیگ کی بنیاد رکھی[66] مغربی پاکستان کی اپوزیشن پارٹیوں سے ان کا اتحاد ہوا اور جناح عوامی لیگ کے نام سے ایک نئی جماعت معرض وجود میں لائی گئی[67] سہروردی نے فیصلہ کیا کہ وہ عوام

کے پاس جا کر ساری صورت حال واضح کر دے۔ اس سلسلے میں جب انہوں نے کیمبلپور (موجودہ اٹک) کے دورہ کا ارادہ کیا تو اس موقع پر پیر صاحب کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی کیونکہ ان کی وجہ سے زیادہ لوگوں کی شمولیت متوقع تھی[68] اس کے بعد جب سہروردی نے پشاور اور صوبہ سرحد کے اور اضلاع کے دورے کا اعلان کیا تو حکومت نے انکے سرحد میں داخلے پر امن عامہ کے مفاد کی خاطر پابندی لگا دی[69] اپنے سرحد داخلے پر پابندی کے سلسلے میں سہروردی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مرکزی اور صوبائی حکومتیں ایک ایسے وبا میں مبتلا ہو چکی ہیں جن کا علاج صرف اور صرف جمہوریت کے ذریعے ہی ممکن ہو چکتا ہے۔ یہ پاکستان کے عوام کا فرض ہے کہ آئینی اور جمہوریت کی نشو و نما کے لئے کام کریں۔ کیونکہ حکمران پارٹی کے ساتھ ملک کی قسمت وابستہ کرنا ملک کو تباہی کی طرف لے جا رہا ہے۔ اور اس سے پہلے کہ اس کا علاج ہی ناممکن ہو جائے ہمیں اس طرف خاص توجہ دینی چاہیئے[70] انہوں نے حکمرانوں کے اس دعوے پر کہ ہم نے اپوزیشن کو ختم کر لیا ہے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ کسی ملک میں اپوزیشن کو ختم کرنا یا اس کو دبانا اس ملک میں جمہوریت کے قتل کے برابر ہے[71] کچھ مدت بعد جب سہروردی صاحب کو دورہ سرحد کی اجازت ملی تو انہیں پیر صاحب نے صدر استقبالیہ کمیٹی عوامی مسلم لیگ صوبہ سرحد کی حیثیت سے ایک سپاسنامہ* پیش کیا۔ پیر صاحب نے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد سرحد کے آزادی پسند باشندوں کو جس طرح کچلا گیا ہے شاید ہی پاکستان کے کسی دوسرے حصے میں اس طرح کے ہتھیار استعمال کئے گئے ہوں یہاں کے عوام سات برس تک کالے قوانین اور تشدد کا شکار رہنے کی وجہ سے پاکستان میں جمہوریت کے مستقبل کے متعلق بالکل مایوس ہو چکے ہیں[72]

انتخابات

مارچ ۱۹۵۱ء میں دستور ساز اسمبلی نے بالغ رائے دہی کی بنیاد پر صوبہ سرحد میں عام انتخابات کرانے کا بل منظور کرایا۔ اور قانون کے تحت سرحد اسمبلی کو توڑ دیا گیا لیکن قیوم خان کو نگران وزارت کے سربراہ کے طور پر برقرار رہنے دیا گیا[73] پیر صاحب اور ان کی جماعت نے انتخابات لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں صوبہ بھر میں آپ کی خدمت میں عریضے آنے لگے جن میں آپ سے درخواست کی گئی کہ ان کے حلقوں سے آپ کھڑے ہوں[74]

---

* دیکھیئے ضمیمہ نمبر ۱۰

پیر صاحب چونکہ ایک ہر دلعزیز شخصیت کے حامل تھے اس لئے ان کے جلسوں میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شرکت کرتے۔ پیر صاحب کا انداز بیان کچھ ایسے انداز میں ہوتا کہ دوستوں کے علاوہ ان کے پرانے سیاسی مخالفین کی ایک بڑی تعداد بھی انکے جلسوں میں شرکت کرتی۔ قیوم خان اور اس کے حواری پیر صاحب کی اس مقبولیت سے بوکھلا گئے[45] جیسے جیسے انتخابات قریب آتے گئے حکومت کی بوکھلاہٹ میں اضافہ ہوتا گیا۔ انہوں نے پیر صاحب کے حامیوں کو ستانا شروع کیا۔ چارسدہ کے اسسٹنٹ کمشنر نے علاقے کے لوگوں کو بلوا کر انہیں مجبور کیا کہ وہ حکومت کو ووٹ دیں۔ ایک شخص مسمی بہادر شیر موضع شب قدر نے انکار کیا اور کہا میں تو پیر صاحب کو ہی ووٹ دوں گا تو اسے قید کر لیا گیا۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے پیر صاحب کے حامیوں کی ایک کثیر تعداد جن میں قابل ذکر پیر قلعہ کے ملک جہان شیر، رشکئی کے بادشاہ گل، گل خان، حاجی کشور، سیف اللہ جان، گل احمد اور دلہ زاک کے جان محمد، شمشیر، فضل خان اور سلام محمد شامل تھے۔ نے پیر صاحب کے ساتھی اور علاقے کی ایک مقتدر شخصیت ارباب عطاء اللہ کو اطلاع دی کہ چونکہ ہم نے بھی حکومت کو ووٹ نہ دینے کا فیصلہ کیا ہے اس لئے آپ ہمارا بندوبست کرلیں[46]

بہرحال انتخابات ہوئے۔ مسلم لیگ نے ۸۵ میں سے ۶۷ نشستیں جیت لیں۔ عوامی لیگ نے چار حلقوں میں کامیابی حاصل کی۔ ۱۳ آزاد امیدوار کامیاب ہوئے[47] الیکشن کے نتائج پر تبصرہ کرتے ہوئے پیر صاحب نے حکومت کی طرف سے دھاندلی کے طریقوں پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ:

۱۔ اپوزیشن کے ورکروں اور ایجنٹوں کو مٹھکانا شروع کیا انہیں کہا گیا کہ سبز صندوق (مسلم لیگ کے صندوق کا رنگ سبز تھا) میں پرچی ڈالو نہیں تو ہمارا اندر بیٹھا ہوا آدمی تمہیں دیکھے گا اور بعد میں ہم تم سے حساب چکالیں گے۔

۲۔ پریذائیڈنگ افسر حکومت کی پارٹی کے ایجنٹ بن کر ووٹر کو سبز صندوق کی توضیح کراتے۔

۳۔ اپوزیشن کے بکس الٹے رکھے گئے۔ بعضوں کے اندر کی طرف سفید کپڑا چسپاں کیا کہ اس کے اندر ووٹ جا ہی نہ سکے ساتھ ہی ووٹروں کو کہا جاتا کہ سفید (عوامی مسلم لیگ کا صندوق) تو بھر گیا ہے سبز بکس میں ڈالدو۔

۴۔ جب حکومت کا دل اس سے بھی نہیں بھرا تو اپوزیشن کے ووٹروں کو پرچیاں دینی بند کردیں۔

۵۔ ۱۹۵۱-۱۲-۱ کی شام جب حزب مخالف کے امیدواران تمام پیسہ دستیوں کے باوجود جیت رہے تھے تو حزب اقتدار نے ریڈیو سے خلط ملط سی خبریں نشر کرنی شروع کر دیں اور عوامی لیگ کے امیدواروں کو "آزاد" کے طور پر پیش کیا۔ انہوں نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ نتائج میں بھی ہیر پھیر کرنا شروع کردیا[48]

وفات

پیر صاحب کا ارادہ یہ تھا کہ پاکستان بننے کے بعد سیاست کو خیرباد کہہ کر روحانیت کی طرف پوری توجہ دیں گے۔ تحریک پاکستان کے دوران انہوں نے لوگوں سے کچھ وعدے کئے تھے اور مملکت اسلامیہ کے لئے ان کے اپنے کچھ عزائم تھے۔ پیر صاحب وہ وعدے پورے کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے تھے۔ لیکن پاکستان بننے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ارباب اقتدار نے ذاتی اغراض کو ترجیح دے کر ان وعدوں کو بھلا دیا ہے۔ چنانچہ پیر صاحب نے اپنے اس عظیم مقصد کے لئے پاکستان کے اندر کام کرنا شروع کردیا۔ نوزائیدہ مملکت میں حزب اختلاف کی بنیاد پیر صاحب اور ان کے دوستوں نے ہی رکھی۔ اس سلسلے میں انہیں کافی مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور بہت تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں۔ اس لئے آپس میں بہت صلاح مشورے بھی ہوئے، کنونشن بھی بلائے گئے، لیکن اس میں کوئی پیش رفت نہ ہوسکی۔ ان پیش آمدہ مشکلات اور پاکستان میں جمہوریت کے تاریک مستقبل اور دوستوں کی بے وفائی نے پیر صاحب کو دل برداشتہ کر دیا چنانچہ انہوں نے سیاست کے ساتھ اپنی وابستگی ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ۱۹۵۵ء سے انہوں نے باقاعدہ سیاسی سرگرمیاں چھوڑ دیں[49] سیاست سے عملی طور پر کنارہ کش ہونے کے بعد بھی پیر صاحب ملک کی بقاء اور استحکام کے لئے تمام عمر کام کرتے رہے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے درمیان پیر صاحب ایک رابطے کا کام دیتے رہے۔ پیر صاحب نے ہر قسم کی لالچ، طمع اور ذاتی اغراض سے بالاتر ہو کر یہ خدمات سرانجام دیں۔ اس لئے انہوں نے کبھی اپنے اس کام کی تشہیر پسند نہیں کی۔ ویسے بھی ذاتی طور پر نمود و نمائش سے انہیں چڑ تھی۔

۵ جنوری ۱۹۶۰ء کا بدقسمت دن تھا پیر صاحب کسی کام کے سلسلے میں میانوالی جا رہے تھے۔ فتح جنگ کے قریب ان کی کار کو حادثہ پیش آیا۔ پیر صاحب کو شدید زخمی حالت میں راولپنڈی لایا گیا۔ ان کو فوجی ہسپتال (C.M.H) میں داخل کرایا گیا۔ لیکن ان کی زندگی کے دن پورے ہو چکے تھے ان کے زخم جان لیوا ثابت ہوئے اور ۲۸ جنوری ۱۹۶۰ء کو تحریک پاکستان کے یہ نڈر بے باک، بے لوث اور مخلص رہنما اس دار فانی سے کوچ کر گئے ؛[۸۰]

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

پیر صاحب کی تدفین ۲۹ جنوری کو ان کے آبائی گاؤں مانکی شریف میں ہوئی نماز جنازہ لنڈی کوتل کے حاجی گل صاحب نے پڑھائی۔ لحد میں عبدالغفار خان نے اتارا جنازے میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ پیر صاحب نے اپنے پیچھے سوگواران میں لاکھوں مریدوں اور دوستوں کے علاوہ دو بیوائیں اور پانچ بیٹے* چھوڑے۔ اس موقع پر پشتو زبان کے مشہور شاعر اور پیر صاحب کے دوست فضل حق شیدا نے، جو ان دنوں لیڈی ریڈنگ ہسپتال پشاور کے پولٹن بلاک میں زیر علاج تھے، درج ذیل چند اشعار کہے :

تند دا دو حلہ باغ کے لویہ جالہ ... جو پڑ پتے حادثے نہ دہ اتالہ
سرہ غوٹئ ئے تاژم لا بورہ کل شوے نہ وہ ... یعنے ریزہ درنیہچی دخاؤرو خوالہ
زہ خو هم مرګونے پروت دَم عزرائیلہ ... دغہ پہ ځائے دا خلے نہ وے مالہ ۔ [۸۱]

(باغ میں ایک بڑے گھونسلے پر آسمانی بجلی گری۔ شاید یہ کسی بڑے حادثے کا پیش خیمہ تھی۔ میری وہ سرخ کلی ابھی پوری طرح وا بھی نہیں ہوئی تھی کہ ہوا کے بھاری تھپیڑے نے اسے خاک میں ملا دیا۔ اے عزرائیل! بستر مرگ پر تو میں پڑا ہوا ہوں۔ اس کے بجائے تو نے میری طرف کا رخ کیوں نہیں کیا؟)

پیر صاحب کی وفات کے ساتھ ہی ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا۔ سید روح الامین کے مطابق پیر صاحب کی زندگی ایک روشن مشعل ہے اور ان کے لئے ایک قابل تقلید مثال ہے۔ پیر صاحب کی زندگی کے مختلف رخ تھے۔ ہر فرد کے ساتھ انکے تعلقات کی نوعیت جدا جدا تھی ایک پیر ہونے کے علاوہ وہ ایک مثالی رہنما، ایک مخلص رشتہ دار، ایک بے لوث دوست اور ایک اچھے منتظم بھی تھے۔ رشتہ داری کے معاملے میں پیر صاحب بالکل ایک آئیڈیل

---

* بیٹوں کے نام اسطرح ہیں: سید روح الامین، سید نور الامین، سید سید الامین، سید نبی امین اور سید شمس الامین۔

شخصیت تھے۔ پیر صاحب کو ورثہ میں بہت سارے خاندانی تنازعات اور اختلافات بھی ملے تھے۔ ان کی جانشینی کے وقت ان کی عمر بہت کم تھی۔ جانشینی کے فوراً بعد انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو پیغامات بھیجے کہ میں ان اختلافات کو ختم کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ جو ہمارے بزرگوں کے وقتوں سے چلے آرہے ہیں خاندان کے بزرگوں کو یہ بات بڑی عجیب لگی۔ وہ کہنے لگے کہ وہ اختلافات اور تنازعات جو پیر صاحب کے بڑوں نے ختم کئے یہ کیسے ختم کرلیں گے لیکن پیر صاحب کا حسن سلوک، جوش اصرار، جذبہ اور شوق ہی تھا، جس نے ان بزرگوں کو اس پر مجبور کیا اور جن لوگوں نے رنجشوں کی بنا پر پیر صاحب کے والد صاحب کے جنازے میں شرکت نہیں کی تھی وہ عملی زندگی میں پیر صاحب کے دست راست بن گئے بات صرف یہیں تک محدود نہیں رہی۔ بلکہ پیر صاحب کی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ وہ بستر علالت پر پڑے ہوئے تھے یہ تمام بزرگ پیر صاحب کی زندگی کی آخری سانسوں تک انکے ساتھ (C.M.H) راولپنڈی میں ہی مقیم رہے انہوں نے پیر صاحب کی جدائی کا صدمہ اور غم انکی اولاد ہی کی طرح محسوس کیا پیر صاحب کی وفات کے بعد انہی حضرات نے ان کی اولاد پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور مصیبت کی ہر گھڑی میں ان کا ساتھ دیا۔ ان کے مریدوں پر انکے بہت زیادہ اثرات تھے۔ پیر صاحب ایک عام روایتی پیر کی طرح صرف دم اور تعویز پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنے مریدوں کی اصلاح میں کردار کی پختگی پر زیادہ زور دیا[۸۲] پیر صاحب دوستی میں سادگی، راست بازی اور مخلصی کے قائل تھے ان کی یہی کوشش رہی کہ وہ دوستی کے معیار پر پورا اتریں۔ چونکہ وہ ایک ہردلعزیز شخصیت کے مالک تھے اس لئے ان کا حلقہ احباب بھی بہت وسیع تھا۔ اپنے کسی دوست کو مشکل میں دیکھ کر وہ بہت کڑھتے۔ انہوں نے اپنے دوستوں کی مخدوش حالت دیکھ کر حتی الوسع انکی خدمت کی۔ پیر صاحب کی سیاسی بصیرت بہت زیادہ تھی انہوں نے اکثر بہت بڑے اجتماعات سے خطاب کئے تاہم ان کی زندگی میں ایسے مواقع بھی آئے جب ان کے سامنے حاضرین کی تعداد بہت قلیل ہوتی۔ لیکن ان کے سامنے بھی وہ پوری دلجمعی سے بولتے۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ اتنے کم لوگوں کے سامنے خطاب کرنے کا کیا فائدہ تو وہ یہی جواب دیتے کہ اگر ان حاضرین میں سے آدھے بھی ہماری سیاست سے متفق ہو جائیں تو یقیناً ہمارے پیغام کو آگے تک پھیلنے میں آسانی رہے گی۔

اگرچہ پیر صاحب کی ذات کا سیاسی اثر و نفوذ ان کی حیات مستعار اور کسی حد تک سرحد

حوالہ جات

۱- ریاست جموں وکشمیر میں آبادی کا تناسب کچھ یوں تھا

جموں

مسلمان :	۱,۲۰۸,۷۷۵	۶۱ فی صدی
ہندو :	۷۷۲ ,۰۶۰	٪ ۳۹

کشمیر

مسلمان :	۱,۵۸۹,۴۸۸	٪ ۹۲
ہندو :	۱۳۹,۲۱۷	٪ ۷،۸

اس طرح مجموعی طور پہ آبادی اس طرح بنتی تھی

ریاست میں مسلمانوں کی تعداد :	۲ ,۱۰۱,۲۴۷	٪ ۷۷ ۱۱
ریاست میں ہندوؤں کی کل تعداد :	۸۰۹ ,۱۶۵	٪ ۲۱
ریاست میں سکھوں کی کل تعداد :	۶۵ ,۹۰۳	
ان کے علاوہ اور لوگ :	۴ ,۶۰۵	

کل آبادی : ۴,۰۲ ۱,۶ ۱۶

محمد ایوب، مسئلہ کشمیر

نیو یارک۔ ۱۹۵۰؛ ص: ۱۷

اور

S. Gopal (ed)
Selected Works of Jawaharlal Nehru
(New Delhi: Jawarharlal Nehru Memorial Fund, 1985), 3, p. 223.

۲- Marie Seton,
Panditji, A Portrait of Jawaharlal Nehru
(London: Dennis Dobson, 1967), p. 137.

کی لعد کی سیاست میں بھی باقی رہا لیکن انکے روحانی فیوض آج تک جاری ہیں۔ ان کے لاکھوں مریدین اور عقیدت مندان کے مزار پرانوار پر بلاناغہ حاضری دیتے ہیں اور ان کی روحانی برکات سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

۸- میر احمد غلام کشفی، کشمیر ہمارا ہے
(لاہور: کلاسیک پبلیشرز، ۱۹۶۵ء) ص ۲۰۷ -

Aziz Beg, -۹
Captive Kashmir
(Lahore: Allied Business Corporation, 1958) p. 27.

Geoffrey Tyson, -۱۰
Nehru: The Years of Power
(London: Pal Mall Press, 1966), p. 81.

Ibid. -۱۱

۱۲- میر عبدالعزیز،
کشمیر کی تحریک آزادی
(لاہور: پاکستان پبلیشرز، ت ن) ص ص: ۷۵ - ۷۴ -

۱۳- ایضاً، ص، ۷۵ -

Mohammad Hafizullah, -۱۴
Towards Azad Kashmir
(Lahore: Bazami Frogh-i-Adab, nd), p. 53.

۱۵- محمد ایوب، بحوالہ سابقہ ص ص: ۱۹ - ۱۸ -

۱۶- کشفی، بحوالہ سابقہ، ص ۲۱۶ -

۱۷- سردار محمد ابراہیم خان،
کشمیر کی جنگ آزادی
(لاہور: کلاسیک، ۱۹۶۶ء) ص: ۱۲۲ -

Josef Korbel, -۱۸
Danger in Kashmir
(Princeton: University Press, 1954) p. 75.

۳- ظہور احمد،

کشمیر کی کہانی

(لاہور: مکتبہ لاہور، ۱۹۶۹) ص ص: ۲۹ - ۲۸

۴- ۱۹ فروری ۱۹۴۶ء کو لارڈ پیتھک لارنس (وزیر ہند) نے برطانوی پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ حکومت نے ہندوستان میں وزارتی مشن بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے جو ہندوستانیوں کو انتقال اقتدار کی ایک ایسی سکیم تیار کرنے میں مدد دے گا جو دونوں بڑی پارٹیوں آل انڈیا نیشنل کانگرس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے لئے قابل قبول ہوں۔ وفد ۲۴ مارچ کو دہلی پہنچا۔ وفد آتے ہی قابل ذکر سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں واراکین سے گفت وشنید میں مشغول ہوگیا۔ ان کے علاوہ وفد نے صوبائی وزراء اقلیتی نمائندوں اور والیان ریاست کا نقطہ نگاہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کی۔ کانگرس نے وفاقی آئین کی سفارش کی جبکہ مسلم لیگ نے برصغیر کی تقسیم پر زور دیا جب وزارتی مشن انکے درمیان مفاہمت کرانے میں ناکام ہوا تو مشن نے بھر اپنی تجاویز پیش کیں۔ ان تجاویز کی رو سے کل ہندوستان کو ایک یونین بنانے کا مشورہ دیا گیا جس میں برطانوی ہند اور دیسی ریاستیں شریک ہوں۔ یونین کے پاس امور خارجہ، دفاع اور مواصلات کے محکمے ہوں۔ اس کے علاوہ صوبوں کو تین گروپوں میں تقسیم کیا گیا:

الف: مدراس، بمبئی، صوبہ جات متحدہ، بہار، صوبہ جات متوسط اور اڑلیسہ۔

ب: پنجاب، صوبہ سرحد اور سندھ۔

ج: بنگال اور آسام۔

اس کے علاوہ وفد نے ایک مجوزہ دستور وضع اور نافذ کرنے تک کے عرصے میں ایک عبوری حکومت کے قیام کی سفارش بھی کی۔ وزارتی مشن ۲۹ جون کو واپس انگلستان گیا۔

۵- فائق کامران، بحوالہ سابقہ ص: ۲۶۵-

۶- جی ایم صادق،

کشمیر چھوڑ دو

(لاہور، سنگھم پبلیشرز، ت ن) ص: ۳۲ -

۷- ایضاً ص ۵۰ -

Nehru's Cable to C.R. Attlee, 25 Oct., 1947. ۳۰-
SW, 4, p. 274.

Nehru to Vallabh bhai Patel, 27 Sep., 1947. ۳۱-
SW, 4, P. 263.

۳۲ - لاہور کے ایک انگریزی اخبار "سول اور ملٹری گزٹ" کے نمائندے نے ۱۲ نومبر کو راولپنڈی میں ایک زخمی آفریدی مجاہد سردار گل سے ملاقات کی۔ سردار گل بارہ مولا کے مقام پر ہندوستانی دشمنوں سے دست بدست جنگ میں مجروح ہوا تھا۔ جب اس آفریدی سوار سے یہ دریافت کیا گیا کہ وہ کیسے زخمی ہوا تو اس نے مسکرا کر جواب دیا "میں نے اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچا دیا تھا جس نے مجھے زخمی کیا۔" اس نے مزید بتایا کہ ہم کشمیر کی "شیطانی حکومت" کے خلاف جہاد کرنے آئے تھے۔ اس نے ایک عزم اور حوصلے سے کہا "ہم اس جہاد کو جاری رکھنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔"

بحوالہ سابقہ مشتاق قریشی، ص: ۱۳۵ -

۳۳- الیضاً۔ ص: ۱۱۴ -

SW, 4, *op. cit.* p. 275. ۳۴-

Suharwardy, *op. cit.* p. 119. ۳۵-

SW, 4, *op. cit.* p. 275. ۳۶-

۳۷ - میجر خورشید انور فوج کا ایک ریٹائرڈ میجر تھا۔ وہ جالندھر کا رہنے والا تھا۔ اپنی فوجی ملازمت کے دوران خورشید انور نے پشتو سیکھ لی تھی۔ پنجاب اور سرحد کی حکومتوں کے خلاف تحریک سول نافرمانی میں اس نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ جہاد کشمیر میں اس کا ایک کلیدی کردار رہا ہے۔ کشمیر کے محاذ پر جنگ کے دوران ان کے دائیں پاؤں میں گولی لگی۔ زخم بگڑ گیا۔ اور وہی زخم جان لیوا ثابت ہوا۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو میجر خورشید انور کا انتقال ہوا۔

Saraf, *op. cit.* p. 934. ۳۸-

۳۹- محمد بہرام خان بنام پیر صاحب مانکی شریف۔ ۲ نومبر ۱۹۴۷ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۴۰- انٹرویو مولانا مدد اللہ، مردان - ۱۳ مارچ ۱۹۸۷ء

Mohammad Yusuf Saraf, ۱۹
Kashmiris Fight for Freedom, II
(Lahore: Ferozsons, 1979) p. 890.

۲۰۔ مشتاق احمد قریشی،
<u>جہادِ کشمیر</u>
لاہور: راحت پبلی کیشنز، ۱۹۴۸ء؛ ص: ۶۳۔

Aziz Beg, ۲۱۔
The Wailing Vale
(Lahore: Babur and Amer Publications, 1969) p. 95.

A.H. Suharwardy, ۲۲۔
Tragedy in Kashmir
(Lahore: Wajid Ali's, 1983) p. 115.

۲۳۔ محمد سعید خان و ہمراہان بنام پیر صاحب مانکی شریف، ۶ جولائی ۱۹۴۷ء
<u>(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)</u>

۲۴۔ غلام حیدر خان بنام پیر صاحب مانکی شریف، ۶ جنوری ۱۹۴۸ء
<u>(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)</u>

۲۵۔ محمد ابراہیم بنام پیر صاحب مانکی شریف، ۶ جنوری ۱۹۴۸ء
<u>(مانکی شریف فاتی ذخیرہ)</u>

۲۶۔ مری کے فیرویو ہوٹل میں ستمبر ۱۹۴۷ء کے آخری دنوں میں ایک اجلاس ہوا۔ شامل ہونے والوں میں سردار ابراہیم، میجر خورشید انور، بیگم نسیم اکبر اور سردار شریف شامل تھے۔ اجلاس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ قبائلی حملے کے وقت اندرونی طور پر بھی بغاوت کرائی جائے۔

۲۷۔ مشتاق، <u>بحوالہ سابقہ</u>، ص: ۱۱۲۔

Saraf, *Op. cit.* p. 908. ۲۸۔

Jawarharlal Nehru to M.C. Mahajan, 21 Oct., 1947 ۲۹۔
Selected Works of Jawaharlal Nehru
(New Delhi: Dhawan Printing Works, 1986) 4,
p. 272.

۵۹۔ علی اکبر خان تنولی بنام پیر صاحب ۔ (ت ن)
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۶۰۔ گڈ ملا آف ہنگو بنام پیر صاحب ۔ ۲۳ جنوری ۱۹۵۰ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۶۱۔ متن بیانیہ پیر صاحب ۔ (ت ن)
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۶۲۔ قرارداد قبائلی فیڈریشن بلوچستان ۔ ۲۰ جون ۱۹۴۹ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۶۳۔ حسین شہید سہروردی ۱۸۹۳ء میں مدنا پور، بنگال میں پیدا ہوئے ۔ آکسفورڈ سے ایم اے اور بی سی ایل کی ڈگریاں لیں ۔ لندن سے بیرسٹری کی سند لی ۔ تحریک خلافت کے دوران ہندوستان میں خلافت کمیٹی کے سیکرٹری مقرر ہوئے بلدیاتی انتخابات میں کلکتہ کارپوریشن کے ڈپٹی میئر منتخب ہوئے ۔ ۱۹۲۱ء سے ۱۹۴۷ء تک بنگال لیجسلیٹیو کے متواتر رکن منتخب ہوتے رہے متحدہ بنگال کی وزارتوں میں تجارت، محنت، مالیات، صحت، بلدیات و دیہی ترقی اور خوراک کے محکموں کے وزیر بھی رہے ۔ ۱۹۴۶ء میں بنگال میں لیگ وزارت بنائی ۔ ۱۹۴۹ء میں عوامی لیگ بنائی ۔ ۱۹۵۵ء کے دستور کے تحت پہلے وزیر قانون اور اس کے بعد ۱۹۵۶ء سے ۱۹۵۷ء تک ملک کے وزیر اعظم رہے ۔ ایبڈو کے تحت سیاست سے ریٹائر کر دیئے گئے ۔ بیروت میں ۵ دسمبر ۱۹۵۹ء کو وفات پا گئے اور ڈھاکہ میں دفن کئے گئے ۔
بحوالہ نوائے وقت ۔ راولپنڈی ۱۷ دسمبر ۱۹۸۲ء

Times of India, Bombay, 13 Sept., 1956. اور

۶۴۔ امروز، لاہور، ۵ دسمبر ۱۹۸۱ء ۔

۶۵۔ شہید سہروردی بنام پیر صاحب ۔ ۲۷ اگست ۱۹۵۱ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۶۶۔ Mohammad HR Talukdar (ed)
Memoirs of Huseyn Shaheed Suhrawardy
(Dhaka: The University Press, 1987) p. 40.

۴۱۔ سواد محمد ابراہیم خان۔ بحوالہ سابقہ، ص : ۱۳۲ ۔

۴۲۔ سید غلام حسن شاہ کاظمی،

انقلاب کشمیر (حصہ اول)

(لاہور: نیشنل بک ڈپو، ۱۹۵۰ء ، ص : ۲۶۵ ۔

۴۳۔ *Pakistan Times*, Lahore, 20 Oct., 1952.

۴۴۔ لیاقت علی خان بنام پیر صاحب مانکی شریف، ۹ فروری ۱۹۴۸ء

(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۴۵۔ صفدر محمود۔ بحوالہ سابقہ ص : ۲۲۷

۴۶۔ نوائے ملت ۔ مردان ۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۸ء۔

۴۷۔ صفدر، بحوالہ سابقہ، ص: ۲۱۴ ۔

۴۸۔ ایضاً ۔ ص : ۸۵ ۔

۴۹۔ ایضاً ۔ ص : ۲۱۴ ۔

۵۰۔ ایضاً ۔ ص : ۲۱۵

۵۱۔ ایضاً ۔ ص : ۸۶ ۔

۵۲۔ میاں محمد شاہ ۔ متن بیانیہ تحریری ۔ ۱۹۴۹ء

میاں محمد شاہ بنوں کے رہنے والے تھے کافی عرصہ تک کانگرس کا ساتھ دینے کے بعد ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ ڈاکٹر خان صاحب کی حکومت کے خلاف چلائے جانے والی تحریک سول نافرمانی میں ایک کلیدی کردار ادا کیا بعد میں ان کو قیوم خان کے ہاتھوں مجبور ہو کر لیگ سے نکلنا پڑا ۔ (میاں محمد شاہ ذاتی ذخیرہ)

۵۳۔ انٹرویو صوفی میر احمد، ۲۷ جنوری ۱۹۸۷ء ۔

۵۴۔ *Civil and Military Gazette*, Karachi, 4 Nov., 1949.

۵۵۔ *Dawn*, Karachi, 22 May, 1949.

۵۶۔ *Ibid.* 21 Oct. 1949.

۵۷۔ *Ibid.* 22 May, 1949.

۵۸۔ فضل حق شیدا بنام پیر صاحب ۱۳ نومبر (س ن

(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۸۱۔ فضل حق شیدا،

اسویلی (پشتو)

(پشاور یونیورسٹی بک ایجنسی، ت ن) ص ص: ۲۲۶-۲۲۵

۸۲۔ انٹرویو، سید روح الامین، ۹ جولائی ۱۹۸۹ اور ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء اسلام آباد۔

۶۷- *Baluchistan Times*, Quetta, 16 Oct., 1982.

۶۸- صدیق راہی بنام پیر صاحب - ۱۹ نومبر ۱۹۵۰ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۶۹- *Pakistan Times*, Lahore, 9 Oct., 1951.

۷۰- *Dawn*, Karachi, 16 Oct., 1951.

۷۱- *Pakistan Times*, Lahore, 28 Oct., 1951.

۷۲- سپاسنامہ بخدمت حسین شہید سہروردی - (ت ن)
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۷۳- صفدر محمود، بحوالہ سابقہ، ص: ۲۱۸

۷۴- محمد خان بنام پیر صاحب - ۱۲ اگست ۱۹۵۱ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۷۵- فضل حق شیدا بنام پیر صاحب - ۲۵ اگست (س ن)
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۷۶- ملک جہان شیر خان اور ان کے ساتھی بنام ارباب عطاء اللہ (ت ن)
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۷۷- صفدر محمود، بحوالہ سابقہ ص: ۲۲۶

۷۸- متن بیانیہ پیر صاحب مانکی شریف - ۲ دسمبر ۱۹۵۱ء
(مانکی شریف ذاتی ذخیرہ)

۷۹- محمد صادق قصوری،
اکابر تحریک پاکستان
(گجرات: مکتبہ رضویہ، ۱۹۷۶ء) ص ص: ۵۶-۵۵

۸۰- خان میر ہلالی یوسفزئی-
توریالی (پشتو)
(پشاور، مکتبہ جمہوریت، ت ن) ص: ۱۷۱

ضمیمہ نمبر ا۔

خطبہ افتتاحیہ

فرمودہ جناب حضرت سجادہ نشین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قدس اللہ روح ،مانکی شریف دراجلاس جمعیت سجادہ نشینان عظام و علمائے کرام کہ یہ ۱۴ اکتوبر ۴۵ء بوقت شب بمقام مانکی شریف زیر صدارت حضرت سجادہ نشین صاحب چورہ شریف منعقد شدہ بود؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد فاقول قد قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ المجید. قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین ہ

میرے واجب الاحترام معزز بھائیو! قبل اس کے کہ میں آپ کی خدمت میں کچھ عرض کروں آپ جملہ حضرات کو خوش آمدید کہتے ہوئے علمائے کرام کا عموماً سجادہ نشینان عظام حضرات کا خصوصاً تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ حضرات نے شریعت کے حقوق کے حفاظت کی خاطر بہت دُور دُور سے مالی وجانی تکالیف برداشت کرتے ہوئے تشریف آوری فرمائی۔ یہ آپ کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ میری سمجھ میں ایسے الفاظ نہیں آسکتے جن سے آپ صاحبان کا شکریہ ادا کرسکوں میں اس فکر میں ہوں کہ آپ حضرات کے اس احسان عظیم کا بدلہ کس طرح پورا کرسکوں گا۔ کہ آپ حضرات نے میرے ساتھ وہ مہربانی کی جس کے میں لائق ہی نہ تھا آپ نے میرے غریب خانہ کو اپنی تشریف آوری سے شرف بخش کر قابل فخر بنا دیا اور میری عزت افزائی کر کے میرا حوصلہ بڑھایا بلکہ میرے خیال میں آپ حضرات نے اپنے بیش قیمت اوقات اور دیگر مصروفیات کو نظرانداز کر کے اپنی تشریف آوری سے اس اجتماع خیر کے شمولیت کو جو ترجیح دی ہے اس سے تمام مسلمانوں کو خوشی اور حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔ کیونکہ ایسے نازک وقت میں دہریت کے دریا طغیانی میں آ چکے ہیں اس کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوکر اظہار حق کے آواز حقیقت کو بلند کرنا اور مذہب اسلام کو اس سیلاب فساد سے بچانا کوئی آسان کام نہیں۔ میں اس قابل نہیں کہ اس موقعہ پر کچھ زیادہ عرض کرسکوں۔ کیونکہ حاضرین حضرات میں بہت قابل قدر ہستیاں موجود ہیں۔ جو کمترین سے ہر لحاظ پر زیادہ قابل اور ارشاد فرمانے کے حقدار ہیں۔ جن کے حضور میں میرا کچھ کہنا ایک قسم کی گستاخی ہوگی۔ لیکن چونکہ اس اجتماع کا محرک میں ہوں اس لئے ضرورت نے مجھے اپنے خیالات جس کی بناء پر میں اس اجتماع کی ضرورت محسوس کی پیش کرنے پر مجبور کیا۔ اردو دان حضرات کی خاطر

مجبوراً اپنے خیالات اردو میں ظاہر کر رہا ہوں۔ حالانکہ میری عام قابلیت بھی کچھ نہیں اور اردو میں تو بالکل ہی کم جانتا ہوں۔ کیونکہ میری مادری زبان نہیں۔ اس لئے پہلے سے التماس کرتا ہوں کہ اگر مجھ سے کچھ غلطی سرزد ہو تو ازراہ کرم مجھے معاف فرمائیں۔

میرے بزرگو! عرصہ سے کمترین کی خواہش تھی کہ کوئی ایسا قدم اٹھایا جائے کہ پیشوایان مذہب اسلام متفق ہوکر اس فسق و فجور کے زمانہ میں حق کی تبلیغ اور مذہب اسلام کی ترقی کے لئے عملی قدم اٹھاکر مسلمانوں کی عام حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ میرا مطلب ہرگز نہیں کہ صوفیائے کرام یا علمائے دین نے یہ فعل ترک کر دیا ہے۔ بلکہ میرے خیال میں ہر ایک صاحب انفرادی طور پر کوشش کر رہا ہوگا لیکن اجتماعی اور انفرادی طاقت میں بہت فرق ہے۔ اور خصوصاً بزرگوں کی اجتماعی طاقت جو نیک مقصد کے لئے ہو انشاء اللہ اس کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی طاقت بھی مقابلہ کی تاب نہ لاسکے گی۔ آج کل مشائخ عظام اور علمائے کرام کے اجتماعی تبلیغ اور اتفاق کی اشد ضرورت ہے یہ ایسا وقت ہے کہ اگر غفلت سے کام لیا گیا تو میرے خیال میں مذہب اسلام کو بیش از پیش نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے اس موقعہ پر پیشوایان ملت کو ایسی قربانی کرنی چاہیئے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمام اہل اسلام نے کی تھی۔ اور ان تکالیف کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہونا چاہیئے جو اصحابہ کرام نے برداشت کیں تھیں۔ مذہب اسلام کے نگہبان اور مدد کرنے والے صرف اہل علم اور متقی اصحاب ہیں۔ ہمیشہ سے ان ہی لوگوں نے مذہب کے لئے قربانی کی ہے۔ اور اب بھی وہی موقع ہے کہ انہی کی قربانی اور جان توڑ کوشش سے مذہب اسلام کی ترقی کی امید ہوسکتی ہے۔ برادران اسلام: دنیا میں مسلمانوں کا نصب العین اعلائے کلمۃ الحق اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری خود کرنی اور دوسروں سے کرانی ہے اور شریعت اسلام نے قوانین پر خود عمل کرنا اور دوسروں سے منوانا ہے۔ خود ان پر عمل کرنے کو تو ایک طرف رکھ دیجیئے دوسروں پر منوانے کے لئے زبردست طاقت کی ضرورت ہے۔ مگر بدیشی حکومت کی وجہ سے اب ہماری وہ طاقت نہ رہی۔ اب اگر ہم کچھ خود کرنا چاہیں یا دوسروں سے منوائیں تو وہ صرف قانون وقت کے ماتحت ہوسکتا ہے۔ کیونکہ قانون وقت کے ماننے پر مجبور ہیں۔ اگر قانون ایک چیز کی اجازت نہیں دیتا تو دوسروں پر منوانے کو تو چھوڑیں۔ ہم خود بھی اسکو رائج نہیں کرسکتے۔ اب رہا قانون کا سوال۔ تو شروع شروع میں جب انگریزوں نے آکر ہمارے ملک پر قبضہ کیا تو بہت عرصے تک انگریزی حکومت کا افسر اعلیٰ اپنی مرضی سے قوانین بنا کر رائج کر لیتا تھا اس میں دوسرے کسی کو دخل دینے کی طاقت نہ تھی۔ اور

پبلک کو مجبوراً ان قوانین پر عمل کرنا پڑتا۔ کچھ عرصہ بعد انگریزوں نے اپنی امداد کے لئے یا عوام کی بدنامی سے بچنے کی خاطر اپنے ساتھ اپنے قوانین بنانے میں برائے نام ان ہندوستانیوں کو ملا کر کونسل بنائی۔ جو حکومت کی خاطر اپنی قوم و مذہب کو قربان کرنے کے لئے تیار تھے ایسے لوگ حکومت خود ہی نامزد کر لیتی تھی۔ اس لئے حکومت ہی کے منشا کے مطابق قوانین بنانے پر فخر کرتے تھے۔ اس دوسری صورت میں بھی خیر خواہان قوم وملت کو کسی قسم کا دخل دینے کا اختیار نہ تھا۔ کیونکہ نہ تو ان سے حکومت کی ناجائز خوشامد ہو سکتی تھی اور نہ ہی حکومت کی مرضی پر چلنے کو تیار تھے۔ تیسرے دور میں تقاضائے وقت سے حکومت نے عوام کے منتخب شدہ نمائندوں کی کونسل بنانی منظور کی۔ تاکہ عوام اپنی مرضی سے لائق اور قابل اعتبار اشخاص کو رائے دے کر منتخب کریں جو ان کی منشا کے مطابق کونسلوں میں جاکر قوانین وغیرہ بنائیں جو قوم کے لئے مفید ہوں۔ گذشتہ انتخابات میں ہر ممبر نے مسلمانوں سے اس دھوکہ اور فریب پر ووٹ حاصل کیے کہ ہم کونسلوں اور اسمبلیوں میں جاکر خدمت اسلام کریں گے اور ہر پارٹی نے ایک دوسرے سے زیادہ خادم اسلام ہونے کا دعویٰ کیا لیکن جو پارٹی بھی برسر اقتدار آئی اس نے اسلام کے ساتھ غداری کی۔ اگر کوئی اسلامی قوانین بنائے تو وہ بھی شریعت اسلامی سے ناواقفیت کی وجہ سے غیر شرعی طور پر بنائے۔ غور فرمایئے شریعت بل موافق شرع ہے یہ بھی انہی کونسلوں میں ہے۔ اور یہی اوقاف کی خلاف شرع مصرف کا قانون اور خلاف شرع ضلع بل بھی ان ہی لوگوں نے پاس کی ہے۔ ان ممبروں کو اسمبلیوں میں بھیجنا راہ عمل بنانے کے لئے ہوتا ہے۔ تو کیا ایسے لوگوں سے کوئی امید ہو سکتی ہے کہ وہ اسلام کی خدمت کما حقہ، کر سکیں گے۔ جس نے کبھی روزہ نہ رکھا ہو یا جو سال بھی میں ایک نماز بھی بھولے سے نہ پڑھے یا جس نے باوجود طاقت ہونے کے کبھی زکوٰۃ نہ دی ہو اور حج نہ کی ہو اور عام مذہبی امور میں سو رہا اس پر بھی عمل نہ کیا ہو۔ بلکہ روز و شب علمائے دین کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہوں کیا ایسے لوگ مسلمانوں کے لئے شرعی قانون بنا کر راہ عمل بنائیں گے۔ یا ایسا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور اسلام اور مذہب کی ترقی کے خواہش مند ہوں گے۔ بلکہ وہ تو اعلانیہ کہتے ہیں کہ یہ سیاسی معاملات ہیں اس میں مذہب کا کوئی دخل نہیں یا کیا قرآن کریم میں تمام سیاست نہیں۔ یا معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی یہ سیاست پرانی ہو چکی ہے۔ اور اب ان بے پرواہیوں کی سیاست کا زمانہ ہے بات دراصل یہ ہے کہ لوگ مذہب کا نام صرف

اقتدار حاصل کرنے کے لئے لیتے ہیں اور جب اقتدار قائم ہوئی پھر نہ اسلام نہ مذہب کی پرواہ کرتے ہیں۔ جیسے ۱۹۳۰ء میں خدائی خدمتگاروں نے شراب خانوں اور چکلوں پر پکٹنگ کی تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ حکومت ان کو خلاف شرع امور کے بند کرانے پر جیل بھیج رہی ہے۔ اور اس طرح پچھلے الیکشن میں مسلمانوں کے ووٹ حاصل کر کے اسمبلی میں گئے۔ مگر جب ۳۷ء میں ان کی وزارت بنی اور صوبہ میں کانگریس کی حکومت بنی تو نہ شراب بند کی اور نہ چکلہ بند کیا۔ حالانکہ اس وقت یہ دونوں خلاف شرع امور بند کرنے کی طاقت اب ان کے ہاتھوں میں موجود تھی۔ پھر ۴۲ء میں جب وزارت چھوڑ دی تو اسی طرح شراب وغیرہ پر پکٹنگ شروع کر دی۔ مگر اب ۴۵ء میں جب کہ دوبارہ کانگریس وزارت ہے نہ شراب پر پکٹنگ ہے نہ بند کراتے ہیں حالانکہ اب حکومت کانگریس کی ہے اور ہر ایک ایسے خلاف شرع کام کے بند کرنے کے مجاز ہیں اسی طرح مسلم لیگ والے بھی زبانی آواز اور دعوے کر کے کامیاب ہوئے مگر آج تک کوئی ایسا کام نہیں کیا جس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچتا۔ اور زبانی پاکستان کے نعرے لگا لگا کر مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرتے رہے مگر سرحد اسمبلی میں پاکستان کی تجویز جب خان بہادر سعد اللہ خان نے پیش کی تو اس مسلم لیگی اورنگزیب نے صرف اجیت سنگھ کی ناراضگی کی وجہ سے یہ تجویز ملتوی کر دی۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ وقت میں نسبتاً مسلم لیگ مسلمانوں کے مفاد کی جماعت ہے اور پاکستان مسلمانوں کا نصب العین ہے۔ مگر پاکستان مذہبی پاکستان ہونا چاہیئے۔ اگر مذہبی پاکستان نہ ہو تو ہندوستان اور پاکستان میں ہمیں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ کیونکہ ہندوؤں کے ساتھ ہونے سے ہمیں مذہبی خطرہ ہے۔ وہ تو ہمارے مذہب کے دشمن ہیں اگر ہم مذہبی مسئلہ کو بالائے طاق رکھیں تو ہندوؤں کے ساتھ بھی مسلمانوں کی دیگر معاملات میں شرکت ہو سکتی ہے اور ویسے پاکستان ماننے کا بھی یہی نتیجہ ہوگا۔

اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سیاسی معاملات ہیں ان میں علماء کا کیا دخل ہے۔ تو میرے خیال میں اگر یہ لوگ انتخابات کے وقت یہ اعلان کر دیا کریں کہ یہ سیاسی معاملات ہیں مذہب کا اس میں کوئی دخل نہیں ہم صرف ممبر بننے اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے امیدوار کھڑے ہوئے ہیں تو عوام کو دھوکا تو نہ ہوگا اور اگر وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں جیسا کہ اکثر انتخاب کے وقت ہر امیدوار ایسے دعوؤں کی بھرمار باندھ دیتا ہے کہ ہم خدمت قوم اور ترقی مذہب

کے لئے ممبری حاصل کرنا چاہتے ہیں تو مذہب کے پیشوا بھی علماء اور قوم بھی علماء کے ماننے والی تو یہ ضرور نیک و بد کی تمیز اور جھوٹ و سچ کے معلوم کرنے میں حق بہ جانب ہیں۔

میرے خیال میں ضروری ہے کہ پہلے علماء کا اتفاق ہو جائے اور بعد میں اتفاق سے ہر صوبہ میں ہر اس سیٹ سے جہاں سے کسی عالم دین کی کامیابی یقینی ہو مذہبی امور کی حفاظت کے خیال سے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب کرانے ضروری ہیں اور عام مسلمانوں کو ان کی امداد کرنی چاہیئے۔ کیونکہ مذہب کی چوکیداری کے لئے مذہب سے ناواقف ممبر موزوں نہیں۔

اگر آپ سب حضرات میرے اس خیال سے متفق ہوں تو انشاء اللہ ہماری حسب منشا مذہبی امور میں کامیابی یقینی ہے اور اگر ہم سو فیصدی کامیاب نہ ہو تو کچھ تو ہو جائے گی۔ اور اگر کامیابی نہ بھی ہو تو اظہار حق تو ہو جائے گا بلکہ اگر ہم اس آیت پر یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ط

تو کیوں کامیابی نہ ہو گی۔ یا ہماری کم طاقتی کا زیادہ طاقت کے مقابلہ میں ڈر معلوم ہو گا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ہماری کونسی کامیابی ہو گی۔ کہ قیامت کے دن سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس مسئلہ میں سرخروئی سے پیش ہوں۔ کہ ہم نے ایسے نازک وقت میں جبکہ مذہب اسلام کا نام لینا یا شرعی احکام پیش کرنا بھی لوگوں نے بدنامی اور تہمت کا باعث بنا تھا۔ اور یہ کہ ہم نے طاقتور دشمن کے مقابلہ کا کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے زنجیر بے اتفاقی کو جو مذہب کے راہ میں رکاوٹ کا باعث ہو رہا تھا توڑ کر آواز حق بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو ایسا کرنے کی توفیق دے اور ایسا کہنے کا موقعہ حاصل ہو جائے۔

یہ تو تھا میرا نظریہ جو میں نے پیش خدمت کیا۔ باقی آپ میرے بزرگ ہیں اس کے متعلق جو فیصلہ متفقہ طور پر کریں مجھے بسر و چشم منظور ہے۔ اگر آپ حضرات نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ انتخابات میں علمائے دین کو حصّہ لینا چاہیئے اور یہ کہ کس جماعت کے ساتھ شریک کی جائے اور آیا علمائے دین میں سے بھی کسی کو کامیاب کرانا ضروری ہے یا نہ۔ یا غیر جانبدار رہنا چاہیئے۔ تو میں ہر طرح سے ہر امداد دینے کا وعدہ کرتا ہوں اور ہر طرح سے آپ حضرات کے فیصلہ پر عمل کرنا اپنا فخر سمجھوں گا۔ بہر حال اب وقت ہے کہ علمائے دین اس نازک صورتحال کے پیش نظر دین اسلام کی بقا اور نگہبانی کے لئے کوئی عملی قدم اٹھا کر سچے وارث انبیاء بنیں۔

آخر میں پھر آپ حضرات کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ کے قیمتی وقت لینے کی معافی چاہتا ہوں۔ اور حاضرین کے لئے دعائے مغفرت کا طالب ہوں۔

وَآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

ضمیمہ نمبر ۲ (الف)

ان العہد کان مسئولاً

عہد نامہ

میں محمد امین الحسنات ولد عبدالروف بابا صاحب سجادہ نشین سجادہ عالیہ قادریہ مانکی شریف نوشہرہ ضلع پشاور جمعیت اصفیا کی خاص ممبری قبول کرتا ہوں جس کا واحد مقصد احیاء دین اسلام اور اعلاء کلمۃ الحق ہے۔ انفرادی و اجتماعی طریقہ سے تبلیغ دین اور مسلمانوں کے عام مذہبی حالات کو ترقی دینے کے علاوہ مجالس قانون ساز میں بھی ایسے ممبران کو کامیاب بنانے کی کوشش ہوگی جو شرعی قوانین کو پاس کرانے اور خلاف شرع قوانین کی مخالفت کا عہد کریں۔

میں خدا کو حاضر ناظر جان کر اقرار کرتا ہوں کہ جمعیت اصفیاء کی ہر شرعی امر میں امداد کرونگا اور صدق دل سے اس جمعیت کی ترقی کے لئے جو در اصل دین اسلام کی ترقی ہے ہر قسم کی جانی و مالی قربانی کرنے سے دریغ نہ کروں گا اور جب تک اس جمعیت میں شرعی نقص واقع نہ ہو میں اس کا خاص ممبر رہوں گا اور جمعیت کے ہر مطابق شرع پاس کردہ امر کو ماننا اور عملاً کرنا اپنا فرض سمجھوں گا۔

تاریخ ۸ ذوالقعدہ ۴۵ - ۱۰ - ۱۶ دستخط

محمد امین الحسنات بقلم خود

میں شرائط (الف) جو سینٹرل مسلم لیگ کو جمعیت الاصفیاء کی طرف سے پیش کیا جائے گا۔

" شرائط (ب) جو انفرادی طور ہر ممبر سے جو جمعیت کے ممبر سے امداد کا مطالبہ کرے وہ ممبر دیا کریں گے۔

" شرائط (ج) بصورت نامنظوری شرائط الف سینٹرل کو ضروری خیال کر کے قبول کرتا ہوں۔ مسلم لیگ سے عدم تعاون اور بصورت نامنظوری شرائط ب انفرادی ممبر کے امداد سے عدم تعاون ہوگا۔

تاریخ ۸ ذوالقعدہ ۴۵ - ۱۰ - ۱۶ دستخط محمد امین الحسنات سجادہ نشین سجادہ عالیہ قادریہ
مانکی شریف نوشہرہ ضلع پشاور
صوبہ سرحد۔

ضمیمہ نمبر ۲ (ب)

عہد نامہ منجانب محمد اکبر قریشی جمعیت الاصفیاءؒ کے ساتھ

۱۔ محمد اکبر خان قریشی ولد حفیظ اللہ خان ساکن ہری پور ضلع ہزارہ۔ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلیفہ اقرار کرتا ہوں کہ میں مرکزی اسمبلی میں کامیاب ہونے پر اسمبلی میں ہر ایسے قانون کی حمایت کروں گا جو قومی اور شرعی نقطہ نگاہ سے درست اور مسلمانوں کے مفاد کا ہو اور ہر ایسے قانون کی مخالفت کروں گا جو خلاف شرع ہو۔

۲۔ میں جمعیت الاصفیاء کے ہر مذہبی مطالبہ کو اسمبلی میں پیش کرونگا چاہے وہ مطالبہ یعنی وہ قانون یا تجویز میرے خیال میں پیش کرنے کے قابل ہو یا نہ ہو اس کے پاس ہونے کی امید نہ بھی ہو۔ مگر میرا فرض ہوگا کہ اس کو ایک یا کئی بار پیش کرا کے پاس کرانے کی سعی کروں گا بشرطیکہ اسمبلی کے قواعد و ضوابط اجازت دیں۔

۳۔ میں اسمبلی کے بجٹ سیشن سے ایک ماہ پہلے ہر ضلع میں جاکر عوام کی تکالیف اور شکایات سن کر اسمبلی میں اس کی تدارک کی مناسب کوشش کرونگا۔

۴۔ نیز میں جمعیت الاصفیا کے صدر صاحب کی خدمت میں ہر اجلاس اسمبلی سے پہلے تحریری تبادلہ خیالات کروں گا کہ آئندہ اجلاس اسمبلی میں کون کون امور شرعی نقطہ نگاہ سے پیش کرنا ضروری ہیں۔

۵۔ اپنے حلقہ نیابت کے اسی فیصد دوٹران اگر میری بد دیانتی کی وجہ سے یا کسی معقول شرعی وجہ کی بناء پر مجھ سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کرنے میں بلا عذر اسمبلی سے مستعفی ہو جاؤں گا۔

۶۔ میں مذہب اسلام اور قوم اور وطن کی خدمت اور مفاد کے ممبر بننے کی کوشش کرتا ہوں اگر اس میں غداری کروں گا تو یہ بے ایمانی میں تصور ہوگا۔ مجھے اس عہدنامہ کے شائع کروانے اور تقسیم کرانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

محمد اکبر خان قریشی بقلم خود

مورخہ ۴۵ - ۱۱ - ۲۸

ضمیمہ نمبر ۳

آج مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو جمعیت سجادہ نشینان و علمائے دین کے عام جلسہ منعقدہ مانکی شریف میں یہ تجویز متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ کہ آئندہ انتخابات اور اس کے بعد میں پاسبانی کے لئے سجادہ نشینان و علمائے دین کی ایک جماعت قائم کی جائے جو جمعیۃ اصفیا کے نام سے موصوف ہو لہٰذا مندرجہ ذیل ممبران نے سرپرست ممبری قبول کی :-

۱۔ قاضی محمد افضل صاحب ۔ ساکن غورزئی پایان۔ تحصیل ٹیری ضلع کوہاٹ ۔
۲۔ مولوی میاں برکت شاہ صاحب ۔ ساکن ڈاگ اسمعیل خیل ضلع پشاور ۔
۳۔ مولوی عبدالصمد صاحب ۔ ساکن ناکھبند ضلع کوھاٹ ۔
۴۔ مولوی خادم احمد صاحب ۔ ساکن پرشئی ضلع کوہاٹ۔
۵۔ مولوی یوسف خان صاحب ۔ ساکن میرم زئی ۔ ضلع پشاور ۔
۶۔ حافظ حاجی گل صاحب ۔ ساکن تلکن ۔ ضلع کوہاٹ ۔
۷۔ مولوی محمد عثمان ۔ ساکن مشترزئی بالا مہمند ضلع پشاور ۔
۸۔ مولوی عبدالعزیز صاحب ۔ ساکن ببی ۔ ضلع پشاور ۔
۹۔ مولوی اسرار الدین صاحب ۔ ساکن تاروجبہ ۔ ضلع پشاور ۔
۱۰۔ مولوی صاحب حق صاحب ۔ ساکن ڈاگ بانڈہ ضلع پشاور ۔
۱۱۔ مولوی عبیداللہ صاحب ۔ ساکن مشترزئی بالا مہمند ضلع پشاور ۔
۱۲۔ مولوی عبدالحق صاحب ۔ ساکن مشترزئی بالا مہمند ضلع پشاور ۔
۱۳۔ مولوی عبدالمولیٰ صاحب ۔ ساکن جلالہ ضلع مردان ۔
۱۴۔ مولوی فقیر محمد صاحب ۔ ساکن مٹہ مغل خیل تحصیل چارسدہ ضلع پشاور۔
۱۵۔ قاضی عبدالرزاق صاحب ۔ مشترزئی بالا مہمند ضلع پشاور ۔
۱۶۔ مولوی فضل قادر ۔ ساکن مرے زئی ضلع پشاور ۔
۱۷۔ مولوی فضل خرد صاحب ۔ ساکن موضع دہ بہادر مہمند پشاور ۔
۱۸۔ مولوی غلام محمد صاحب ۔ ساکن مشترزئی بالا مہمند پشاور ۔
۱۹۔ مولوی شمس الدین صاحب ۔ ساکن مشترزئی بالا مہمند پشاور ۔

۲۰۔ مولوی عبدالقیوم صاحب ۔ ساکن مہرم زئی ضلع پشاور ۔
۲۱۔ مولوی عبدالرب صاحب ۔ ساکن مہرم زئی ضلع پشاور ۔
۲۲۔ مولوی غلام حسین صاحب ۔ ساکن ادیزئی ضلع پشاور ۔
۲۳۔ مولوی احمد گل صاحب ساکن ارمڑ میانہ ضلع پشاور ۔
۲۴۔ مولانا شاکر اللہ صاحب نوشہرہ کلاں ضلع پشاور ۔
۲۵۔ مولوی عبدالمالک صاحب ساکن میانہ نمبر ۶ ضلع پشاور تحصیل چارسدہ ۔
۲۶۔ مولوی محمد شیر حق صاحب ۔ ساکن گردی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور ۔
۲۷۔ مولوی میر احمد صاحب ۔ ساکن ماشوخیل ضلع پشاور ۔
۲۸۔ مولوی عبدالرحیم صاحب ۔ ساکن ڈھکی تحصیل چارسدہ ضلع پشاور ۔
۲۹۔ مولوی عبدالقیوم صاحب ۔ ساکن مردان ۔
۳۰۔ مولوی دوست محمد صاحب ساکن عمازو (امازو) گڑھی ضلع مردان ۔
۳۱۔ مولوی حکیم عبدالحمید صاحب ساکن جلوزئی ۔ تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور ۔
۳۲۔ قاضی عبدالحق صاحب ساکن جلالہ ضلع مردان ۔
۳۳۔ صاحبزادہ صاحب ۔ اسماری ضلع کوہاٹ ۔
۳۴۔ قاضی حبیب الرحمان صاحب ۔ گل بیلہ ۔ چارسدہ ۔ ضلع پشاور ۔
۳۵۔ مولوی عبدالکریم صاحب ۔ زیارت کاکا صاحب ضلع پشاور ۔
۳۶۔ مولوی گل احمد صاحب ۔ خویشگی بالا ۔ تحصیل نوشہرہ ۔
۳۷۔ مولوی عبدالوہاب صاحب ۔ ساکن جلسئی تحصیل صوابی ۔ ضلع مردان ۔
۳۸۔ مولوی نقیب اللہ صاحب ۔ ڈاگی بانڈہ ۔ ضلع پشاور ۔
۳۹۔ مولوی غلام یحییٰ صاحب واعظ ۔ ساکن جلالہ ۔ ضلع مردان ۔
۴۰۔ صاحب حق مصلح الدین صاحب ۔ مہتمم مدرسہ عربیہ مصلح السلام و مدرس اعلیٰ مدرسہ ضلع مردان ۔
۴۱۔ مولوی غلام رحمانی صاحب ۔ ساکن لوند خوڑ ۔ ضلع مردان ۔
۴۲۔ مولانا عبدالخالق صاحب ۔ ساکن گڑھی ۔ ضلع مردان ۔
۴۳۔ مولوی زین اللہ ۔ سکنہ گوجر گڑھی ۔ مردان ۔

۴۴۔ مولانا کرامت شاہ صاحب۔	پیر پیائی۔ تحصیل نوشہرہ۔ ضلع پشاور۔
۴۵۔ مولوی میاں خان صاحب	ساکن اضاخیل بالا۔ ضلع پشاور۔
۴۶۔ سید فضل معبود شاہ۔	ساکن پیر پیائی ضلع پشاور۔
۴۷۔ فقیر سید حبیب شاہ گیلی۔	سکنہ محلہ بالا مانڑی پشاور۔
۴۸۔ مولوی میاں عبداللہ شاہ۔	ماہزارہ (رمازارہ) تحصیل چارسدہ ضلع پشاور
۴۹۔ سید سلطان محمد خادم کعبہ	پشاور۔
۵۰۔ قاضی عبدالحکیم۔	ساکن جلوزئی تحصیل نوشہرہ۔ ضلع پشاور۔
۵۱۔	
۵۲۔ مولوی صاحب فضل ربانی	سکونت متھرہ (متھرا) دوآبہ۔
۵۳۔ مولوی صاحب عبداللہ کانگڑہ۔	دوآبہ۔
۵۴۔ قاضی حبیب الرحمان گل بیلہ۔	دوآبہ۔
۵۵۔ حاجی محمد امین ترنگزئی۔	دوآبہ۔
۵۶۔ مولوی امام شاہ میر ملا ماشوخیل۔	پشاور۔
۵۷۔ مولوی صاحب قاشقار ماشوخیل۔	خلیل۔
۵۸۔ مولوی منہاج شیخان۔	خلیل۔
۵۹۔ مولوی عبداللہ شلمان۔	علاقہ غیر۔
۶۰ میاں صاحب سرڈھیری۔	چارسدہ۔
۶۱ میاں صاحب وڈبگی حال چینی۔	چارسدہ۔
۶۲ ملا صاحب مینری زئی۔	خلیل۔
۶۳ ملا عبدالقیوم مریم زئی۔	مہمند۔
۶۴ ملا فقیر گل مریم زئی۔	مہمند۔
۶۵۔ ملا صاحب کوہستان ادی زئی۔	مہمند۔
۶۶۔ ملا صاحب محمود شیر گڑھ۔	مردان۔
۶۷۔ مولوی شاکراللہ۔	نوشہرہ۔
۶۸۔ امین الحق اکوڑہ۔	نوشہرہ۔

۶۹۔	
۷۰۔ قاضی صاحب۔	جلالہ۔
۷۱۔ صاحب حق پیر سباک۔	نوشہرہ۔
۷۲۔ عبدالسبحان خویشکی۔	نوشہرہ۔
۷۳۔ جان محمد ملا صاحب۔	مردان۔
۷۴۔ سید عبیب صاحب	امازو گڑھی مردان۔
۷۵۔ سید سلطان محمد خادم کعبہ۔	پشاور۔
۷۶۔ مولوی بہ معرفت خادم کعبہ۔	پشاور۔
۷۷۔ مولوی میر عالم خان۔	بنوں۔
۷۸۔ مولوی سلطان۔	بنوں۔
۷۹۔ مولوی عبدالوہاب گمبت۔	کوہاٹ۔
۸۰۔ قاضی محمد افضل عوزرزئی۔	کوہاٹ۔
۸۱۔ مولوی صاحب شبقدر۔	کوہاٹ۔
۸۲۔ میاں صاحب محبوب شاہ۔	سخاکوٹ۔
۸۳۔ میاں صاحب جان گھڑی۔	سخاکوٹ۔
۸۴۔ مولانا صاحب یار حسین۔	مردان۔
۸۵۔ حافظ عبدالرحیم سوان۔	مردان۔
۸۶۔ مولوی صاحب ڈھونڈھ۔	مردان۔
۸۷۔ مولوی صاحب منگ۔	مردان۔
۸۸۔ مولوی صاحب باجا	مردان۔
۸۹۔ مولوی صاحب میر عبداللہ طورو۔	مردان۔
۹۰۔ مولوی درگئی نمائندہ۔	مردان
۹۱۔ مولوی عبدالرحمن۔	خوددریزی مردان۔
۹۲۔	پبی نوشہرہ۔
۹۳۔ ملا صاحب انذرگل۔	پبی نوشہرہ

۹۴۔ مولوی صاحب کرامت شاہ ۔ پیر پیائی نوشہرہ ۔
۹۵۔ مولوی محمد عمر صاحب ۔ نوشہرہ کلان ۔ نوشہرہ ۔
۹۶۔ مولوی عبدالروف صاحب ۔ نوشہرہ کلان ۔ نوشہرہ
۹۷۔ قاضی حبیب اللہ بڈنی ۔
۹۸۔ میاں صاحب سید فقیر اللہ ۔ ہزارہ ۔
۹۹۔ میاں صاحب سید روح اللہ ۔ ہزارہ ۔
۱۰۰۔ مولوی بدیع الزمان ۔ بسیلہ ۔
۱۰۱۔ مولوی عتیق اللہ ۔ میٹرو ۔
۱۰۲۔ مولوی یوسف گل ۔ سوار تلے ۔
۱۰۳۔ حاجی گل مولوی صاحب ۔ تنکن ۔
۱۰۴۔ حافظ محمد قاسم ۔ کوہاٹ ۔
۱۰۵۔ مولوی صاحب میاں خان ۔ چنبہ آفریدی ۔

بلا فہرست عالمان

۱۔ مولوی رحمت لاہور ۔ یوسفزئی ۔
۲۔ عبدالخالق زیدہ ۔ یوسفزئی ۔
۳۔ محمد عمر تورڈھیرے ۔ یوسفزئی ۔
۴۔ فضل خالق شاہ منصور ۔ یوسفزئی ۔
۵۔ حکیم عبدالخالق لاہور ۔ یوسفزئی ۔
۶۔ عبدالوہاب جلسئی ۔ یوسفزئی ۔
۷۔ قاضی صاحب جلسئی ۔ یوسفزئی ۔
۸۔ مولوی محمد کالو خان ۔ یوسفزئی ۔
۹۔ قاضی عصمت اللہ مانیری ۔ یوسفزئی ۔
۱۰۔ صاحب حق ۔ نواں کلی ۔ یوسفزئی ۔

۱۱۔ مولوی صاحب کڈے ۔ یوسفزئی ۔
۱۲۔ مولوی صاحب پرمولی ۔ یوسفزئی ۔
۱۳۔ صاحب حق عبدالحمید باد حیبن ۔ یوسفزئی ۔
۱۴۔ صاحبزادہ عبدالحمید تورڈھیرے ۔ یوسفزئی ۔
۱۵۔ سراج الحق پیر سیدی ۔ مردان ۔ یوسفزئی ۔
۱۶۔ میاں صاحب پیش امام پیر سیدی ۔ یوسفزئی ۔
۱۷۔ مولوی زین اللہ صاحب گوجر گڑھی ۔ یوسفزئی ۔
۱۸۔ مولوی اجارہ ۔ مردان ۔
۱۹۔ مولوی ثاقب اللہ گڑھی کپورہ ۔ مردان ۔
۲۰۔ مولوی غلام رحمان لوند خوڑ ۔ مردان ۔
۲۱۔ قاضی عبدالحق ۔ جلالہ ۔ مردان ۔
۲۲۔ مولوی عبدالمنان ۔ ڈانڈا ۔ مردان ۔
۲۳۔ مولوی مصلح الدین صاحب ۔ مردان ۔
۲۴۔ مولوی عبدالخالق گڑھی کپورہ ۔ مردان ۔
۲۵۔ جلال الدین ملا صاحب نوا کلی ۔ مردان ۔
۲۶۔ گلاب ملا صاحب نوا کلی ۔ مردان ۔
۲۷۔ میاں صاحب ہزارہ عبداللہ ۔
۲۸۔ باچا صاحب ۔ بہادر کلی ۔
۲۹۔ قاسم شاہ ۔
۳۰۔ حاجی صاحب کھنڈ رو ۔
۳۱۔ سید رحمن صاحب ۔
۳۲۔ مولوی حبیب الرحمن ہند کی گھڑی ۔
۳۳۔ لال محمد مولوی صاحب ۔ دیہہ بہادر ۔
۳۴۔ مولوی عبدالرؤف ۔ مریم زئی
۳۵۔ یوسف خان باچا ۔ مریم زئی ۔

۳۶۔ مولوی محمد شیرین ہتد کی گڑھی ۔

۳۷۔ صاحب حق عبدالواحد میزرائی ۔

۳۸۔ نعمت اللہ خان ۔

۳۹۔ عبدالسبحان مولوی صاحب ۔ مٹہ ۔

۴۰۔ عبدالمنان ملا صاحب ۔ مٹہ ۔

۴۱۔ قاضی سلطان محمد ۔ سکنہ تورو ۔ مردان ۔

۴۲۔ عبدالمالک ملا صاحب مکرہ ۔ مردان ۔

۴۳۔ مولوی صاحب جو ہا ۔ مردان ۔

۴۴۔ مولوی صاحب منیر ۔ مردان ۔

۴۵۔ مولوی بی گل ذیلدار گڑھی ۔ چارسدہ ۔

۴۶۔ مولوی عبدالواحد ۔ چینے ۔ چارسدہ ۔

۴۷۔ مولوی صاحب کورٹ متصل ٹرڑ ۔ چارسدہ ۔

۴۸۔ مولوی محمد شرین گودی ۔ چارسدہ ۔

۴۹۔ میاں صاحب ناقی د نحتی ؟ ۔ چارسدہ ۔

۵۰۔ صاحب حق صاحب سوکڑ ۔ چارسدہ ۔

۵۱۔ مولانا صاحب عبدالمالک شیخ ۔ چارسدہ ۔

۵۲۔ مولوی عبدالجلیل ۔ اتمانزئی ۔ چارسدہ ۔

۵۳۔ محمد اسرائیل ۔ اتمانزئی ۔ چارسدہ ۔

۵۴۔ مولوی صاحب ڈاگی ۔ چارسدہ ۔

۵۵۔ مولوی عبدالرشید ۔ رزڑ ۔ چارسدہ ۔

۵۶۔ مولوی صاحب نواں کلی متصل چارسدہ ۔

۵۷۔ مولوی محمد شریف بیترادی ۔ پشاور ۔

۵۸۔ مولوی شان صنم سوڑزئی ۔ پشاور ۔

۵۹۔ حاجی صاحب تورکی متصل شبقدر ۔ دوآبہ ۔

۶۰۔ مولوی خلیل الرحمٰن شغالی ۔ دوآبہ ۔

۶۱۔ مولوی سمیع الحق ترخہ ۔ دوابہ ۔

۶۲۔ مولوی گلبدین ترنگزئی ۔ چارسدہ ۔

۶۳۔ مولوی سعد اللہ ۔ سرسخ ۔ دوآبہ ۔

۶۴۔ مولوی نذیر حسین ۔ اتکی ۔ دوآبہ ۔

۶۵۔ مولوی محمد شریف ۔ متھرا ۔ دوآبہ ۔

۶۶۔ مولوی حبیب الرحمٰن گڑھی کریمداد ۔ دوآبہ ۔

۶۷۔ مولوی عبدالواحد میرزی ۔ دوآبہ ۔

۶۸۔ ملا صاحب عبدالقادر ۔ یتراؤ ۔

۶۹۔ ملا صاحب خادم محمد ۔ میرنشی ۔

۷۰۔ محمد دین باچا صاحب ۔ نرئی تلا ۔

۷۱۔ عزیب گل مولانا صاحب ۔ پاسنی ۔

۷۲۔ فضل قادر ملا صاحب مری زائی ۔

۷۳۔ مولانا رحمت اللہ ۔ اضاخیل بالا ۔

۷۴۔ مولوی برہان اللہ ۔ رشکئی ۔ چارسدہ ۔

۷۵۔ عبدالمنان مولانا صاحب ۔ ترناؤ ۔

۷۶۔ غلام محمد موضع ڈاگی ۔ چارسدہ ۔

۷۷۔ ملا صاحب حاجی نوریک ۔ چارسدہ ۔

۷۸۔ مولوی صاحب داندا ۔ مردان ۔

۷۹۔ مولوی صاحب ۔ سید فقیر ۔ تورہ ۔

۸۰۔ مولوی عبداللہ جان ۔ پیر پیائی ۔

۸۱۔ مولوی صاحب فضل محمود ۔ بدرشی ۔

۸۲۔ بادشاہ صاحب عبدالرحیم ڈھیری کٹی خیل ۔

۸۳۔ غلام حسین ادیزائی ۔

۸۴۔ قاضی صاحب انبا ڈیر ۔

۸۵۔ مولوی گل بادشاہ ۔ مانیرئی ۔

۸۶۔ مولوی عبدالعزیز۔ بیتی۔ نوشہرہ۔

۸۷۔ مولوی عبدالرحمٰن۔ خوردیزئی۔

۸۸۔ مولوی صاحب پرمولی۔ مردان۔

۸۹۔ صاحب حق۔ مردان۔

۹۰۔ مولوی محمد کالو خان۔ صوابی۔

۹۱۔ مولوی صاحب عبداللہ۔ مٹہ۔

۹۲۔ قاضی عصمت اللہ جان۔ مینئی۔

۹۳۔ نظام الدین صاحب۔ مینئی۔

۹۴۔ امیر محمد خان۔

۹۵۔ شاکراللہ پیر پیائی۔

۹۶۔ عبدالواجد ریگی۔ ۱

۹۷۔ محمدالیاس دامان افغانی۔

۹۸۔ محمد یوسف۔ گنیار۔ سوات۔

۹۹۔ عبدالرزاق مسینزئی بالا۔

۱۰۰۔ اسرارالدین۔

۱۰۱۔ مولوی عبداللطیف صاحب۔

۱۰۲۔ عبدالمالک۔

۱۰۳۔ بیوللہ۔ موسیٰ زئی۔

۱۰۴۔ مبشرالاسلام۔

۱۰۵۔ فضل اللہ سوڈیزئی۔

۱۰۶۔ شیر محمد طوع پایان۔

۱۰۷۔ سید ایوب شاہ۔

۱۰۸۔ محمد اسماعیل۔ گنیار۔

۱۰۹۔ محی الدین ڈاگ۔

۱۱۰ محمد شعیب صاحب۔

۱۱۱۔ عبدالوہاب جلسئی۔

۱۱۲۔ عبدالحنان جہانگیرہ۔

۱۱۳۔ صالح خان دورہ۔

۱۱۴۔ رفیع الدین مانکی۔

۱۱۵۔ اندر خادم سوانہ۔

۱۱۶۔ محمد خادم۔ سوانہ۔

۱۱۷۔ بہادر خادم۔

۱۱۸۔ میانگل سوانہ۔

۱۱۹۔ افتادالدین۔ اجارہ۔

۱۲۰۔ حضرت گل۔

۱۲۱۔ بدخشاں۔

۱۲۲۔ شیر محمد خان۔ درگئی۔ رانیزئی۔

۱۲۳۔ میرزمان خان۔ درگئی۔ رانیزئی۔

۱۲۴۔ پیر محمد خان۔ درگئی۔ رانیزئی۔

۱۲۵۔ عبدالرحمٰن۔

۱۲۶۔ بخنیم شاہ۔

۱۲۷۔ امیر شاہ۔

۱۲۸۔ فیض طلب۔

۱۲۹۔ غلام محمد۔

۱۳۰۔ میر محمد۔

۱۳۱۔ عبدالحق۔

۱۳۲۔ غلام حبیب۔

۱۳۳۔ عبدالغفار۔

۱۳۴۔ خلیل الرحمٰن۔

۱۳۵۔ شیر بہادر۔

۱۳۶۔ عظیم خان۔

ضمیمہ نمبر ۵۔

از مانکی شریف

۴۶ - ۱ - ۱۶ محترم قائداعظم صاحب

السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ حصول پاکستان یعنی مسلمانان ہند کی سیاسی موت سے بچانے کی خاطر میں اس موقع پر اشد ضروری سمجھتے ہوئے چند سطور کے ذریعہ آپ کے توجہ ایک نہایت ضروری امر کی طرف جو صوبہ سرحد کا موجودہ انتخابی جنگ ہے۔ منعطف کرانا چاہتا ہوں آپ سے پوشیدہ نہیں کہ اس صوبہ میں اور فقط اس صوبہ میں مسلمانوں کے اندر سولہ سال سے کانگرس ایک منظم جماعت ہے کانگرس کی کیٹیاں اور سرخ پوش تنظیم قریب قریب صوبہ بھر میں پھیلا ہوا ہے جس کی وجہ سے لاعلم عوام کی اکثریت کی ذہنیت اپنے طرف کر کے قابو میں رکھا گیا ہے۔ اس منظم جماعت کے ساتھ اب مسلم لیگ سرحد کا ایسا مختصر اور نازک وقت میں مقابلہ ہے جس کی نہ تو کمیٹیاں ہیں نہ ہمدرد کارکنان ہیں بلکہ کسی قسم کے تنظیم نہیں ہے یہاں تک کہ اب تک صوبہ سرحد صدر مسلم لیگ بھی نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے اور اس حقیقت کو جانتے ہوئے پاکستان کی اہمیت نے ہمیں اس انتخابی جنگ میں شمولیت کرنے پر مجبور کی۔ ہمیں یہ توقع تھی کہ کم از کم اس انتخابی مہم میں آل انڈیا مسلم لیگ اس صوبے کی پوری مدد اور رہنمائی کرے گی اور یہاں کی مسلم لیگی کارکن اور ذمہ دار افراد بھی نہایت تندہی سے منظم طریقے پر تمام صوبہ میں کام شروع کریں گے لیکن اب تک ان دو باتوں میں کچھ بھی نہ ہوا اور موجودہ حالت یقیناً مسلم لیگ کے حق میں نہایت تسلی بخش اور خطرناک ہے اگر جناب کو مسلم لیگ سرحد کی طرف سے یہ صحیح حالت نہ بتائی گئی ہو یا دیدہ دانستہ آپ سے چھپائی گئی ہو تو میرے خیال میں یہ ایک ناقابل عفو جرم ہے جس کا خمیازہ ہم سب کو بھگتنا پڑے گا اور وہ نہایت شرمندگی کے ساتھ ہو گا۔ ہماری جمعیت اصفیاء کی طرف سے علماء کرام اور مشائخ عظام نہایت سرگرمی سے کام کر رہے ہیں جس کے متعلق آپ دریافت کر سکتے ہیں۔ لیکن اکیلے اس پر ہمیں مطمئن نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ سارا صوبہ تو ہمارا مرید نہیں جہاں ہمارا مرید ہے وہ بالکل تسلی بخش ہے لیکن باقی صوبہ کے حالات خراب ہیں اس دس پندرہ روز میں ایسا زبردست پروپیگنڈا کرنا چاہیئے۔ تاکہ عوام کے دماغ سے کانگرس

ضمیمہ نمبر ۳ - قائداعظم محمد علی جناح بنام پیر صاحب مانکی شریف

Grams "MUSLIMLEAG"
Telephone No 2020

Central Office.
All India Muslim League.
DARYAGUNJ.
DELHI.

Camp Delhi.
November 18, 1945.

My dear Sajjada Nashin Sahib,

I am in receipt of your letter of the 12th November 1945 and I thank you very much for it. I need hardly say that I am most grateful to you for the powerful support which you have been pleased to give to the All India Muslim League which stands for the establishment of Pakistan and all that Islam stands for, and it is the duty of every Musalman at this most critical juncture to help our National Organisation the Muslim League and support the official League candidates and get the verdict of Muslim India for Pakistan. The eye of the world is fixed on Muslim India and the Frontier will be the spear head of Pakistan. I note that your organisation is of those whose forefathers who have served the cause of Islam with blood and money and that you have rightly come forward at this critical juncture to the support of Muslim India and the Muslim League which is the only authoritative and representative Organisation of the Muslims. I am all the more encouraged to note your expression of sentiments that you wish to work for the Millet without the slightest consideration for any wordly gain nor thank God you are in need of it. Therefore work and serve the cause which is a matter of life and death for 100 million of Muslims of India and the cause of Islam and the Millet.

With regard to some of the points of which you have been good enough to send me a note I have fully explained to our friend Qazi Abdul Hakim Khattak who was good enough to come and see me and he will explain to you fully the result of the discussion. As regards your note which raises five points may I point out to you that when the preliminary question of Pakistan being established is settled it will not be the Muslim League that will frame the constitution of Pakistan but the inhabitants of Pakistan in which 75% will be Musalmans and therefore you will understand that it will be a Muslim Government and it will be for the people of Pakistan to frame the constitution under which the Pakistan Government will come into being and function. Therefore there need be no apprehension that the Constitution Making Body which will be composed of overwhelming majority of Muslims can ever establish any constitution for Pakistan other than one based on Islamic ideals, nor can the Government of Pakistan when comes into being act contrary to Islamic ideals and principles.

You know that I am reaching Peshawar on the 20th to attend انشاءاللہ the Frontier Conference and I am looking forward to meet you personally and have the pleasure and the honour of a talk with you.

Yours sincerely,

M. A. Jinnah

Sajjadha Nashin Sahib of
Manki Sharif, N.W.F.P.

(5A)

ضمیمہ نمبر ۵۔ قائداعظم محمد علی جناح بنام پیر صاحب مانکی شریف

Mamdot Villa,
Davis Road,
LAHORE,
17th January, 1946.

Dear Faqir Sahib,

Many thanks for your letter of the 16th January that was delivered to me by Mr. Fateh Mohammad Khan here today. I have discussed the matter fully with him and I am very grateful to you for all the information and suggestions that you have made, some of which have already been carried out while others are receiving my attention. At the present moment it is not possible to make any new changes in our organization, although your suggestions may prove useful. There are now only four or five weeks left and we must make the best use of what has already been set up and the only way to make it work successfully, is that, every individual - personally, in groups and collectively, should make his or her full contribution to secure the verdict for Pakistan, by sweeping the polls. This is the most paramount issue, and where there is a will there is a way. Perfect machinery and Constitution may not work if there is no real will, harmony and unity amongst us. Our present machinery is set up and is the result of only a few years of our efforts and it may not be as efficient and as satisfactory as some of us may desire. But the people, if they have the will and the spirit of unity and comeradeship and feel confident then they can make wonderful success of the present machinery. I therefore, appeal to you and every Muslim to do your bit make your contribution whole-heartedly and I am confident that victory is in the hollow of our hands in the North-West Frontier Province.

Thanking you again and Mr. Fateh Mohammad Khan for having taken the trouble of coming to Lahore, whom I was very pleased to meet and who will fully explain to you all the details that were discussed between him and me.

Yours faithfully,

M.A. Jinnah

The Faqir Sahib of Manki,
Sajjada Nashin,
NOWSHERA.

کے طویل پروپیگنڈے کے اثرات نکال کر مسلم لیگ کی حمایت پر مجبور کرایا جاوے ایسا
تنگ وقت کہ الیکشن عنقریب ہے اور سارا مسلم ہندوستان کا بوجھ آپ ہی کے کندھوں
پر ہے مجھے خط بھیجنا غیر موزوں معلوم ہوتا تھا لیکن کیا کروں قاضی عیسٰی صاحب جو آپ نے
اس صوبے کا ذمہ دار مقرر کیا تھا۔ اور اس نے زبردست ہوائی طوفانی دورہ پر آئے ہوئے
ناسی حضرات کی کمیٹی آف الیکشن مقرر کر کے جو خود امیدوار کھڑے ہوئے ہیں واپس
تشریف لے گئے۔ افراد کمیٹی آف الیکشن پہلے تو غیر موجود ہوتا ہے کیونکہ اپنے کام میں مصروف ہی
رہتے ہیں دفتر میں کوئی ذمہ دار شخص نہیں ہوتا ہے اگر کسی کانڈیڈیٹ کو ضرورت پڑ جائے
تو وہ بے چارہ دو تین دن انتظار کر کے مایوس واپس چلے جاتے ہیں اور اگر کوئی تجویز بتادی
جائے تو مہینہ کے بعد زیر بحث ہو سکتی ہیں۔ مختصر یہ کہ سب انتظام گول مول ہے۔ اس
وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ بذات خود اس صوبے کی طرف خاص توجہ فرمائے اور
میری تجویز جو شامل ہذا ہے نیز جناب خان صاحب جناب فتح محمد خان زبانی بھی عرض میری
طرف کریں گے اس پر خاص غور کرنا چاہیئے۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے خدا کرے
کہ ہم حصول پاکستان میں کامیاب ہو سکیں۔

والسلام آپ کا صادق دوست

محمد امین الحسنات سجادہ نشین مانکی شریف

ممبر جمعیت اصفیاء

ضمیمہ نمبر ۷

۱۹ رمئی ۱۹۴۷ء کو سنٹرل جیل پشاور میں زخمی ہونے والے افراد کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ ارباب عطاء اللہ خان گل بیلہ۔
۲۔ انعام اللہ مردان۔
۳۔ محمد عاشق لالہ کلی۔
۴۔ تازہ گل انور خان بیلہ۔
۵۔ محمد عثمان نوشہرہ کلاں شدید زخمی۔
۶۔ نور گل امان گل کلی۔
۷۔ ارباب حکمت خان۔ بہادر کلی۔
۸۔ صدیق اکبر۔ کاکی خیل نوشہرہ۔
۹۔ سردار عبدالعزیز۔ پشاور۔
۱۰۔ سردار محمد خان پشاور۔
۱۱۔ سید رحمٰن۔ ازاخیل بالا۔
۱۲۔ علی گوہر۔ مردان۔
۱۳۔ حضرت عمر شاہ۔ محب کلی۔
۱۴۔ ظفر۔ یکاتوت۔
۱۵۔ سید خان۔ کوٹلہ موسیٰ خان۔
۱۶۔ شاکر اللہ۔
۱۷۔ ضیاء الحق۔ صدر۔
۱۸۔ عثمان علی۔ پشاور۔
۱۹۔ فضل کریم۔ پڑھ بیر۔
۲۰۔ وہاب خان۔ تورہ۔
۲۱۔ مولوی محمد عمر خان۔ گوجر گڑھی۔
۲۲۔ عطائی خان۔ پشاور۔
۲۳۔ ہاشم خان۔ پلوسی۔ نوشہرہ۔

۲۴۔ نصرت شاہ۔ پشاور۔
۲۵۔ قیوم۔
۲۶۔ خام جان۔ ڈبگری۔
۲۷۔ جمشید۔
۲۸۔ گل لالا۔ کابلی پشاور۔
۲۹۔ لعل خان۔ کوٹلہ محسن خان۔
۳۰۔ غلام سرور۔ چمکنی۔
۳۱۔ سمندر۔ مانکی شریف۔
۳۲۔ رحیم اللہ۔ ڈاگ اسمٰعیل خیل۔
۳۳۔ نواب شاہ۔ چمکنی۔
۳۴۔ عبدالقادر۔ بہادر کلی۔
۳۵۔ خان شیر بہادر خان۔ مردان۔
۳۶۔ انعام الحق۔ گنج پشاور۔
۳۷۔ قاضی ضیاء الحق۔
۳۸۔ میر احمد شاہ۔
۳۹۔ غلام شبیر۔ ظریف کورونہ۔
۴۰۔ زیارت گل۔ پشاور۔
۴۱۔ سید احباب شاہ۔ سوال ڈھیر مردان۔
۴۲۔ مناگل۔ زاخیل۔ پیر پیائی نوشہرہ۔
۴۳۔ عبدالباقی۔ تخت بھائی۔
۴۴۔ سید علی۔ تورہ۔
۴۵۔ امان اللہ۔ تنگی خٹک نوشہرہ۔
۴۶۔ عبدالرحیم۔ امیر کلی۔
۴۷۔ حضرت گل زیارت کاکا صاحب۔
۴۸۔ شیرین۔ گل بیلہ۔

۴۹۔ گوہر خان ۔ مردان ۔

۵۰۔ سالم شاہ کاٹلنگ ۔

۵۱۔ محمد دین ۔

۵۲۔ منیر خان ۔

۵۳۔ فیروز ۔ پشاور ۔

۵۴۔ علاؤالدین ۔

۵۵۔ خان محمد ۔ یکاتوت ۔

۵۶۔ عبدالجلیل ۔ پشاور ۔

۵۷۔ حجاب خان ۔

۵۸۔ دوست محمد خان ڈھیری ۔ مردان ۔

۵۹۔ زین الدین ۔ اگرہ چارسدہ ۔

۶۰۔ غلام سرور ۔ نوتھیہ ۔ پشاور ۔

۶۱۔ فضل غنی ۔ تودہ پشاور ۔

۶۲ عجب گل ۔ پشاور ۔

۶۳۔ خان محمد ڈیگری ۔ پشاور ۔

۶۴۔ سید رحیم ۔ تودہ ۔

۶۵۔ خان اکبر ۔

۶۶۔ شیر بہادر ۔ لوند خوڑ ۔

۶۷۔ قاضی میر اعظم ۔ بدرشی ۔

۶۸۔ محمد خان ۔ ارباب لنڈی ۔ پشاور ۔

۶۹۔ محمد اسحاق خان ۔ ایم ایل اے ۔

۷۰۔ سلطان ۔ لاری والا ۔

۷۱۔ خان گل ۔ زاخیل بالا ۔

۷۲۔ ظہور علی ۔ زاخیل بالا ۔

۷۳۔ خائستہ خان ۔ سلیمان خیل ۔

۷۴۔ محمد اسحاق تنگی ۔

۷۵۔ سلیم گل، مرزا ڈھیر ۔

۷۶۔ حاجی محمد چوک ناصر خان ۔

۷۷۔ مشتاق احمد ۔ نمک منڈی پشاور ۔

۷۸۔ عبدالرشید ۔ گنج ، پشاور ۔

۷۹۔ عنایت علی ۔ موری محلہ پشاور ۔

۸۰۔ محمد ایوب ۔ پشاور ۔

۸۱۔ چمن بھائی ۔ پشاور ۔

۸۲۔ محمد ظریف پشاور ۔

۸۳۔ بخشی احمد ۔ پشاور ۔

ضمیمہ نمبر ۸۔

آپ سے کیا پوچھا جائے گا؟

خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔ کہ قائداعظم محمد علی جناح کی سیاست، ہمت، قابلیت اور بے لاگ کوششوں اور مسلمانوں کی بے مثال قربانیوں اور صبر کی وجہ سے انگریز اس بات پر مجبور ہوا۔ کہ ہندوستان کو تقسیم کر کے مسلمانوں کا حصہ علیحدہ کر کے ان کے حوالے کر دے تاکہ وہ اس میں پاکستان یعنی اسلامی حکومت قائم کریں۔ مگر چونکہ کچھ عرصہ پہلے مسلمانان سرحد کا کچھ حصہ عبدالغفار خان کے بہکانے سے ہندوؤں کے ساتھ تھا۔ اور گذشتہ الیکشن میں کانگریس کی امداد کی تھی۔ اس لئے انگریز نے فیصلہ کیا کہ صوبہ سرحد کے لوگوں سے پھر پوچھا جائے کہ وہ "پاکستان" چاہتے ہیں۔ یا "ہندوستان"

کسی کے فریب دھکر اور دھوکے میں نہ آیئے۔ اور یاد رکھیئے۔ کہ آپ سے جو رائے لی جائے گی۔ وہ صرف "پاکستان اور ہندوستان" کے متعلق ہو گی۔ یہ بات برطانوی حکومت کے اعلان میں بھی واضح طور پر بیان کر دی گئی ہے۔ اور ایک پریس کانفرنس میں وائسرائے نے بھی صاف صاف کہہ دیا ہے کہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں۔ کہ صوبہ سرحد کے باشندوں سے پوچھا جائے گا۔ کہ وہ ہندوستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ یا پاکستان کے ساتھ"

اگر آپ سے کوئی کہے کہ ووٹ پاکستان اور پٹھانستان کے متعلق ہوں گے۔ یا ایک بکس جناح صاحب اور دوسرا عبدالغفار خان کا ہوگا۔ اور اس قسم کی کوئی اور بات کہے۔ تو یہ سب جھوٹ ہوگا۔

جو لوگ اس قسم کی باتیں کہیں۔ ان سے کہیئے کہ آپ کوئی ایسا صندوق بتلائیں جس پر عبدالغفار خان۔ جناح صاحب یا پٹھانستان کا نام لکھا ہو۔ صندوق صرف دو ہوں گے۔ ایک "پاکستان" کا دوسرا "ہندوستان" کا۔ اس کی تحقیق پولنگ سٹیشنوں پر بھی غیر جانبدار اشخاص سے ہو سکے گی۔

پھر یاد رکھیئے! کہ صرف یہی پوچھا جاتا ہے۔ کہ
"پاکستان مانگتے ہو یا ہندوستان" ؟
مسلمان کا ساتھ دیتے ہو ہندو کا

امید ہے کہ ہر مسلمان پاکستان کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ رہنے کے حق میں ووٹ دیگا۔

شعبہ
نشر و اشاعت مسلم لیگ
صوبہ سرحد۔

ضمیمہ نمبر ۹۔

حضرت پیر صاحب مانکی شریف کا اہم دورہ

جناب حضرت پیر صاحب مانکی شریف معہ چند علماء و رہنمایان قوم صوبہ سرحد کے عام دورہ پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ پاکستان کے حصول کے بعد یہ آپ کا پہلا عام دورہ ہے جس میں عوام کو جہاد کشمیر میں جانی و مالی امداد کی تیاری موجودہ نازک حالات اور مسلم لیگ کے جدید تنظیم کے سلسلہ میں خطاب فرمائیں گے۔ سردست مندرجہ ذیل پندرہ روزہ پروگرام مقرر ہوا ہے متعلقہ حضرات وقت اور تاریخ مقررہ پر جلسوں کا باقاعدہ انتظام کریں، تاکہ ہر جلسہ میں گرد و نواح کے مسلمان بکثرت شریک ہو کر جناب پیر صاحب کے خطاب سے فیض حاصل کر سکیں:

پروگرام

۲۹ اکتوبر نظام پور ۱۰ بجے کاہی ۲/۱ ۱۰ بجے جبئی ۲ بجے بعد نماز جمعہ شیدو ۴ بجے شام اکوڑہ بعد نماز شام۔

۳۰ — پیرپائی ۹ بجے صبح زاخیل بالا ۱۰ بجے ڈاگئی ۱۲ بجے ڈاگ بے سود ۲ بجے ڈاگ اسمٰعیل خیل ۴ بجے پبین خاک ۶ بجے رات کو جلوزئی

۳۱ — درے خولے ۹ بجے صبح ارمڑ میانہ ۱۲ بجے اکبرپورہ ۴ بجے بہادر کلی ۹ بجے رات

یکم نومبر بڈھ بیرہ ۹ بجے صبح۔ متنی ۱۱ بجے۔ موسیٰ زئی ۱ بجے جھکنی ۳ بجے کلاں ۵ بجے تہکال ۹ بجے رات۔

۲ — شہباز بنر ۱۰ بجے صبح سربند ۱۲ بجے نوشہرہ کلاں ۴ بجے صدر نوشہرہ ۹ بجے رات۔

۳ — تور ڈھیر ۱۰ بجے صبح لاہور ۱۲ بجے زیدہ ۴ بجے مرغز ۶ بجے

۴ — ٹوپی ۹ بجے یار خیل ۱۲ بجے صوابی ۴ بجے ترلاندی شام

۵ — شہباز گڑھ ۹ بجے تخت بھائی ۲ بجے لوند خوڑ ۸ بجے رات

۶ — چیپل ۱۰ بجے کاٹلنگ ۲ بجے ہری چند ۴ بجے تنگی ۸ بجے رات

۷ — رجڑ ۱۰ بجے پڑانگ ۲ بجے نستہ ۴ بجے خویشکی ۸ بجے رات

۸ — رشکئی ۹ بجے درگئی ۱۱ بجے سرڈھیری ۲ بجے شبقدر ۴ بجے گل بیلہ ۸ بجے رات

۹ — مازارہ ۹ بجے نحقئی ۱۱ بجے تودہ ۱ بجے پچگئی ۳ بجے متھرا ۵ بجے پشیر سنگ ۸ بجے رات

۱۰ — کوہاٹ خوشتو ۱۲ بجے گمٹ ۲ بجے چورلکے ۴ بجے عوزی زی ۸ بجے رات

۱۱ — بل منگ ۹ بجے صبح ہنگو ۲ بجے ٹل ۵ بجے شام کرلوغہ ۸ بجے رات

۱۲ — پٹنی ۱۱ بجے لاچی ۲ بجے

ارباب عبدالغفور خلیل

سابق ممبر کونسل آل انڈیا مسلم لیگ پشاور

ضمیمہ نمبر ۱۰

سپاسنامہ

بخدمت عالی جناب حسین شہید سہروردی صاحب

جناب والا۔ ایک عرصہ سے اہلیان سرحد آپ کی آمد کا جس شدت اور بیقراری سے انتظار کر رہے تھے وہ گھڑی آج آپ کے اچانک دورہ سرحد سے قدرت نے پیدا کر دی مقام شکر ہے کہ آپ عوام کے درمیان بیٹھ کر اپنے زریں خیالات کا اظہار کر سکیں گے ہم لوگ آپ کو دلی خوش آمدید کہتے ہوئے یہ ظاہر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اس سرزمین بے آئین کے باشندوں نے عقیدت اور محبت کا جو رشتہ آپ سے منسلک کر رکھا ہے اس کی وجہ صرف آپ کی حصول پاکستان کے لئے شاندار جذبات ہی نہیں بلکہ ایک وجہ یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جبکہ سرحد کی فضا ہی مصائب کے بادل چھائے ہوئے تھے اور پاکستانی پریس کے بعض خود غرض اخبارات نے یہاں کی ہر جائز آواز کی جس شد و مد سے مخالفت کی اور اہل سرحد کو ہر سزا کا مستحق گردانا تھا۔ اس وقت یہاں کسی اپوزیشن پارٹی کی تائید میں آپ نے پاکستان کے دوسرے صوبوں میں صدائے احتجاج بلند کر کے اس سرزمین کے مظلوم باشندوں کا ساتھ دیا تھا۔

عالی جاہ۔ قیام پاکستان کے بعد اس سرزمین بے آئین کے باشندوں نے بہت کم لوگوں کا اس طرح انتظار کیا ہے جس طرح آپ کا کیا جا چکا ہے۔ یہاں کے عوام نامساعد حالات اور محدود ذرائع کی بدولت آپ کا استقبال ایسا نہ کر سکے جس طرح کہ وہ اپنے دلوں میں آپ کے لئے محبت بھرے احساسات اور جذبات کو موجود پاتے ہیں۔

چونکہ پٹھان قوم کا جمہوریت کی تاریخ سے بہت پرانا رشتہ ہے اس لئے جمہوریت پسند افراد کی حوصلہ افزائی کرنا یہ قوم اپنا فرض سمجھتی ہے پٹھان قوم اس لئے بھی آپ کی ممنون ہے کہ آپ نے ذاتی طور سے سرحد کے معاملات میں کافی سے زیادہ دلچسپی لی ہے آپ نے بغیر کسی معاوضے کے یہاں کے ستم رسیدہ ورکروں کے مقدمات کی پیروی کے لئے دور دراز کے سفر طے کئے ہیں۔

پٹھان قوم جو ہمیشہ سے سیاہ قوانین کی تنسیخ اور شہری آزادیوں کی بحالی کے لئے جدوجہد

کرتی رہی ہے اس کی ترجمانی آپ نے پاکستان کے علاوہ بیرون پاکستان میں بھی کی گو کہ آپ کی کوششیں ایک لمبے عرصے کا شکار رہیں لیکن رنگ لائے بغیر نہیں رہیں گی۔ ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ عوام میں وہ جوش و خروش باقی نہیں رہا جو آج سے سات برس پیشتر اس کنگھم پارک کے وسیع دامن میں مطالبہ پاکستان کو تسلیم کرانے کے لئے لارڈ مونٹ بیٹن کے سامنے ظاہر کیا گیا تھا لیکن یقین جانیئے یہ قوم دب کر ہی اچھلا کرتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد سرحد کے آزادی پسند باشندوں کو جس طرح کچلا گیا ہے شاید ہی پاکستان کے کسی دوسرے حصے میں اس طرح کے ہتھیار استعمال کئے گئے ہوں۔ یہاں کے عوام سات برس تک کالے قوانین اور تشدد کا شکار رہنے کی وجہ سے پاکستان میں جمہوریت کے مستقبل کے متعلق بالکل مایوس ہو چکے ہیں۔ پٹھان سرزمین کے بہادر عوام جو انقلابات کے لئے سینہ سپر رہا کرتے تھے آج لے اعلانات کو حیرت سے سن رہے ہیں کہ حسین شہید سہروردی صاحب عوام سے خطاب فرمائیں گے یقین جانیئے انہیں یقین نہیں آرہا کہ پاکستان میں ایک ایسے فرد کو موقعہ دیا جا سکتا ہے کہ وہ عوام کی بے باک ترجمانی کا فرض ادا کر سکے۔

جناب والا:۔ آج آپ پہلی بار پشاور سے ایک ایسی قوم کو خطاب فرمائیں گے جو زمانے کی گرم سرد چشیدہ ہونے کے علاوہ دوربین نگاہوں کی حامل بھی ہے زمانے کے نشیب و فراز اس امر کی شہادت ہیں کہ اس قوم نے جمہوریت کی بقا کے لئے کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس کا مظاہرہ قصہ خوانی بازار میں ہوا یا بالا حصار کے سائے میں ہری پور جیل کی چار دیواری میں یا ڈیرہ اسماعیل خان کے بندی خانہ میں بہر کیف اس قوم نے اپنی جدوجہد کو متواتر جاری رکھا۔ صوبہ سرحد کو یہ ناز ہے کہ اس کی گود نے ایسے سخت جان افراد کو جنم دیا ہے جنہوں نے ضرورت کا کردار کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں برتی چنانچہ پاکستان میں حزب مخالف کی ضرورت کے پیش نظر یہ فریضہ بھی سب سے پہلے اسی صوبہ نے سرانجام دیا تھا۔ ہم گذشتہ واقعات کی تاریخ کو دہرانا نہیں چاہتے۔ کیونکہ اس نازک دور کی تمام تاریکیاں ہمارے ساتھ ساتھ آپ کو بھی پیش آتی رہیں۔ صرف ماضی کے نقوش سے حال کے دامن پر مستقبل کا نقشہ بنانے کے لئے چند حقیقتوں کا انکشاف نہایت ضروری ہے۔

پٹھان قوم محسوس کرتی ہے کہ پاکستان میں ابتری کے مواقع غیر منصفانہ انتخابات کی پیداوار ہیں جو جمہوریت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بن چکے ہیں۔ ہماری مسلسل جدوجہد اگرچہ کوئی خاطر خواہ

نتیجہ نہیں پیدا کر سکی لیکن انقلاب کے تھپیڑے سکھا شاہی کی دیوار میں دراڑیں ضرور ڈال گئے پاکستان میں روزمرہ کے یہ سخت اقدامات اس امر کی شہادت ہے کہ جمہوریت پسندوں کی کوششیں رائیگاں نہیں گئیں۔

عالی جاہ:۔ مشرقی پاکستان میں آپ کی جدوجہد جس طرح کارگر ثابت ہوئی وہ سرحد کی صدائے بازگشت کی ایک آخری کیل تھی جو آپ کے ہاتھوں مسلم لیگ کے تابوت میں ٹھونک دی گئی وہاں کی زبردست اکثریت نے جس طرح مسلم لیگی قیادت کو دھتکارہ ہے وہ دنیا بھر میں اپنی مثال آپ ہے آپ کی یہ عظیم الشان کامیابی شکست خوردہ مسلم لیگ قیادت کو ایک آنکھ نہ بھائی انہوں نے جمہوری راج کا خاتمہ کروا کر چھوڑا آپ خطرناک بیماری کا شکار ہو کر وطن سے باہر چل دیئے اور شکست خوردہ مسلم لیگ کی قیادت سازشوں کا کھیل کھیلنے میں مصروف ہو گئی اور یہ طلسم بھی گورنر جنرل کے سخت اقدام پہ جا کر ٹوٹا۔ آپ نے صحت یاب واپس لوٹ کر جمہوریت کی بحالی کے لئے مرکزی کابینہ میں شرکت اختیار کی اور آپ کے شاندار ماضی کے پیش نظر ملک بھر کے عوام نے آپ کی کابینہ میں شمولیت کا زبردست خیر مقدم کیا۔ لیکن ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ بعض عناصر ان پٹے ہوئے مہروں کو پھر سے حکومت کی شطرنج پر بچھانا چاہتے ہیں جنہیں کل ہی غیر ذمہ دارانہ بیانات کی بناء پر غدار قرار دے کر بنگالی عوام کو مورد الزام ٹھہرایا تھا آج پھر حزب مخالف کو کھلوانے کے لیے ان سے راز و نیاز کی باتیں کی جا رہی ہیں جو ہرگز پسندیدہ نتائج کی حامل نہیں ہو سکتیں۔

جناب والا:۔ آپ کی مرکزی کابینہ میں شمولیت جمہوریت کی بقاء کے لئے نہایت ضروری تھی اور آپ نے قانون و انتخابات کا محکمہ لے کر عوام کی دوسری خواہش کا احترام کیا ہے آپ کا یہ اعلان کہ انتخابات میں میری پارٹی ہار ہی کیوں نہ جائے لیکن جمہوریت کے دامن پر داغ نہیں آنے دیا جائے گا۔ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے اس طرح ہم چاہتے ہیں کہ سات سال سے پاکستانی آئین جو معرض التوا میں پڑا ہوا ہے اسلامی خطوط پر جلد از جلد مکمل کیا جائے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے لئے تمام سیاسی اور مارشل لاء کے اسیروں کو غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے ملک کی سیاسی جماعتوں کو مکمل آزادی دی جائے۔ اور موجودہ عبوری دور سے تمام اہم فیصلوں کو ملک کی نئی منتخب شدہ

دستوریہ کے لئے محفوظ رکھا جائے ان نامزد اسمبلیوں اور غیر نمائندہ وزارتوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ مشرقی پاکستان میں پارلیمانی حکومت بحال کر دی جائے۔ عدلیہ کو انتظامیہ کی دستبرد سے محفوظ کرنے کے لئے سخت اقدامات کئے جائیں۔ تب جا کر گمان یقین بن سکے گا کہ پاکستان میں انتخابات آزادانہ اور منصفانہ طور پر تکمیل پذیر ہو سکیں گے۔ آخر میں ہم اہلیان سرحد آپ کی ذات گرامی پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ہر ممکن تعاون کا یقین دلاتے ہیں اور خداوند قدوس سے دست بہ دعا ہیں کہ آپ کو اپنے بہترین مقاصد میں کامیابی نصیب ہو اور جمہوری نظام رائج کرنے کے لئے عمر خضر نصیب ہو۔

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

محمد امین الحسنات (پیر مانکی شریف) صدر استقبالیہ کمیٹی عوامی مسلم لیگ صوبہ سرحد

کتابیات

۱- احمد ظہور،

کشمیر کی کہانی

لاہور: ۱۹۶۹

۲- آزاد، مولانا ابوالکلام،

ہماری آزادی

لاہور: ۱۹۷۸

۳- آزاد، سید محمود،

تاریخ کشمیر

کشمیر: ۱۹۷۰

۴- ایوب، محمد،

مسئلہ کشمیر

نیویارک: ۱۹۵۰

۵- بخاری، فارغ،

باچا خان

پشاور، ت ن

۶- ترین، عبدالمجید،

فقیر ایپی

کراچی: ۱۹۸۴

۷- جاوید، عزیز،

قائد اعظم اور سرحد

پاکستان: ۱۹۷۸

۸- حسرت، چراغ حسن،

کشمیر

لاہور: ۱۹۴۸

۹- حسین، مرزا شفیق،

کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد: منتخب دستاویزات

اسلام آباد: ۱۹۸۵

۱۰- خان، سردار محمد ابراہیم،

کشمیر کی جنگ آزادی

لاہور: ۱۹۶۶

۱۰- شیدا، فضل حق،

اسویلی (پشتو)

پشاور: یونیورسٹی بک ایجنسی، ت ن

۱۱- صابر، محمد شفیع،

تاریخ صوبہ سرحد

پشاور: ۱۹۸۶

۱۲- صابر، محمد شفیع،

قائد اعظم اور صوبہ سرحد

پشاور، ت ن

۱۳- صادق، جی ایم،

کشمیر چھوڑ دو

لاہور، ت

۱۴۔ ظفر، بہادر شاہ،
پشانہ وتاریخ پہ رنڑا کنبے (پشتو)
پشاور: ت ن

۱۵۔ عبدالعزیز، میر،
کشمیر کی تحریک آزادی
لاہور: ت ن

۱۶۔ قدوسی، اعجاز الحق،
تذکرہ صوفیائے سرحد
لاہور: ۱۹۶۶

۱۷۔ قریشی، مشتاق احمد،
جہاد کشمیر
لاہور: ۱۹۴۸

۱۸۔ قصوری، محمد صادق،
اکابر تحریک پاکستان
گجرات: ۱۹۷۶

۱۹۔ کاظمی، سید غلام حسن شاہ،
انقلاب کشمیر (حصہ اول)
لاہور: ۱۹۵۰

۲۰۔ کامران، فائق،
تحریک پاکستان، ہماری جدوجہد آزادی
لاہور: ۱۹۷۶

۲۱۔ کشفی، میر غلام احمد،
کشمیر ہمارا ہے
لاہور: ۱۹۶۵

۲۲۔ مدرار، مولانا مزار اللہ،
جہاد کشمیر اسلامی دلائل کی روشنی میں
مردان: ت ن

۲۳۔ ———،
قول فیصل
مردان: ت ن

۲۴۔ محمود، صفدر،
پاکستان: مسلم لیگ کا دور حکومت
لاہور: ۱۹۷۳

۲۵۔ میر احمد صوفی،
غازی پیر
پشاور: ۱۹۸۷

۲۶۔ ناسک، صلاح الدین،
تحریک آزادی
لاہور: ۱۹۷۵

۲۷۔ نظامی، قیوم عطاء اشرف،
پاکستان انقلاب سے پہلے انقلاب سے بعد
لاہور: ۱۹۶۸

۲۸۔ نشتر، سردار عبدالرب،
آزادی کی کہانی میری زبانی
کراچی: ت ن

۲۹۔ یوسفزئی، ہلالی،
توریالی (پشتو)
پشاور: ت ن

۳۰۔ یوسفی، اللہ بخش،
سرحد اور جدوجہد آزادی
لاہور: ۱۹۶۸

Gurmani, Mushtaq Ahmad, ۴۳-
Kashmir World's Biggest Question Mark
Lahore: nd.

Hafizullah, Mohammad, ۴۴-
Towards Azad Kashmir
Lahore: nd.

Hardy, Peter, ۴۵-
The Muslims of British India
Karachi: 1973.

Hasan, Sarwar, ۴۶-
The Transfer of Power
Karachi: 1966.

Hodson, H.V., ۴۷-
The Great Divide
Dacca: 1969.

Jansson, Erland, ۴۸-
India, Pakistan or Pakhtunistan?
Stockholm: 1981.

Khan, Abdul Ghaffar Khan, ۴۹-
My Life and Struggle
New Delhi: nd.

Khan, Shafique Ali, ۵۰-
Two Nation Theory - As A Concept, Strategy and Ideology
Hyderabad: 1973.

Khalid bin Sayeed, ۵۱-
Pakistan: The Formative Phase
Karachi: 1978.

Khalifa, Abdul Manan, ۵۲-
Kashmir Today
Lahore: 1970.

Khaliq-uz-Zaman, Chaudhry, ۵۳-
Pathway to Pakistan
Lahore: 1961.

Korbel, Josef, ۵۴-
Danger in Kashmir
Princeton: 1954.

Ahmad, Jamil-ud-Din, ۳۱-
Historic Documents of the Freedom Movement
Lahore: nd.

———, ۳۲-
Speeches and Writings of Mr. Jinnah - II
Lahore: 1964.

Ashraf, Mohammad, ۳۳-
Cabinet Mission and After
Lahore:nd.

Azad, Abul Kalam, ۳۴-
India Wins Freedom
Bombay: 1964.

Beg, Aziz, ۳۵-
Captive Kashmir
Lahore: 1958.

———, ۳۶-
The Wailing Vale
Lahore; 1969.

Bolitho, Hector, ۳۷-
Jinnah: The Creator of Pakistan
London: 1954.

Bright, J.S., ۳۸-
The Great Nehrus
Lahore: 1947.

Durrani, F.K. Khan, ۳۹-
The Meaning of Pakistan
Lahore: 1944.

Gopal, Ram, ۴۰-
Indian Muslims: A Political History
Lahore: 1976.

Gopal, Sarvepalli, ۴۱-
Jawaharlal Nehru: A Biography -I
London: 1975.

Gopal, S, ۴۲-
Selected Works of Jawaharlal Nehru
New Delhi: 1985.

Symonds, Richard, -۶۷
Making of Pakistan
Karachi: 1976.

Talukdar, Mohammad HR., -۶۸
Memoirs of Huseyn Shaheed Suharawardy
Dhaka: 1987.

Tyson, Geoffrey, -۶۹
Nehru: The Years of Power
London: 1966.

Zaman, Mukhtar, -۷۰
Students Role in the Pakistan Movement
Karachi: 1978.

Ziegler, Philip, -۷۱
Mountbatten: The Official Biography
London: 1985.

REPORTS AND UNPUBLISHED SOURCES

Kashmir Dispute -۱
Government of Pakistan, Bureau of National Research and Reference, 1964-1965.

Reports on Kashmir by United Nations Representatives. -۲

Inside Kashmir -۳
Lahore: 1948.

Nicholas Mansergh, E.W.R. Lumby and Penderel Moon (ed) -۴
The Transfer of Power (In Twelve Volumes)
London: 1970-1983.

Selected Works of Jawaharlal Nehru-4 -۵
New Delhi: 1986.

Sayed Wiqar Ali Shah, -۶
Muslim League in the North West Frontier Province 1936-1947
Peshawar University: Unpublished M. Phil
Thesis, 1986.

NEWSPAPERS

Dawn, New Delhi, 5 May, 1947. -۱
Dawn, Karachi, 22 May, 1949. -۲
Dawn, Karachi, 21 Oct. 1949. -۳
Civil and Military Gazette, Karachi, 4 Nov., 1949. -۴
Pakistan Times, Lahore, 20 Oct., 1952. -۵
Times of India, Bombay, 13, Sep., 1956. -۶
Baluchistan Times, Quetta, 16 Oct., 1982. -۷

Lal Baha, -۵۵
NWFP Administration Under British Rule 1901-1919
Islamabad; 1978.

Lapierre Dominique, Collins Larry, -۵۶
Freedom at Midnight
New York: 1975.

Mahmud, Makhdumzada S. Hassan -۵۷
A Nation is Born
Lahore: nd.

Mohammad Ali, Chaudhry, -۵۸
The Emergence of Pakistan
Lahore: 1973.

Noon, Feroz Khan, -۵۹
From Memory
Pakistan: 1969.

Pakistan and Muslim India -۶۰
Bombay: 1942.

Pirzada, Syed Sharif ud Din, -۶۱
Evolution of Pakistan
Lahore: 1962.

———, -۶۲
Foundations of Pakistan-II
Karachi: 1970.

Saraf, Muhammad Yusuf, -۶۳
Kashmiris Fight For Freedom-II
Lahore: 1979.

Seton, Marie, -۶۴
Panditji: A Portrait of Jawaharlal Nehru
London: 1967.

Shahid, Mohammad Haneef, -۶۵
Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah: Speeches, Statements, Writings and Letters etc.
Lahore: 1976.

Suharwardy, A.H., -۶۶
Tragedy in Kashmir
Lahore: 1983.

۸۔ نوائے ملت، مردان ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۸ء
۹۔ امروز لاہور ۵ دسمبر ۱۹۸۱ء
۱۰۔ نوائے وقت راولپنڈی ۱۷ دسمبر ۱۹۸۲ء

ذاتی ذخائر

۱۔ پیر صاحب مانکی شریف۔ نوشہرہ۔
۲۔ میاں محمد شاہ آف پبی۔ نوشہرہ
۳۔ سید شمس الحسن۔ کراچی۔

انٹرویوز

۱۔ سید روح الامین آف مانکی شریف۔ نوشہرہ
۲۔ مولانا مدرار اللہ۔ مردان۔
۳۔ صوفی میر احمد پبی۔ نوشہرہ
۴۔ ملک شاد محمد۔ پشاور۔

اشاریہ :

ا :

ابراہیم محمد : ۱۰۳
ابوالکلام آزاد، مولانا : ۴-۱۸-۲۷-۴۰
۴۷-۸۵
ابوبکر : ۷۱-۷۲
اچاریہ سی راج گوپال : ۳۹-۴۰-۸۵
اچھوت : ۳۹
استادی : ۵
اٹک : ۴۲-۱۰۲-۱۱۱
احراری : ۴۳
احمدزئی : ۵۴
احمد گل : ۱۱۲
احمد گل، پیرزادہ : ۱۲-۷۱-۱۱۲
احمد شاہ، میاں : ۷-۳۲
احمد بشیر : ۷۴
اردو : ۹۰
آزاد کشمیر : ۱۰۳-۱۰۵
آزاد مدرسے : ۷
اڑلیسہ : ۱۰-۳۸
آسام : ۱۰-۳۸-۴۰-۸۳
اسلام : ۱۵-۲۲-۲۳-۳۲-۳۳
۳۵-۴۳-۴۵-۱۰۱-۱۰۲
اسلام آباد : ۱۲
اسلام بی بی : ۴۵-۴۸-۶۵
اسلامی : ۲۰-۲۴-۲۹-۶۳-۶۲-۹۱
اسلامیہ کالج : ۵۱-۵۳-۷۳
اسمت : ۱۰۳
اسمے، لارڈ : ۷۵-۸۲-۸۴-۱۰۰
افتخار الدین، میاں : ۳۰
آفریدی : ۸۰-۱۰۲-۱۰۴
افغان : ۶
افغانستان : ۵-۶
افغانی ترکستان : ۶
اکالی پارٹی : ۹
اکبر، الماس : ۷۱
اکبر، عبدالاکبر خان : ۷
اکوڑہ خٹک : ۱۳-۱۹
آگرہ : ۴

"اگست ۱۹۴۰ء کی پیش کش" : ۱۴
آل انڈیا مسلم لیگ : ۴-۸-۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۴-۱۵
۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۲-۲۳-۲۹-۳۰
۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۹
۴۰-۴۱-۴۷-۴۹-۵۰-۵۱-۵۳-۵۴
۶۴-۶۵-۶۶-۶۸-۶۹-۷۲-۷۶-۷۷
۷۸-۷۹-۸۳-۸۶-۸۷-۸۹-۹۰-۱۰۰
۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۲
آل انڈیا نیشنل کانگرس : ۸-۹-۱۰-۱۱-۱۵
۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۹-۳۰-۳۱-۳۳-
۳۵-۳۶-۳۷-۳۹-۴۰-۴۱-۴۶
۴۷-۴۸-۵۱-۵۴-۶۳-۶۵-۶۶
۶۷-۶۸-۷۱-۷۴-۷۶-۷۷-۷۹
۸۰-۸۱-۸۳-۸۴-۸۵-۸۸-۸۹
۱۰۰-۱۰۱
الیگزنڈر، اے وی : ۱۰-۳۶-۱۰۰
امپیریل ہوٹل : ۸۶
امرتسر : ۵
امریکی حکومت : ۱۷
امیر چند بموال، پنڈت : ۴
امین الحسنات، محمد : ۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴
۱۵-۱۶-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۳۰
۳۱-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۴۲-۴۳
۴۸-۵۳-۶۳-۶۵-۶۷-۶۹
۷۰-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۸-۷۹
۸۲-۸۶-۸۷-۸۹-۹۰-۹۱-۹۹-۱۰۲
۱۰۳-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱
۱۱۲-۱۱۳-۱۱۵
امین، شفقت : ۱۲
انجمن اصلاح الافاغنہ : ۷
انڈیا (دیکھئے ہندوستان)
انڈین (دیکھئے ہندوستانی)
انصاری ڈاکٹر مختار احمد : ۴
انگریز : ۳-۴-۵-۶-۷-۸-۱۰
۱۱-۱۹-۳۱-۴۴-۴۵-۴۶-۴۸-۸۰-۸۹-۹۹
انگریزی : ۶-۱۴-۱۹
انگلستان : ۴-۵-۱۰-۳۴-۳۶
انیسہ بیگم خورشید : ۶۸-۷۳-۱۰۵
اودھم پور : ۱۰۱
اوگی : ۶۴
ایبٹ آباد : ۸-۴۱-۶۴-۱۰۳
ایبٹ، جیمس : ۳
ایبل، سر جارج : ۸۲
ایٹلی، سی آر : ۷۵-۱۰۴
ایٹلی، کلیمنٹ : ۳۶-۶۸
ایڈورڈز، ہربرٹ : ۳
این پی انجینئر، سر : ۴۰
اینگلو سکھ جنگیں (۱۸۴۶ء-۱۸۴۹ء) : ۳
ایوب، محمد : ۵۱

: ب :

بادشاہ گل، مولانا : ۱۹
بھارت (دیکھئے ہندوستان)
بھارت ماتا (دیکھئے ہندوستان)
بارک اللہ، منشی : ۱۰۳
بارہ مولا : ۱۰۳
بالشویک : ۸
بٹل : ۶۴
بھٹی : ۱۰۲
بھٹی محمد عظیم : ۱۲
بخاری، علی عباس : ۴-۸
بخشی : ۴۳
بدرشی : ۱۳-۶۸
برٹش (دیکھئے برطانوی)
برصغیر : ۱۱-۱۶-۳۲-۴۱-۴۴-۹۹
برطانوی : ۱۵-۱۸-۳۷-۳۸-۵۰
۵۱-۶۸-۶۹-۷۵-۷۸-۸۱-۸۷-۹۰
۹۹-۱۰۰-۱۰۴
برطانیہ : ۴-۸-۹-۱۱-۱۶-۱۷-۳۳
۳۶-۴۱-۴۲-۴۴-۵۰-۸۰-۸۳-۸۸
برما : ۱۶
بستی : ۶۵
بلوچستان : ۳۸-۱۱۰
بل منگ : ۱۵
بھمبر : ۱۰۳
بمبئی : ۴-۱۰-۱۶-۳۸-۳۹-۴۱
۴۲-۱۰۲
بنگال : ۱۰-۳۸-۴۳-۸۳
بنوں : ۱۹-۴۵-۶۹-۷۰
بوتھ، بریگیڈیئر : ۸۹
بولٹن بلاک : ۱۱۴
بہادر شاہ ظفر، میاں : ۴۹
بہار : ۱۰-۳۸-۴۲-۶۴-۶۵
بیگم اورنگ زیب، سردار : ۷۱
بیگم حیدر، سردار : ۷۱
بیگم سرفراز، زری : ۷۱
بیگم سلطانہ محبوب : ۷۱
بیگم عبدالرؤف قاضی : ۷۱
بیگم عبدالواحد، شیخ : ۷۱
بیگم قانتہ : ۷۱
بیگم میر احمد قاضی : ۷۱

: پ :

پارسی : ۳۹
پارہ چنار : ۷۵
پاکستان : ۹-۱۰-۱۱-۱۲-۱۵-۱۷-۱۹-۲۲
۲۳-۲۴-۲۹-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵

۳۶-۳۹-۴۰-۴۲-۴۳-۴۹-۵۱-۵۳
۵۴-۶۳-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۷-۷۸
۷۹-۸۰-۸۲-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷
۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲
۱۰۴-۱۰۶-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۳-۱۱۴

پامیلا : ۷۹

پبی : ۳۳-۶۸

پٹھان (دیکھیے پشتون)

پٹھانستان (دیکھیے پختونستان)

پٹیالہ : ۱۰۲

پٹیل، سردار و لبھ بھائی : ۳۹-۴۰-۵۲-۸۳
۸۵-۱۰۴

پرشاد، ڈاکٹر راجندرا : ۳۹-۴۰

پڑانگ : ۱۳

پختون (دیکھیے پشتون)

پختونستان : ۱۱-۸۵-۸۷-۹۰

پشاور : ۳-۶-۷-۸-۱۳-۲۳-۲۹-۳۰
۳۱-۴۲-۴۷-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-
۵۳-۶۵-۶۶-۶۷-۶۹-۷۱-۷۲-۷۳
۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰
۸۱-۸۹-۱۰۲-۱۱۱-۱۱۴

پشتو : ۹۰-۱۱۴

پشتون : ۲-۷-۱۸-۴۲-۴۵-۴۶-۵۰
۶۳-۷۰-۷۱-۷۷-۸۵-۸۸-۱۰۱-۱۰۲

پشتونستان (دیکھیے پختونستان)

پنجاب : ۳-۴-۵-۱۰-۳۸-۴۴-۴۵-۶۴
۶۵-۶۸-۷۱-۸۳-۹۱

پونچھ : ۱۰۳

پیتھک لارنس، لارڈ : ۱۰-۳۶-۶۸-۷۱-۱۰۰

پیر صاحب (دیکھیے امین الحسنات، محمد)

پیر صاحب تونسہ شریف : ۱۹

پیر صاحب کا ربوغہ شریف : ۱۹

پیر قلعہ : ۱۱۲

پیر مانکی شریف : ۱۴

پیکنگ : ۱۰۶

: ت :

تحریک عدم تعاون : ۵

ترک : ۴

ترکی : ۴-۵

ترکیہ (دیکھیے ترکی)

توری : ۱۰۲

تیج بہادر سپرو، سر : ۳۷

تیمور، شیخ : ۸۲

: ٹ :

ٹانک : ۵۱-۷۰

ٹوانہ، سر خضر حیات خان : ۶۸

: ج :

جاپان : ۱۶

جان متھائی ڈاکٹر : ۳۹-۴۰

جامعہ محمدی شریف : ۹۱

جانسن : ۳۵-۷۳

جانسن، ایلن کیمبل : ۷۱-۷۵

جان سیف اللہ : ۱۱۳

جان یحیٰی : ۶۶

جرمن : ۵

جرمنی : ۴

جعفر شاہ میاں : ۳۳-۷۰

جلال الدین، خان بہادر : ۴۱-۶۶

جلوزئی : ۴۳

جلیانوالہ باغ : ۵

جماعت علی شاہ، پیر : ۱۹

جمال ممتاز : ۷۱

جموں : ۹۹-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۴

جمعیت الاصفیاء : ۱۰-۱۴-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴
۲۹-۳۴-۳۵

جمعیت العلماء : ۳۵

جمعیت العلمائے خدام المجاہدین : ۱۰۳

جناح عوامی لیگ : ۱۱۰

جناح، محمد علی (دیکھیے قائداعظم)

جنڈولہ : ۵۱

جنگ امبیلہ : ۱۳

جنگ بلقان : ۴

جنگ عظیم اول : ۴-۵

جنگ عظیم دوم : ۹-۱۶

جنوبی وزیرستان : ۵۱-۸۰

جہاں شیر کلے : ۱۱۲

جہانگیر : ۱۰۳

جھگڑا ابراہیم خان : ۶۷

جھنگ : ۹۱

: چ :

چارسدہ : ۱۳-۱۸-۱۰۹-۱۱۲

چترال : ۱۰۷

چرچل، سر ونسٹن : ۱۶-۱۸-۳۳

چشتی : ۲۱

چندریگر، آئی آئی : ۴۴-۸۱-۸۶

چورہ شریف : ۱۹

چوک یادگار : ۶۶-۶۹

چین : ۱۰۶

: ح :

حضرت گل، مولانا : ۱۶

حفیظ اللہ : ۱۰۱

خ :

خادم محمد اکبر : ۷
خالد شمس الحسن : ۱۲
خالصہ دربار : ۴۴
خان، ارباب عبدالغفور : ۶۳-۶۶-۸۱-۱۰۸
خان، ارباب نور محمد : ۶۷-۸۱
خان، افتخار علی نواب آف ممدوٹ : ۱۱۰
خان، امیر امان اللہ : ۵
خان، باچا (دیکھیے خان، عبدالغفار خان)
خان، بخت جمال : ۳۰-۶۲-۶۶
خان، پرستا : ۵۱
خان، تاج علی : ۳۰
خان، تاج محمد : ۷
خان، ثمین جان : ۹-۲۰-۳۳-۶۳-۶۶
۷۶-۸۲
خان، حنیف : ۱۰۶
خان، خان بہادر سعد اللہ : ۸-۹-۱۹-۳۰
خان، خان بہادر قلی : ۳۰
خان، خان بہادر محمد حسن : ۳۰
خان، ڈاکٹر سر شفاعت احمد : ۴۱
خان، راحت : ۵۲
خان، راجہ عبدالرحمٰن : ۹
خان، راجہ غضنفر علی : ۴۴-۸۶
خان، سر صاحبزادہ عبدالقیوم : ۷-۸
خان، سردار اورنگ زیب : ۹-۲۰-۳۰-۳۴-۷۲
خان، سردار شوکت حیات : ۳۰
خان، سردار محمد ابراہیم : ۱۰۵
خان، سلطان حسن : ۱۰۷
خان، شیر بہادر : ۶۸-۱۰۸
خان صاحب، ڈاکٹر : ۸-۹-۳۶-۴۷-۵۰-۵۲
۶۴-۶۵-۶۶-۷۰-۷۱-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶
۷۹-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۷
خان، ظفر علی : ۵۳
خان، عبدالغفار خان : ۷-۸-۱۱-۳۵-۳۶-۴۶
۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۷۴-۸۲-۸۳
۸۴-۸۵-۸۷-۸۸-۹۰-۱۱۴
خان، عبدالقیوم : ۳۰-۳۳-۴۹-۶۳-۶۵
۶۶-[illegible]-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹
۱۱۰-۱۱۱
خان، عبدالمالک : ۶۷-۱۰۸
خان، غلام حیدر : ۸۲-۱۰۳
خان، غلام محمد لوند خوڑ : ۱۰۶
خان، فدا محمد : ۳۰-۳۳-۶۶
خان، فضل : ۱۱۲
خان، فقیرا : ۵۰
خان، فیض محمد : ۳۰
خان، گل : ۱۱۲
خان، گل، ماسٹر : ۱۰۸
خان، محمد : ۷۴-۷۵

خان، محمد اسحٰق : ۱۰۷
خان، محمد اشرف : ۶۷
خان، محمد زمان : ۱۰۷
خان محمد سعید : ۱۰۲
خان، محمد عالم : ۴۳
خان، محمد عباس : ۷-۸-۳۱
خان، محمد علی : ۳۰-۶۹
خان، محمد یوسف خٹک : ۶۷
خان، ملک دمساز : ۶۹
خان، ملک شاد محمد : ۳۰
خان، موسیٰ : ۵۱
خان، نواب : ۶۹
خان، نوابزادہ لیاقت علی : ۳۴-۳۹-۴۰-۴۴-۸۰-۸۱
۸۳-۱۰۶
خان، نواب صدیق علی : ۷۸
خان، نواب محمد اسمٰعیل : ۳۹-۴۰-۷۵
خٹک : ۱۳-۴۳-۱۰۲-۱۰۳
خٹک، شاہنواز : ۲
خٹک، میر اسلم خان : ۳۱
خدائی خدمت گار : ۷-۸-۱۱-۳۴-۳۶-۴۶
۵۲-۷۳-۸۷-۸۸-۸۹
خرمتو : ۱۵
خلافت عثمانیہ : ۵
خلافت کانفرنس : ۵
خلیق الزمان، چوہدری : ۳۴-۱۰۷-۱۰۸
خورشید علی، صاحبزادہ : ۵۲
خوشحال گڑھ : ۱۰۲
خیبر : ۵۱-۵۲-۵۴-۸۰
خیبر بازار : ۷۱
خیبر پاس : ۸۰

د :

داوڑ : ۱۰۲
درگئی : ۵۲
دلہ زاک (قبیلہ) : ۱۳-۱۱۲
دوسہرہ : ۱۹
دہلی : ۱۶-۴۷-۵۲-۷۵-۸۰-۸۱-۸۲
۸۶-۸۸-۱۰۲-۱۰۴

ڈ :

ڈاگ اسمٰعیل خیل : ۴۳
ڈائر، جنرل : ۵
ڈوگرہ : ۶۹-۹۹-۱۰۱-۱۰۳
ڈومیل : ۱۰۵
ڈھوں : ۷۶
ڈھیری کٹی خیل : ۱۳-۱۴
ڈیرہ اسماعیل خان : ۶۷-۶۹-۷۰
ڈیموکریٹک پارٹی : ۸

ر :

راجہ جی : ۳۷
رالف گرفتھ، سر : ۸

رام جگ جیون ، ۳۹-۴۰

رام چند، پنڈت : ۴

رایکی : ۱۰۲

راولپنڈی : ۱۱۴-۱۱۵

رائے ، ۱۰۴

رزمک : ۴۵-۵۱

رسالپور : ۵۲

رشکئی ، ۱۱۲

رمضان، محمد : ۶۷

روح الامین ، سید : ۱۲-۱۱۴

روس : ۶-۸۷

رونق، فہمیدہ : ۷۱

رولٹ ایکٹ : ۵

رولٹ، جسٹس : ۵

: ز :

زمان ایڈووکیٹ ، محمد : ۱۸

زمان ، محمد : ۶۵

زنانہ مسلم لیگ : ۷۲

: س :

سپین خاک ، ۴۳

سرحد اور جدوجہد آزادی (کتاب) : ۴۵

سرحد مسلم لیگ (دیکھئے صوبائی مسلم لیگ)

سرناظم الدین ، خواجہ : ۳۹-۴۰

سرینگر : ۱۰۱-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵

سکھ : ۳-۱۲-۳۵-۳۸-۳۹-۴۴-۶۵
۶۹-۷۰-۷۷-۸۳-۸۴

سلہٹ : ۸۳

سلیمان خیل : ۱۰۲

سمتھ، جنرل : ۷۴

سنگاپور : ۱۶

سندھ : ۱۰-۳۸-۸۳

سنگھ، جنک : ۱۰۱

سنگھ، رنجیت ، ۳-۴۴

سنگھ، سردار اجیت : ۹-۲۰

سنگھ، سردار بلدیو : ۳۹-۴۰-۸۳

سنگھ، ہری ، ۱۰۱

سوات ، ۴-۱۳

سواتی : ۱۰۲

سہروردی، حسین شہید : ۱۱۰-۱۱۱

سی پی : ۱۰-۳۸

سید الامین ـ سید : ۱۲-۱۱۴

سید حسن محمود، مخدوم زادہ : ۸۶

: ش :

شاکر اللہ، مولانا : ۱۰۸

شاہ کوٹ ، ۴۳

شاہ ، محمد اعظم : ۶۷

شاہنواز خان آف ممدوٹ ، نواب : ۳۰

شاہ، نور علی : ۴۵

شاہی باغ ، ۳۰

شائستہ گل ، مولانا : ۱۱-۲۳

شبقدر : ۱۱۲

شبیر احمد عثمانی، مولانا : ۱۹

شمال مغربی سرحدی صوبہ : ۳-۴-۷-۸-۹
۱۰-۱۱-۱۲-۱۸-۱۹-۲۲-۲۳-۲۹-۳۰
۳۱-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۸-۴۲-۴۳
۴۴-۴۵-۴۷-۴۸-۴۹-۵۱-۵۳-۵۴
۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۷۰-۷۱
۷۲-۷۳-۷۵-۷۶-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱
۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۸-۸۹-۹۰
۱۰۱-۱۰۲-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۴

شمالی وزیرستان : ۵۰-۸۰

شمس الامین، سید : ۱۲-۱۱۴

شمشیر ، ۱۱۲

شملہ : ۱۸

شملہ کانفرنس ، ۱۰-۱۶-۱۸-۱۹-۳۱-۳۶

شنگھائی ، ۱۰۶

شیدا ، فضل حق : ۱۰۶-۱۱۴

شیر بہادر ، ۱۱۲

شیو سرن لال، دیوان : ۵۱

: ص :

صابر، محمد شفیع : ۵۱

صالح خانہ ، ۴۳

"صدائے پاکستان" (اخبار) : ۷۳

صدیق علی خان، نواب : ۳۰

صوابی : ۱۰۲-۱۰۸

صوبائی کانگرس : ۳۴-۵۰-۸۷

صوبائی مسلم لیگ : ۹-۳۴-۴۲-۴۷-۴۸
۵۴-۶۳-۶۸-۷۵-۷۶-۷۷-۸۰-۸۱
۸۲-۸۹-۱۰۷

: ض :

ضیاء الدین، حضرت : ۱۳

ضیاء الدین، میاں : ۹-۳۵-۴۸

: ط :

طلا محمد، پہلوان : ۶۷

طورخم : ۵۱

: ظ :

ظفر، محمد : ۷۵

: ع :

عبداللہ شاہ، میاں : ۷-۶۲-۶۸-۶۹
۷۲-۷۵-۸۶

عبدالحامد بدایونی، مولانا : ۱۹

عبدالحق، حافظ : ۶۷

عبدالحق، حضرت : ۱۴

عبدالحکیم، قاضی : ۸

عبدالحنان، مولانا : ۱۴

عبدالرحمان کیانی، ملک : ۶۹

عبدالرؤف، صاحبزادہ : ۱۴

عبداللطیف زکوڑی، پیر : ۱۹-۶۹-۱۰۷

عبدالعزیز، میاں : ۴

عبدالغفور، اخوند سید بابا : ۱۴-۱۳

عبدالکریم، میاں : ۳۲

عبدالواسع، فقیر : ۱۹

عبدالولی، قاضی : ۴

عبدالوہاب، شیخ : ۱۲-۱۴

عزرائیل : ۱۱۴

عطاءاللہ، ارباب : ۱۱۲

عطاءاللہ قاضی : ۷-۸

علی، آصف : ۴۱

علی ظہیر سید : ۴۱

علی گڑھ : ۷۲

عمر : ۷۱-۷۲

عوامی لیگ : ۱۱۳

عوامی مسلم لیگ : ۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲

عیسائی : ۱۴-۳۹

عیسائیت : ۱۴

غ

غازی ایکٹ : ۴

غزنوی، رحیم بخش : ۳۰

غلام غوث صحرائی، حاجی : ۶۷

غلزئی : ۱۰۲

ف

فتح جنگ : ۱۱۴

فرنٹیر (دیکھیے شمال مغربی سرحدی صوبہ)

فرنٹیر کانفرنس : ۲۳

فرنگی (دیکھیے انگریز)

فضل دین، ملا : ۸۱

فضل واحد ترنگ زئی، حاجی صاحب : ۷

فقیر ایپی : ۴۸-۴۵

فیروز خان نون، ملک : ۷۸

ق

قادری : ۲۱

قادریہ : ۱۳

قائداعظم : ۸-۹-۱۸-۱۹-۲۲-۲۳
۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵
۳۶-۳۷-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۹
۵۱-۵۳-۷۶-۷۸-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳
۸۴-۸۶-۸۸-۸۹-۹۰

قدوس : ۷۴

قصہ خوانی بازار : ۷

قوانین جرائم سرحد : ۴

قیصر باغ ہال : ۴۱

ک

کابل : ۶

کابل (دریا) : ۱۳

کابلی گیٹ : ۷۱

کانگریس : ۳۲-۴۳

کپور تھلہ : ۱۰۲

کٹھوعہ : ۱۰۱

کراچی : ۱۲-۳۲-۳۶

کرپس تجاویز : ۳۶

کرپس، سر سٹیفورڈ : ۱۰-۱۶-۱۷-۳۶-۱۰۰

کرپلانی : ۸۲-۸۵-۱۰۱

کرزن، لارڈ : ۳-۴۵

کرتم : ۷۵

کرم الہٰی، حاجی : ۳۰

کریم بفضل : ۱۰۳

کریمیا : ۴۵

کشمیر : ۱۱-۶۴-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲
۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵

کشمیری : ۱۰۶

کشور، حاجی : ۱۱۲

کلارک، آر : ۵۳

کلکتہ : ۱۰۲

کنسٹرریٹو پارٹی : ۳۲

کننگھم، سر جارج : ۹-۱۹-۳۶

کوٹلی : ۴۳-۱۰۳

کودی سام : ۴۵

کوہاٹ : ۱۵-۶۹-۱۰۲-۱۰۸

کوہالہ : ۱۰۳-۱۰۵

کوہ دامان پشتو (علاقہ) : ۱۵

کوہ دامان ہندکو (علاقہ) : ۱۵

کوئٹہ : ۱۱۰

کھنڈرائے بہادر مہرچند : ۸-۵۲-۶۷

کیرو، سر اولف : ۳۶-۴۷-۴۹-۵۳-۷۳
۷۵-۷۹-۸۲-۸۹

کیمبلپور : ۱۱۱

کینٹن : ۱۰۶

گ

گاندھی : ۳۷-۸۴-۱۰۵-۱۸۸-۱۰۱

گاندھی، بھنو رام : ۸

گجرات : ۷

گل بادشاہ : ۱۱۲

گل حاجی : ۱۱۴

گوپال : ۵۳

گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ مجریہ ۱۹۳۵ : ۸-۷۸-۸۷

ل

لارنس، جارج : ۳

لاہور : ۱۵-۱۰۳

لبرل پارٹی : ۳۷

لوکہارٹ آر، ایم ایم : ۸۹

لندن : ۸-۱۸-۸۲

لنڈی کوتل : ۵۲-۱۱۴

لیبر پارٹی : ۱۰-۳۳

لیبر حکومت : ۳۶

لیڈی ریڈنگ ہسپتال : ۱۱۴

م

مالاکنڈ : ۴۸-۵۲-۵۳-۵۴-۱۰۳

مانٹیگو چیمسفورڈ سکیم : ۴
مانکی شریف (گاؤں) : ۹-۱۹-۳۰-۳۱۰
۳۲-۳۲-۱۱۴
ماؤنٹ بیٹن، لارڈ : ۱۱-۷۵-۷۶-۷۹
۸۱-۸۲-۸۵-۸۶-۸۸-۹۰-۱۰۰-۱۰۴
مبارک علی شاہ، سید : ۷۵
متنی : ۶۹
مجید، ممتاز : ۷۱
محبوب علی، شیخ : ۵۲-۵۳
محسود : ۴۵-۱۰۴
محسود، شاہ پسند : ۱۰۴
محمد امین، حکیم : ۴
محمد جان : ۱۱۲
محمدؐ، حضرت : ۳۲
محمد شاہ، میاں : ۳۳-۶۳-۶۸-۱۰۸
محمد شعیب، مولانا : ۸
محمد شفیع، میاں : ۶۷
محمد عبداللہ، شیخ : ۱۰۰
محمد علی جوہر، مولانا : ۴-۵
محمد عیسیٰ، قاضی : ۳۴
محمد غلام : ۱۱۲
محمد یوسف، شیخ : ۱۳
محمود احمد صاحبزادہ : ۱۲
مدرار اللہ، مولانا : ۶۷
مدراس : ۱۰-۲۸-۵۳
مردان : ۳۰-۶۶-۶۷-۷۱-۷۲-۸۹
۱۰۸
مسعود : ۵۱-۷۰-۱۰۲
مسلم (دیکھیے مسلمان)
مسلمان : ۴-۵-۶-۷-۱۰-۱۱-۱۵
۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۳-۲۴-۳۰
۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۷
۳۸-۳۹-۴۱-۴۲-۴۳-۴۵-۵۱
۵۴-۶۳-۶۴-۶۵-۷۱-۷۲-۷۳
۷۶-۷۷-۷۸-۸۱-۸۲-۸۳-۸۵
۹۹-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۵
مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن : ۷۲
مسلم لیگ سرحد (دیکھیے صوبائی مسلم لیگ)
مسلم لیگ کانفرنس : ۳۰
مسلم لیگی : ۳۰-۴۳-۴۹-۵۰-۶۷-۷۰
۷۱-۸۲-۸۸-۱۰۷
مشرف شاہ، میاں : ۳۱-۳۳-۱۰۷
مشرقی پاکستان عوامی مسلم لیگ : ۱۱۰
مشرقی پنجاب : ۱۰۱-۱۰۲
مظفر آباد : ۱۰۳-۱۰۵
مظہر گیلانی، سید : ۶۶
معاہدہ سیورے : ۵
مغربی پاکستان : ۱۱۰
مغربی پنجاب : ۱۰۱
مغل : ۴۴

منٹو مارلے سکیم : ۴
منڈل، جوگندر ناتھ : ۴۳-۴۴
مہتاب، ہرے کرشنا : ۳۹-۴۰
مہمند : ۴۸-۱۰۲
میانوالی : ۱۱۴
میر احمد، صوفی : ۱۹-۳۳-۴۳
میر احمد قاضی : ۴
میران شاہ : ۵۰-۵۱
میرپور : ۱۰۳
میر جان وردگ، ملک : ۵۱
میکنے راس : ۱۰۲
مینن، وی پی : ۱۰۴
میولے سر ایرک : ۷۵

: ن :

ناک بند : ۱۵
نبی امین، پیرزادہ : ۱۲-۱۱۴
ندر خیل، حیات خان : ۵۱
نشتر آباد : ۳۰
نشتر، سردار عبدالرب : ۹-۳۰-۳۲-۳۳
۳۹-۴۰-۴۴-۴۸-۷۵-۷۸-۸۳
نعیم الدین مرادآبادی، مولانا : ۱۹
نقشبندی : ۲۱
نکلسن، جان : ۳
نلوہ، ہری سنگھ : ۳
نندطہر : ۶۴
نواب شہر : ۱۰۲
نور الامین، سید : ۱۲-۱۱۴
نوشہرہ : ۹-۳-۱۴-۳۱-۶۹
نوشیروان، مسٹر : ۳۶
نہرو، پنڈت جواہر لعل : ۳۹-۴۰-۴۱-۴۴
۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲
۵۳-۵۴-۸۰-۸۳-۸۴-۸۷-۱۰۱
۱۰۴
نیشنلسٹ پارٹی : ۱۸
نیشنل گارڈز : ۳۰-۴۳-۶۸-۷۳

: و :

واجد علی، سید : ۸۶
وانا : ۴۵-۵۱-۵۴
وزارتی مشن : ۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰
۱۰۰
وزیر : ۴۵-۴۸-۵۴-۱۰۲
وزیرستان : ۱۵-۴۴-۴۵-۴۶-۱۰۲
وقار علی شاہ (کاکاخیل)، سید : ۱۲
ولنگڈن، لارڈ : ۸
ویول، لارڈ : ۱۱-۱۸-۳۴-۳۹-۴۱-۴۳
۴۶- [illegible] ۸

: ہ :

ہجرت کمیٹیاں : ۶
ہری پور : ۷۱
ہزارہ : ۳۱-۶۴-۶۵-۶۶-۶۹-۷۷

ہند (دیکھیے ہندوستان)
ہندو: ۱۵-۱۶-۱۸-۱۹-۲۹-۲۱
۳۳-۳۵-۳۷-۳۸-۴۱-۴۲-۴۵
۴۸-۵۱-۵۴-۶۳-۶۴-۶۹-۷۰
۷۳-۷۷-۸۳-۸۴-۸۹-۹۹
ہندوستان: ۳-۴-۵-۷-۸-۹-۱۰
۱۱-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۳
۲۴-۲۹-۳۳-۳۴-۳۶-۳۷
۳۸-۴۲-۴۴-۴۶-۵۴-۶۳-۷۵
۸۰-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷
۸۹-۹۰-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۴
"ہندوستان چھوڑ دو" (تحریک): ۱۶-۱۷
ہندوستانی: ۱۶-۳۷-۳۹-۴۴-۴۵
۶۹-۱۰۵

ہندو سکھ نیشلسٹ پارٹی: ۸
ہندو مہاسبھا: ۱۸
ہوتی: ۶۲
ہوڈسن: ۳
ہیڈ امان درہ: ۵۲

ی

یوپی: ۱۰-۳۸
یورپ: ۹-۱۷
یورپی: ۴-۱۸
یورپین (دیکھیے یورپی)
یوسف، ڈاکٹر کنیز فاطمہ: ۱۲
یوسفی، اللہ بخش: ۳۰-۴۵
یونینسٹ وزارت: ۶۸

ادارہ کی دیگر مطبوعات

(۱) احمد سعید: "گفتار قائد اعظم"، ۱۹۷۶ء، ۲۲۸ + ص ص — ۶۰/- روپے

(۲) آغا حسین ہمدانی: فاطمہ جناح - حیات و خدمات"، ۸۰، ۱۹ء، ۱۹۲ ص ص، طبع دوم ۱۹۸۹ء — ۸۰/- روپے

(۳) احمد سعید: "حیات قائد اعظم - چند نئے پہلو"، ۱۹۷۹ء، ۱۲۴ + ۴ ص ص — ۳۰/- روپے

(۴) غلام مصطفیٰ خان: "مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگزشت کابل"
۱۹۸۱ء، ۲۸۸ + ۴ ص ص — ۴۰/- روپے

(۵) پروین روزینہ: جمعیت علمائے ہند - دستاویزات مرکزی اجلاس ہائے عام، ۱۹۱۹ء - ۱۹۴۵ء، دو جلدیں،
جلد اوّل، ۱۹۸۰ء، ۵۰۸ ص ص — ۶۵/- روپے
جلد دوم، ۱۹۸۱ء، ۴۳۵ ص ص — ۶۰/- روپے

(۶) عذرا سلطانہ: وارث شاہ - عہد اور شاعری"، ۱۹۸۱ء، ۲۲۵ ص ص — ۴۵/- روپے

(۷) عبیداللہ قدسی: "اسلام کی انقلابی علمی تحریک"، ۱۹۸۱ء، ۱۱۰ + ص ص — ۲۰/- روپے

(۸) شفیع النساء: "کتابیاتی اشاریہ پاکستان - ۱۹۷۹ء"، ۱۹۸۲ء، ۲۰۰ ص — ۵۰/- روپے

(۹) منظور الحق صدیقی: "قائد اعظم اور راولپنڈی"، ۱۹۸۵ء، ۱۲۲ ص ص — ۳۰ روپے

(۱۰) پیرزادہ محمد حسین: "سفرنامہ ابن بطوطہ" (اردو ترجمہ) طبع ثانی — ۷۵/- روپے

(۱۰) مرزا شفیق حسین: "کشمیری مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد ۱۹۳۹ء - ۱۹۳۱ء
منتخب دستاویزات"، ۱۹۸۵ء ، ۵۴۱ ص ص — ۱۰۰/- روپے

(۱۲) ایچ۔بی۔خان: "برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار"
۱۹۸۵ء ، ۴۷۶ ص ص — ۱۲۵/- روپے

(۱۳) ڈاکٹر اے ڈی معظر: "خاکسار تحریک اور آزادی ہند"، ۱۹۸۵ء ، ۱۲۰ + ۴۳۰ ص ص
۱۲۰/- روپے

(۱۴) آغا حسین ہمدانی: "آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس - (دستاویزات)
صدارتی خطبات اور قرار دادیں۔
۱۸۸۶ء-۱۹۰۶ء" دو جلدیں
جلد اوّل = ۱۹۸۶ء ، ۱-۳۶۸ + ۱۸ ص ص — ۱۵۰/- روپے
جلد دوم = ۱۹۸۶ء ، ۳۶۹-۵۴۴ + ۱۶ ص ص — ۵۰/- روپے

(۱۵) محمود الرحمان: "جنگ آزادی کے اردو شعراء: ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء"
۴۳۲ + ۱۲ ص ص — ۱۲۰/- روپے

(۱۶) محمد سعید: "آہنگ بازگشت"۔ ۵۰۴ ص ص — ۱۱۰/- روپے

قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت

پوسٹ بکس نمبر ۱۲۳۰ ——— اسلام آباد